مفہوم القرآن

جلد پنجم



رفعت اعجاز

بیت القرآن



درستگی اغلاط مفہوم القرآن جلد پنجم

صفحہ نمبر	سورت کا نام	آیت نمبر	غلطی کی درستگی
13	العنکبوت	64	وَزَكٰوةً کے بعد علامت وقف ط نہیں لکھا ہوا، یہ وَزَكٰوةً ط ہے۔
25	الروم	37	وَيَقْدِرُ کے بعد یہاں علامت وقف ط نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل وَيَقْدِرُ ط ہے۔
31	الروم	54	وَّشَيْبَةً کے بعد یہاں علامت وقف ط نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل وَّشَيْبَةً ط ہے۔
38	لقمان	13	بِاللّٰهِ کے بعد یہاں علامت وقف ؔ نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل بِاللّٰهِ ؔ ہے۔
51	السجدۃ	18	فَاسِقًا کے بعد یہاں علامت وقف ؔ نہیں لکھی ہوئی یہ دراصل فَاسِقًا ؔ ہے۔
116	الفاطر	27	مَآءً کے بعد علامت وقف ج نہیں لکھا ہوا، یہ مَآءً ج ہے۔
171	الزمر	3	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔
176	الزمر	26	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔
193	المؤمن	7	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔
199	المؤمن	48	كُلٌّ کے لام پر تنوین (دو پیش) نہیں پڑھے جا رہے، یہ كُلٌّ ہے۔
204	المؤمن	62	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔
235	الشوریٰ	27	يُنَزِّلُ کے لام پر پیش نہیں لکھا ہوا، یہ يُنَزِّلُ ہے۔
235	الشوریٰ	28	يُنَزِّلُ کے لام پر پیش نہیں لکھا ہوا، یہ يُنَزِّلُ ہے۔
236	الشوریٰ	40	سَيِّئَةٌ کے گول تاء پر دو پیش نہیں پڑھے جا رہے، یہ سَيِّئَةٌ ہے۔
239	الشوریٰ	45	مِنَ الذُّلِّ کے لام پر پیش نہیں لکھا ہوا، یہ مِنَ الذُّلِّ ہے۔
239	الشوریٰ	47	لَكُمْ کے کاف پر پیش نہیں لکھا ہوا، یہ لَكُمْ ہے۔
246	الزخرف	15	جَعَلُوْا کے پہلے واؤ نہیں لکھا ہوا، یہ وَجَعَلُوْا ہے۔
246	الزخرف	24	وَجَدْتُّمْ کے تاء پر پیش نہیں لکھا ہوا، یہ وَجَدْتُّمْ ہے۔
250	الزخرف	24	اٰبَآءَكُمْ کے کاف پر پیش نہیں لکھا ہوا، یہ اٰبَآءَكُمْ ط ہے۔
250	الزخرف	33	اُمَّةً کے گول تاء پر تنوین (دو زبر) نہیں لکھی ہوئی، یہ اُمَّةً ہے۔
250	الدخان	55	اٰبَآءَكُمْ کے کاف پر پیش نہیں لکھا ہوا، یہ اٰبَآءَكُمْ ط ہے۔
262	الدخان	7	سائیڈ پر وقف لازم نہیں لکھا ہوا۔

نوٹ: ''مفہوم القرآن'' کی جلد نمبر 5 میں تمام سورتوں کے شروع میں ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' غلطی سے تحریر نہیں ہوئی ''ادارہ بیت القرآن'' ان تمام کوتاہیوں پر آپ سے معذرت خواہ ہے اور آئندہ ایڈیشن میں ان تمام غلطیوں کو صحیح کر دیا جائے گا بلکہ مکمل ایڈیشن دوبارہ تیار کر کے شائع کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ [سورۃ القمر ۱۷]

"اور یقیناً ہم نے اِس قرآن کو سمجھنے کیلئے بالکل آسان بنا دیا ہے پھر کوئی نصیحت لینے والا ہے"؟

مطالب قرآن آسان زبان میں

مفہوم القرآن

﴿ پارہ 21 تا 25 ﴾

رفعت اعجاز

BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن

لاہور۔ پاکستان

نام کتاب	مفہوم القرآن جلد پنجم ﴿ پارہ 21 تا 25 ﴾
تألیف	رفعت اعجاز
نظر ثانی	ابوعکاشہ عبداللطیف حلیم
کمپوزنگ سیٹنگ	حافظ سعید عمران، قاری محمد اکرم محمدی
ایڈیشن اول	جون 2009
پبلشر	بیت القرآن لاہور پاکستان
ہدیہ	65 روپے

برائے رابطہ

پوسٹ بکس نمبر 150، جی-پی-او، لاہور، پاکستان
فون : 111-737-111 ایکسٹینشن : 115
فیکس : 111-737-111 ایکسٹینشن : 111

P-O-Box # 150 , GPO, Lahore, Pakistan
Tel : 111-737-111 Ext : 115
Fax : 111-737-111 Ext : 111
Web Site: www.bait-ul-quran.org
Email : info@bait-ul-quran.org

پبلشر نوٹ

① ہر خاص وعام کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بیت القرآن اپنی مطبوعات پر منافع وصول نہیں کرتا بلکہ اشاعت فنڈ وصول کرتا ہے جو کہ صرف کتاب کی پرنٹنگ، کاغذ اور بائنڈنگ کی لاگت ہے، البتہ تاجرانِ کتب پرنٹ شدہ ہدیہ وصول کر سکتے ہیں۔

② بیت القرآن کی مطبوعات منظر عام پر آئیں تو بہت سے حضرات وخواتین نے اس منفرد کام کو سراہتے ہوئے اس کارِ خیر میں مالی تعاون کی پیشکش کی ہے تو اس حوالے سے عرض ہے کہ ادارے سے مالی تعاون کی بجائے اس کارِ خیر میں شرکت کی بہترین اور واحد صورت یہ ہے کہ آپ اس ادارے کی مطبوعہ کتب خرید کر تقسیم فرمائیں۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا وَبَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمْ۔

③ ہم نے قرآنی آیات کی طباعت کے وقت ہر صفحہ بغور پڑھا ہے، ہمیں یقین ہے کہ ان کے الفاظ اور اعراب دونوں بالکل صحیح ہیں، پھر بھی اگر آپ کو کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو یقیناً وہ سہواً ہوئی ہے، کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ میں ردوبدل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اگر آپ کو کبھی کوئی ایسی غلطی نظر آئے تو فوراً ہمیں اطلاع دیں، ہم اسے درست کر دیں گے۔ کبھی کبھی اتفاق سے جلد بندی میں بائنڈر سے غلطی ہو جاتی ہے یعنی کچھ صفحے آگے پیچھے لگ جاتے ہیں یا کم وبیش ہو جاتے ہیں، یہ جلد ساز کی غلطی ہوتی ہے، ادارہ ایسی غلطی کو بھی درست کرنے کا ذمہ دار ہے۔ قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ اگر آپ کو ہمارے کسی طبع شدہ نسخے میں ایسی کوئی غلطی ملے تو اسے واپس کر کے صحیح نسخہ حاصل کر سکتے ہیں۔

فہرست مضامین

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ

نبی ﷺ کے لیے ہدایات، قرآن کی برکات

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ ڰ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰـهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝

(اے نبی ﷺ) یہ کتاب جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کریں اور نماز قائم کریں کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا (عمل) ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔(45) اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طرح کہ نہایت اچھا ہو۔ ہاں ان میں سے جو بے انصافی کریں ان سے اسی طرح بات کرو اور کہہ دو کہ جو کتاب ہم پر اتری اور جو کتابیں تم پر اتریں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔(46)

تشریح: یہاں اللہ جل شانہٗ اپنے پیارے نبی سے مخاطب ہو رہے ہیں کہ آپ کو نبوت کا رتبہ دیا گیا ہے اور وحی کے ذریعے سے قرآن مجید دیا گیا ہے۔ اس کو پڑھا کرو۔ کیونکہ قرآن پاک کوئی معمولی کتاب نہیں۔ یہ کتاب انسان کے لیے ہر قسم کے علوم کا مجموعہ ہے۔ اور ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن کسی بندے کا لکھا ہوا نہیں بلکہ یہ آسمانی کتاب ہے جو اللہ نے وحی کے ذریعے آپ ﷺ پر نازل فرمائی۔ اس کی سچائی کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی انسان قرآن کا مصنف ہوتا تو آج سے چودہ سو سال قبل ایسے حقائق کیسے بیان کر سکتا جو آج جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔ قرآن میں تخلیقات کائنات کے تمام موضوعات، یعنی فلکیات، زمین سے متعلق مادے، عالم حیوانات، نباتات اور خاص طور سے اخلاقیات و الٰہیات اور علم الغیب کو بڑی خوبصورتی اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن ایک ایسا دریچہ ہے جہاں سے ہم کائنات اور تمام تخلیقات کے ماضی، حال اور مستقبل کو بڑے واضح طریقے سے دیکھ سکتے ہیں بس شرط یہ ہے کہ آنکھ بصیرت رکھتی ہو۔ جس کا دل زندہ اور ہدایت کے نور سے منور ہو۔ جو اس نور کی جستجو رکھتا ہو۔ قرآن تصورات کی دنیا سے نکال کر حقیقت کی دنیا میں لے آتا ہے۔ پھر ان تمام حقائق پر غور و فکر کرنے کی تاکید اور مقصد بتایا۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے جیسے انسان خود اپنے اوپر کائنات کے نظم و ضبط پر تحقیق کرتا ہے وہ یہ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ سب کام صرف اس ایک اللہ کا ہے جو ہمیں دکھائی نہیں دیتا اور اپنی طاقت و عظمت اپنی تخلیقات کے ذریعے ہم پر ظاہر کرتا ہے۔ گویا سائنس ہر پہلو سے انسان کو اللہ کی وحدانیت اور وجود کا یقین دلاتی ہے۔

تیسرا قرآنی تعلیمات سے ہر چیز کا صحیح علم سامنے آ جاتا ہے کیونکہ قرآن میں شکوک وشبہات کی کوئی گنجائش نہیں یہ سچ ہے کیونکہ اللہ سچے کا کلام ہے۔

چوتھے علم پر کسی خاص فرد یا گروہ کا قبضہ نہیں۔ اسی لیے اسلام کے آتے ہی دنیا میں علم کا سیلاب آ گیا۔ کفر وشرک اور جہالت اور بدامنی کا تقریباً خاتمہ ہو گیا۔

مسلمانوں کی علمی ترقی اور جدوجہد کامیابیوں سے ہر دور کے مورخین متاثر ہوئے مثلاً:

فلپ حتی نے اس طرح اظہار کیا:

''اس زمانے میں جب عرب علماء ارسطو کا مطالعہ کر رہے تھے' یورپ میں شارلیمن اور اس کے امراء اپنے نام کے نیچے سیکھ رہے تھے۔ ایسے زمانے میں جب جامعہ آکسفورڈ کے عالم غسل کرنے کے بے دینوی کی رسم بتاتے تھے' قرطبہ کے مسلمان سائنس دان پر تکلف اور عطر بیز حماموں کا لطف اٹھا رہے تھے۔'' (از تاریخ عرب اردو ترجمہ ص 11)

جارج سارٹن کہتے ہیں: ''آٹھویں صدی کے نصف آخر سے گیارھویں صدی کے اختتام تک عربی ہی بنی نوع انسان کی سائنسی اور ترقی پسندانہ زبان تھی۔ سب سے زیادہ گراں قدر' سب سے زیادہ اچھوتی اور سب سے زیادہ پر مغز کتابیں عربی زبان میں لکھی گئیں۔'' (از تاریخ سائنس)

ولیم ڈمپیر لکھتا ہے: ''جب عیسائی دنیا زوال پر تھی' اسلامی دنیا میں علوم کی نشوونما اپنے عروج پر تھی۔ آٹھویں صدی کے آخر نصف میں علم کے میدان میں برتری یورپ کی بجائے یقیناً مشرق قریب کو حاصل ہو چکی تھی۔'' (تاریخ سائنس ص 72)

اسی طرح ریفالف نے کہا: ''یورپ کے احیاء اور ارتقاء کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر اسلامی تہذیب کے گہرے اثرات نہ پائے جاتے ہوں۔'' (تشکیل انسانیت اردو ترجمہ ص 190)

یہ تو سب علوم متفرقہ تھے جن میں مسلمانوں نے قرآنی آیات کو بنیاد بنا کر پوری دنیا کو علم کی روشنی سے منور کر دیا۔ اب بات ہو جائے اس علم کی جو انسان کو انسان بناتی ہے اور وہ اخلاقی' مذہبی اور روحانی علوم سے روشناس کرتی ہے۔ اسلام میں اخلاق' کردار' اعتقادات' فضائل اخلاق' حقوق العباد' حقوق اللہ پر بڑی وسعت اور جامعیت سے روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ مسلمان کسی قوم سے پیچھے نہ رہے۔ اصل میں قرآن انسان کے لیے ہر طرح کی شفاء کا ذریعہ ہے۔ جسمانی' روحانی اور مادی مشکلات کا حل قرآن میں موجود ہے بات یہی ہے کہ آنکھ میں بصیرت اور دل میں ایمان کی روشنی ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا یعنی تمام دنیا کے مسلمانوں کو حکم ہے کہ قرآن کو پڑھو' سمجھو اور عمل کرو۔ اور پھر نماز قائم کرنے کی تاکید کی گئی۔ ارکان اسلام پانچ ہیں جن میں سے ایک نماز ہے جس کا مختصر سا بیان یہاں دیا گیا ہے۔ پانچ وقت کی نماز مسلمانوں کے لیے ایک روحانی' جسمانی اور اخلاقی ایکسرسائز ہے کیونکہ اول تو نماز سے اور بہت سے فائدوں کے علاوہ ایک فائدہ یہ ہے کہ اس

سے انسان میں غم، تکلیف، خوف اور پریشانی سے نجات حاصل کرنے کا راستہ نکلتا ہے۔

دوسرا یہ کہ نماز برائیوں سے یقینا بچاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب دو رکعت نماز میں ''اللہ اکبر'' گیارہ دفعہ دہرایا جاتا ہے اور سجدہ کر کے اللہ کی بڑائی اور انسان کی عاجزی کا اظہار کیا جاتا ہے تو بندہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ آزاد، خود مختار اور مضبوط و متکبر انسان نہیں۔ بلکہ ایک اللہ مختار کل کا بندہ ہے۔ جو ہر وقت اس کے ظاہر و باطن سے واقفیت رکھتا ہے۔ تو یوں انسان کے اندر سے غرور، ناانصافی، بدعملی، نفرت اور حقارت کے تمام جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔ اس کا دل صرف اللہ کے خوف سے بھر جاتا ہے اور وہ ایک متقی، پرہیز گار انسان بن جاتا ہے اور بہت سی اخلاقی برائیاں اس سے دور ہو جاتی ہیں۔ ایسے شخص میں نہ تو احساس برتری رہتا ہے اور نہ ہی احساس کمتری ہی ہوتا ہے۔ اور پھر آخر میں دہرایا گیا ہے کہ مسلمان کا ایمان ہے کہ جس قدر آسمانی کتابیں پہلے اتر چکی ہیں وہ بھی سچ ہیں اور ہر نبی نے توحید ہی کا سبق دیا ہے۔ یہی تعلیمات دی ہیں۔ نماز ایک قدیم عبادت ہے ہر رسول کی شریعت میں نماز شامل رہی توحید و رسالت کے بعد نماز اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے۔ یاد الٰہی مومن کی زندگی کی روح ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

قرآن مجید کے آسمانی کتاب ہونے کا ثبوت

کفار کے لیے عذاب کی خبر

وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَاۤءِ مَنْ
يُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا
تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا
الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى
عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ
شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ
وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ

بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٤﴾ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٥﴾

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری ہے تو جن لوگوں کو ہم نے کتابیں دی تھیں وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور بعض (مشرک) لوگوں میں سے بھی اس پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو نافرمان ہیں۔(47) اور آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔ ایسا ہوتا تو کفار ضرور شک کرتے۔(48) بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ان کے سینوں میں محفوظ اور ہماری آیتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں۔(49) کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں فرمادیں کہ "نشانیاں تو اللہ کے پاس ہی ہیں میں تو کھول کر ڈرانے والا ہوں۔(50) کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں نصیحت ہے۔(51) فرمادیں کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے جو ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے سب کو جانتا ہے اور جن لوگوں نے باطل کو مانا اور اللہ سے انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔(52) اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اگر ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر عذاب آ بھی چکا ہوتا۔ اور وہ کسی وقت بھی ضرور اچانک ان پر آ کر رہے گا اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا۔(53) یہ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور دوزخ تو کفار کو گھیر لینے والی ہے۔(54) جس دن عذاب ان کو اوپر سے اور نیچے سے ڈھانپ لے گا اور اللہ فرمائے گا کہ جو کام آپ کیا کرتے تھے اب ان کا مزہ چکھو۔(55)

تشریح: جیسا کہ پہلے قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کے ثبوت دیے جاچکے ہیں تو ایک ثبوت اور دیا جارہا ہے کہ نبوت سے پہلے چالیس سال آپ نے اہل مکہ کے ساتھ گزارے تھے۔ سب آپ کو اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ بڑے ایماندار تاجر ہیں انتہائی نیک فطرت' نرم مزاج' بے حد ذہین مگر آپ پڑھے لکھے نہ تھے لوگ جانتے تھے کہ آج تک نہ انہوں نے کوئی کتاب پڑھی ہے نہ کبھی کچھ لکھا ہے۔ تو پھر یکدم وہ اس قدر حکمت سے بھری باتیں، گزشتہ تاریخی واقعات اور مستقبل کے حالات، حقیقت پر مبنی باتیں، آسمانوں زمین کے پھیلاؤ، ملکی انتظامات' عسکری (فوجی) مہارت کے اصول وضوابط' جنگی چالیں اور سب سے بڑھ کر انسانی زندگی کے ہر قسم کے مسائل کے حل کے اتنے بہترین اصول، ایسے بیان کر رہے ہیں کہ پہلے کسی نے بیان نہیں کیے یعنی آپ ایک ہی وقت میں بہترین پیغمبر' استاد' ماہر معاشیات' سپہ سالار اور حاکم مملکت، جج اور ان جیسے بے شمار اوصاف کے مالک کیسے بن گئے؟ یہ سب اس قرآن پاک کی ہی برکت تھی کہ وحی کے ذریعے آپ کو ہر معاملے کا حل اور متعلقہ مسئلہ کے بہترین اصول وضوابط بتا دیے جاتے تھے۔ آپ اللہ کے ان پیغامات کو اللہ کی مدد سے یاد کر لیتے اور

پھر صحابہ کرام کو یاد کروا دیتے جو کہ کچھ اپنی استطاعت کے مطابق لکھتے بھی جاتے تھے۔ ہمیشہ رہنے کے لیے آیات قرآنی کو کئی کئی دفعہ پڑھا اور سنا جاتا تھا کہ کسی قسم کی غلطی نہ رہ جائے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ نے اپنے اس کلام پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لے رکھا ہے۔ اس لیے اس میں کمی بیشی تو کسی صورت ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک بہت بڑا معجزہ ہے کہ ایک عام امی شخص یوں یکدم مصلح انسانیت اور معلم بن گیا جس نے تن تنہا کفار و مشرکین کی مخالفتوں کا مقابلہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کی خاص مہربانی' عنایت اور مدد سے فاتح عالم نبی آخر الزمان حامل قرآن بن کر دنیا کو بہترین شریعت دے کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مگر اس کی تعلیمات قرآن وسنہ ان شاءُ اللہ رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔ جن کو اللہ توفیق دے گا وہ ایمان کی روشنی سے منور ہو جائیں گے اور جو طرح طرح کے اعتراضات میں گم ہو کر کفر کے اندھیروں میں ڈوبے رہنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے ڈوبے رہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے دردناک دوزخ کا عذاب تیار کیا گیا ہے۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ کیونکہ یہ راز اس اللہ بزرگ و برتر کا بتایا ہوا ہے جو آسمان وزمین کی ہر چیز کا ہر وقت پورا پورا علم رکھتا ہے۔ وہ سینوں کی باتیں بھی جانتا ہے کون ہے جو اس کے نظام کو بدل سکے اور اس کے حساب کتاب اور سزا سے بچ سکے۔ سوائے ان نیک لوگوں کے جن کو اجر عظیم کی خوشخبری دی گئی ہے۔ وہ کون ہیں؟

مومنوں کے اوصاف اور ربوبیت الٰہی کے دلائل

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ
اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٥٨﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٥٩﴾
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَاۗبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٠﴾ وَلَىِٕنْ
سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى
يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾
وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع 6/12/2

اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے تو میری ہی عبادت کرو۔ (56) ہر شخص موت کو چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔ (57) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم بہشت کے اونچے اونچے محلوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے' نیک عمل کرنے والوں کا یہ خوب بدلہ

ہے۔(58) جو صبر کرتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔(59) بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' اللہ انہیں بھی رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی۔ اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔(60) اگر ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ سورج اور چاند کو کس نے تمہارے زیر فرمان کیا؟ تو ضرور کہیں گے "اللہ نے" تو پھر یہ کہاں الٹے جا رہے ہیں؟۔(61) اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(62) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے برسایا؟ پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد کس نے زندہ کیا؟ تو کہیں گے کہ "اللہ نے" فرما دیں کہ اللہ کا شکر ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔(63)

تشریح: ان آیات میں خوشخبری ان لوگوں کو دی گئی ہے جن میں صبر اور توکل ہو۔ یعنی ہر قسم کی آزمائش' سختی اور مصیبت جو ان کو راہِ خدا میں اٹھانی پڑے صبر و سکون سے برداشت کرتے ہوئے ایمان باللہ پر قائم رہیں۔ اور پورا بھروسہ اللہ پر رکھیں ایمان کی حفاظت اور بقا کے لیے ان کو گھر بار' جائیداد اور رشتہ دار عزیز بھی چھوڑنے پڑیں تو ہجرت ضرور کر جائیں یہ سنت ہے۔ اور جو اللہ کی محبت میں سب کچھ چھوڑ دیتا ہے وہ تو ویسے ہی اللہ کا مقبول ترین انسان بن جاتا ہے۔ جب کہ اللہ تو ویسے ہی بڑا مہربان اور رازق ہے کیونکہ وہ ہر کافر مشرک کو برابر رزق دیتا ہے۔ رزق دینا صرف اسی کا کام ہے۔ اس کے لیے اس نے کیسے کیسے بندوبست کر رکھے ہیں؟ عقل حیران ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہر مخلوق کی ضروریات اور دعاؤں کو ہر وقت سنتا ہے اور جانتا ہے۔ اس کو خوب معلوم ہے کہ کس کو کتنا رزق دینا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جانتا ہے یعنی ان کی نفسیات' عادات کو جانتا ہے اس لیے رزق کی کمی اور زیادتی کی 2 وجوہات دکھائی دیتی ہیں۔

(1) یہ امتحان ہے جو کسی کا دولت کی کمی سے اور کسی کا دولت کی زیادتی سے لیا جاتا ہے۔

(2) بعض لوگوں کی فطرت یہ ہوتی ہے کہ دولت کی زیادتی سے اس قدر مغرور اور مست ہو جاتے ہیں کہ شرک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ سرکشی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ جس طرح قارون سرکش ہو کر دین سے ہی پھر گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سرکشی اور شر و فساد سے بچانے کے لیے تین سخت ترین بندشیں بنا رکھی ہیں۔ (1) فقر و افلاس (2) امراض (3) موت۔ اس کے باوجود بھی انسان اللہ کو بھول کر سرکشی اختیار کر لیتا ہے۔ جبکہ عبادت' ذکر اور شکر اللہ کے نیک بندوں کا کام ہے رزق' لباس اور ٹھکانا اللہ کی ذمہ داری ہے۔ اس کے بارے میں محمد موسیٰ روحانی بازی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"داود علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں۔ ہر نبی و رسول کی دعاؤں میں بڑی مصلحتیں اور حکمتیں ہوتی ہیں۔" تو داود علیہ السلام دعا کے وقت یہ کہتے تھے۔ "اے کوے کے چھوٹے بچوں کو گھونسلے میں رزق دینے والے۔"

یعنی اس دعا کی وجہ تخصیص (خاص وجہ) یہ ہے کہ کوا جب انڈوں کو بچے نکالنے کے لیے توڑتا ہے تو ابتداء میں وہ

بچے سفید رنگ کے ہوتے ہیں سفید رنگ کی وجہ سے کوا ان سے متنفر ہو کر ان کی پرورش چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ کوے کے یہ بچے اپنی چونچیں کھول دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خاص قسم کی مکھیاں بھیج دیتے ہیں جو ان بچوں کے منہ میں داخل ہوتی رہتی ہیں' یہی مکھیاں ان بچوں کی غذا بنتی رہتی ہیں تا آنکہ ان بچوں کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اس کے بعد ادھر ان مکھیوں کا آنا بند ہو جاتا ہے ادھر کوا اپنے بچوں کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اور ان کی پرورش شروع کر دیتا ہے۔'' بہر حال اللہ تعالیٰ کا نظام رزق بڑا عجیب و لطیف اور نہایت محکم ہے۔'' (از گلستان قناعت مسمی بہ جنۃ القنایہ)

محمد موسیٰ روحانی بازی آیت:60 کی تشریح بڑے خوبصورت انداز سے کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے رزق کے بارے میں چند امور کا ذکر کیا ہے۔

(1) اپنی عظیم قدرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان کا خالق میں ہی ہوں۔

(2) شمس و قمر کو منور و مسخر کرنے والا بھی میں ہی ہوں۔

(3) کفار بھی اس بات کے معترف (ماننے والے) ہیں۔

(4) لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر یقین کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں کسی اور ذات کی طرف رجوع کرنا اور اپنے معاملات میں اس پر اعتماد کرنا بڑی غلطی ہے۔

(5) رزق کی فراخی اور تنگی بھی میرے قبضہ قدرت میں ہے۔'' مزید لکھتے ہیں:

''دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ سنت پر چلنے کی اور لباس باطنی یعنی اعمال زندگی کو گناہوں اور لغزشوں سے پاک وصاف رکھنے کی توفیق بخشیں۔'' آمین (از گلستان قناعت) کیونکہ بالآخر تو اللہ کے پاس ہی واپس جانا ہے تو جو لوگ شکر اور توکل سے نیک زندگیاں گزارتے ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے اللہ فرماتا ہے۔ ''ان کو ہم بہشت کے اونچے اونچے محلوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔'' (58 العنکبوت)

اعمالِ دنیا اور اس کا انجام

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ۝ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ
يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ڌ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا
حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
يَكْفُرُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ ع ٧

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور ہمیشہ کی زندگی کا مقام تو آخرت کا گھر ہے' کاش یہ لوگ سمجھتے۔(64) پھر جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے اور خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔لیکن جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو پھر فوراً شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔(65) تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں اور فائدہ اٹھائیں۔تو خیر عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا۔(66) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے؟ اور لوگ ان کے گردونواح سے اچک لیے جاتے ہیں (دنگا فساد کا شکار ہو جاتے ہیں) کیا یہ لوگ باطل پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔(67) اور اس سے ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے؟ یا جب حق بات اس کے پاس آئے تو اس کی تکذیب کرے؟ کیا کفار کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟ (68) اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی ہم ضرور ان کو اپنے رستے دکھادیں گے اور اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔(69)

تشریح: ''ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشہ اور اخروی زندگی کو ہمیشہ کی زندگی قرار دیا ہے۔پھر مشرکین مکہ کا عقیدہ بیان کیا کہ وہ کشتی میں تو خالص اللہ کو پکارتے مگر باہر آکر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے۔آج کے نام نہاد مسلمان مشرکین مکہ سے بھی گئے گزرے ہیں کہ ایسی جگہ پر بھی غیر اللہ کو پکارتے ہیں مثلاً معین الدین چشتی پار لگا دو میری کشتی، یا بہاوالحق، بیڑا دھک وغیرہ انسان مصیبت میں تو اللہ کو پکارتا ہے مگر راحت میں شکر نہیں کرتا اور غفلت میں پڑ کر قیمتی عمر دنیا کی عزت' راحت' آسائش اور دنیوی کامیابی کے حصول میں ضائع کر دیتا ہے۔جب کہ معلوم ہے کہ یہ زندگی ختم ہو جانے والی ہے اور اصل زندگی اور ہمیشہ رہنے والی عزت و آسائش کی زندگی تو صرف موت کے بعد کی زندگی ہے۔جو عنقریب آنے والی ہے۔اس لیے بدی سے دور رہنا اور بدی کے خلاف جہاد کرتے رہنا ہی انسان کے اعلیٰ کردار اور بہترین زندگی کا نشان ہے۔یہ جہاد ہے کہ برائی کو کسی حال میں برداشت نہ کرے بلکہ اس کو ختم کرنے کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائے۔جو شخص دوسروں کے لیے برائی کو برداشت کرتا ہے تو گویا وہ اخلاقی لحاظ سے کمزور ہے تو ایسا شخص بڑی آسانی سے اپنی نیک راہیں بدل لیتا ہے اور یوں ذلت وخواری اور اللہ کے غضب کا نشانہ بنتا ہے اور پھر اس کے اندر شرافت اور انسانیت کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہ جاتا اور ایسے ہی لوگ اللہ کے ناپسندیدہ لوگ ہوتے ہیں۔جبکہ مسلمان کی پوری زندگی جہاد ہے۔

چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے لفظ جہاد کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''جہاد کی تین قسمیں ہیں۔(1) ایک کھلے دشمن کا مقابلہ (2) دوسرے شیطان اور اس کے پیدا کیے ہوئے خیالات کا مقابلہ۔(3) تیسرے خود اپنے نفس کا ناجائز خواہشات سے مقابلہ۔''

تو ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ فرماتا ہے۔ ”ہم ضرور ان کو اپنے رستے دکھا دیں گے اور اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔“ (آیت:69 العنکبوت) سورت العنکبوت مکمل ہوگئی۔ الحمد للہ۔

خلاصہ سورۃ العنکبوت

سورۃ العنکبوت جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ مکڑی سے منسوب ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو انتہائی خوبصورت گھر بناتا ہے۔ مگر انتہائی نازک ہونے کی وجہ سے اسے ناپائیدار ہونے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دنیا کو بھی اس سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو کفار کے عقائد سے تشبیہ دی ہے۔ بہر حال پوری سورت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی اس نصیحت کے گرد گھومتی ہے فرماتے ہیں۔ ”اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کا شکر، استغفار اور خوف و خطر میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کی تاکید ہے۔ یہی مسلمان کی سب سے بڑی تجارت ہے۔ تجارت دو قسم کی ہوتی ہے۔ دنیاوی تجارت اور اخروی تجارت۔ دنیاوی تجارت کے فوائد و منافع چونکہ ظاہر ہوتے ہیں اس لیے لوگ اس تجارت سے خوش ہوتے ہیں۔ اخروی تجارت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔ ”اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلے میں ان کی جانیں بھی خرید لی ہیں ان کے مال بھی۔“ (سورہ توبہ آیت: ۱۱۱)

سلامتی کا راستہ قرآن و سنت کا راستہ ہے۔ جس نے ان کو سامنے رکھ کر اس دنیا میں زندگی گزاری اور تمام کاروبار حیات میں اللہ کی رضا کو سامنے رکھا تو گویا اس نے دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر لی ایسے ہی بندوں کے لیے اللہ فرماتا ہے:

”اے مطمئن روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں چلی جا۔“ (سورۃ الفجر آیات 27 تا 30)

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزو تیری
خوشا دماغ جسے تازہ رکھے بو تیری

دعا ہے: ”اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! آپ ہی میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھے پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھے خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے۔“ (سورۃ یوسف آیت: 101)

یہ سورت ہر زمانے کے مسلمانوں کے لیے حوصلہ مندی کے لیے بہت بڑی دلیل ہے۔ جب بندے کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ اس راستے میں ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ ایسے ہی مشکلات پیش آتی ہیں تو پھر وہ زیادہ مستعد اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ اور پھر جب یہ بھی معلوم ہو جائے کہ کامیابی اور سلامتی کی یہی راہیں ہیں پھر تو اور بھی نڈر، بہادر اور مضبوط مسلمان بن جاتا ہے۔ مسلمان کی تعریف شاعر نے یوں کی ہے ؎

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامین پیدا
(اقبال)

جب یہ مٹی سے بنا ہوا انسان جس میں اللہ نے اپنی قدرت سے زندگی بھر دی ہے۔ خالق اکبر پر اس کا ایمان پختہ ہو جاتا ہے تو پھر اس میں یقین و ایمان کی مضبوطی سے فرشتوں جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں یعنی وہ روحانیت میں اس قدر کمال حاصل کر لیتا ہے کہ قرب الٰہی حاصل کر لیتا ہے۔

تعارف سورۃ الروم

یہ سورۃ بھی مکی زندگی کے آخری دور میں نازل ہوئی اس میں مشہور تاریخی واقعہ جو 615ء میں ہوا۔ جس میں ایرانیوں نے رومیوں کے بیشتر علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ذکر کیا گیا ہے اس میں ساٹھ آیات اور چھ رکوع ہیں۔ اس میں روم میں اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ جو کہ قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ یوں ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے 8 سال قبل قیصر روم ماریس کے خلاف کامیاب بغاوت ہوئی ہرقل قیصر بنایا گیا اس کو سب سے پہلی خبر انطاکیہ پر ایرانی قبضہ کی ملی پھر 613ء میں دمشق 614ء میں بیت المقدس پر ایرانیوں کا قبضہ ہوا۔ پھر ایک سال کے اندر ایرانی فوجیں اُردن، فلسطین، جزیرہ نمائے سینا اور مصر پر قابض ہو گئیں۔ اس وقت اہل قریش اور نبی آخر الزمان ﷺ کے درمیان بڑی سخت کشمکش چل رہی تھی 615ء میں بہت سے مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ ایرانیوں کی رومیوں پر فتح، کفار مکہ کو مسلمانوں کو طعنہ دینے کا بڑا اچھا بہانہ مل گیا۔ ایرانی آتش پرست تھے جب کہ رومی اہل کتاب وحی و رسالت کے ماننے والے تھے۔ کفار مکہ مسلمانوں کو کہتے کہ ''اللہ والے شکست کھا رہے ہیں اور مشرک فتح پا رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی تم مسلمانوں پر ضرور فتح حاصل کر لیں گے۔ اسی دوران یہ سورت نازل ہوئی جس میں رومیوں اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ اِس پیشگوئی کے آٹھ سال تک ایرانیوں نے 619ء تک مصر، طرابلس، ایشیائے کوچک سے باسفورس تک فتح کر لیا اور پھر قسطنطنیہ کے سامنے خلقدون پر قبضہ کر لیا۔ اب رومیوں کی فتح و کامرانی شروع ہوئی۔ ہوا یوں کہ 622ء میں اِدھر نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور اُدھر قیصر ہرقل نے ایران پر پشت سے حملہ کر دیا 623ء میں اُرمینا سے شروع ہو کر 624ء میں آذربائی جان سے گھس کر آرمیاہ کو تباہ کر دیا۔ اسی سال مسلمانوں کو بدر کے مقام پر زبردست فتح ملی اور یوں دونوں پیشگوئیاں ایک ہی وقت میں پوری ہو گئیں۔ روم کی فوجیں برابر بڑھتی چلی گئیں اور 627ء میں دارالسلطنت طیسفون تک پہنچ گئیں۔ یہی سال تھا کہ صلح حدیبیہ ہوئی جو کہ ''فتح عظیم'' کہی جاتی ہے 629ء میں قیصر نے صلیب حاصل کر کے بیت المقدس میں رکھی۔ جبکہ اسی سال حضرت محمد ﷺ پہلی مرتبہ عمرۃ القضاء ادا کرنے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ جب یہ

دونوں پیشگوئیاں سچ ثابت ہو گئیں تو بہت سے مشرکین ایمان لے آئے۔ یہ دونوں فتوحات بظاہر ناممکن تھیں مگر اللہ کی رضا سے اور اس وعدہ کے مطابق یہ دونوں فتوحات ہوئیں اور یہاں ایک سبق انسان کو یہ بھی دیا گیا ہے کہ عالم الغیب تو اللہ کی ذات ہی ہے اس لیے کل کا سوچ کر کوئی بھی الٹا سیدھا پروگرام بنانا بالکل غلط ہے۔ کل کے بارے میں کسی کو معلوم کیا ہونے والا ہے۔ لہٰذا توحید پر قائم رہ کر اور آخرت کو سامنے رکھ کر زندگی کے تمام پروگرام بنانے چاہییں۔ اسی لیے سورت کے چوتھے رکوع سے توحید اور آخرت کو ہی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اور پھر نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں کو صبر اور یقین کی تلقین کی گئی ہے اور یہی مسلمان کے لیے تحفہ ہے۔ رحمت ہے۔

دو ناممکن فتوحات کی بشارت

الٓمّٓ ۝١ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝٢ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝٣ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۬ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝٤ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٥ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٦ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٧

الم۔حرف مقطعات میں سے ہے۔(1) اہل روم مغلوب ہو گئے ۔(2) نزدیک کے ملک میں۔ اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔(3) چند ہی سال میں پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ کا ہی حکم ہے اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔(4) یعنی اللہ کی مدد سے، وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب و مہربان ہے۔(5) یہ اللہ کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(6) یہ تو دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں اور آخرت کی طرف سے غافل ہیں''۔(7)

تشریح: محمد ﷺ کی پیدائش سے پہلے ایران اور روم کی دو سلطنتیں بڑی زبردست تھیں۔ ان کی آپس میں لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ ایرانی آتش پرست تھے اور رومی اہل کتاب تھے۔ 570ء میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی 610ء میں آپ کو نبوت ملی۔ 615ء میں ایران نے روم کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر چڑھائی شروع کر دی۔ مکہ والے کیونکہ مشرک و کافر تھے، اس لیے ایرانیوں کی کامیابی پر بڑے خوش ہوئے اور رومی کیونکہ اہل کتاب عیسائی تھے اور اعتقادات کے لحاظ سے مسلمانوں کے کچھ کچھ قریب تھے اس لیے ان کی شکست پر مسلمانوں کو چڑانے لگے کہ دیکھو اللہ والوں کی اللہ نے مدد نہیں کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی اور وعدہ کیا کہ یہ عارضی فتح ہے۔ یہ کیوں ہوئی اور کیسے ہوئی؟ یہ راز کسی کو معلوم نہیں یہ تو بس اللہ زبردست حکمت والے اور رحم و کرم کرنے والے کے کام ہیں اور اس نے خوشخبری دی کہ بہت جلد مسلمانوں اور رومیوں کو

زبردست فتح نصیب ہوگی تو پھر ایسے ہی ہوا۔ کہ تقریباً ہجرت کے سات سال بعد مسلمانوں کو غزوہ بدر میں فتح ملی اور اسی زمانے میں رومی ایرانیوں (فارس) پر غالب آ گئے۔ اور یوں اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔ اس سارے واقعہ سے متعلقہ ایک دلچسپ واقعہ سنیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مکہ کے بازار میں اس کا اعلان کیا جس پر ابی بن خلف نے آپ سے شرط لگائی کہ اگر یہ سچ نہ ہوا تو آپ سو اونٹنیاں اس کو دیں گے ورنہ وہ سو اونٹنیاں آپ کو دے گا۔ اس وقت شرط حرام نہ تھی مگر جب وقت آیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ شرط جیت گئے ان کو سو اونٹنیاں مل گئیں تب تک شرط کے بارے میں حرام کا حکم ہو چکا تھا لہٰذا آپ کے حکم سے ان کو صدقہ کر دیا گیا۔ یہاں ایک بڑا قیمتی اور ضروری نکتہ نکلتا ہے جو کہ ہر زمانے میں بحث بنا رہا۔ شاہ صاحب حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ ''جب سٹہ، جوا اور لاٹری جیسی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ملک کی دولت کے نظام میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور طویل جھگڑوں کے سلسلے کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ حصول معاش کے جو صحیح ذرائع ہیں ان کے دروازے بند ہونے لگتے ہیں۔ لوگ اس باہمی امداد و اعانت سے لاپرواہی برتنے لگتے ہیں جس پر تمدن کی بنیاد قائم ہے۔'' یہ کام کیونکہ ملک وقوم کے مفاد کے خلاف ہے اس لیے اس کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک دین فطرت ہے یعنی انسان کی فطرت اور عادات کے مطابق ہے۔ اور اسلام کا ہر اصول انسان کی بھلائی کے لیے بنایا گیا ہے۔ اب ہم پھر آیت 4 کی طرف آتے ہیں ''اس دن خوش ہوں گے مسلمان''۔ مسلمانوں کے خوش ہونے کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں ایک تو اہل کتاب کی فتح کیونکہ عیسائی کفار کی نسبت مسلمانوں کے قریب تر تھے۔ اور دوسری خوشی خود ان کی اپنی فتح جو ان کو معرکہ بدر میں کفار کے خلاف حاصل ہوئی۔ جو مسلمانوں کی کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ پھر لوگوں کے فہم اور دور اندیشی کا ذکر کیا۔ کہ لوگ صرف ظاہری اور دنیاوی کامیابیوں کو ہی سب کچھ سمجھ کر غفلت کی زندگی گزارتے ہیں اور یہ خیال ان کے دل میں ہرگز نہیں آتا کہ یہ دنیا کی زندگی تو صرف امتحان گاہ ہے، مختصر اور عارضی قیام گاہ ہے۔ اکثر لوگ دنیا کی زیب زینت اور ظاہری منافع دیکھ کر اس سے غافل رہتے ہیں۔

گزرے ہوئے لوگ باعث عبرت

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ

اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ۝۱۰

کیا انہوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کو حکمت سے اور ایک وقت مقرر تک کے لیے پیدا کیا ہے اور بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔(8) کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی؟ (سیر کرتے) تو دیکھ لیتے جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا۔ وہ ان سے زور و قوت میں کہیں زیادہ تھے۔ انہوں نے زمین کو جوتا اور اِس کو اُس سے زیادہ آباد کیا تھا جو اِنہوں نے آباد کیا اور اُن کے پاس اُن کے پیغمبر نشانیاں لے کر آتے رہے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔(9) پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی بُرا ہوا۔ اس لیے کہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اور ان کی ہنسی اڑاتے رہے تھے"۔(10)

تشریح: یہ آیات نظام قدرت واضح کر رہی ہیں دنیا کے تغیر و تبدل قوموں کے عروج و زوال اور کائنات کے بنانے کا مقصد کیا ہے؟۔ سلطان بشیر محمود صاحب نے بہت اچھی وضاحت کی ہے لکھتے ہیں " کائنات میں قیامت کے واقعات اس کی تقدیر ہے۔ اور اپنے اپنے وقت پر یہ واقعات ضرور ہی ظاہر ہوتے رہیں گے۔ یہ قیامتی عوامل (قیامت کی قسمیں) مندرجہ ذیل ہیں۔

1 کسی فرد کی موت (اس کی قیامت کا آغاز ہے)

2 زمین کے کسی حصہ میں کوئی آفت ناگہانی۔ (کسی قبیلہ یا قوم کی قیامت)

3 کرہ ارض یا شمسی نظام کی مکمل تباہی۔ (یہ تمام نوع انسانی کی قیامت ہوگی)

4 کسی کہکشاں کی تباہی۔ (یہ ہمارے قریبی عالم کی تباہی ہوگی)

5 ہمہ گیر بڑی تباہی (یہ ہماری پوری کائنات کی تباہی ہوگی)

6 حشر نشر (یہ عظیم قیامت کے بعد دوبارہ تخلیق کے عمل سے گزر کر نتائج کا پانا ہے۔)

آیت 8 میں یہی بتایا گیا ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز کا پہلے سے فیصلہ کر لیا گیا ہے۔ اور اس کی تخلیق محدود مدت کے لیے کی جاتی ہے۔ جس کے بعد اس کی قیامت آ جاتی ہے۔" (از قیامت اور حیات بعد الموت) قوموں کا عروج و زوال اکثر ان کی اخلاقی گراوٹ اور باہمی اختلافات اور گناہوں، غفلت اور بے راہ روی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اقتصادی اور اخلاقی نظام کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ جو لوگ غور و فکر اور انبیاء کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے نیک زندگیاں گزارتے ہیں وہ مرتے تو ضرور ہیں لیکن ان کی موت ان کے لیے رحمتِ الٰہی کا پیغام ہوتا ہے جبکہ عذاب سے مرنے والوں کے لیے ان کی موت مسلسل عذاب کا پیغام ہوتی ہے۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے کیونکہ ہم تو رحیم و کریم ہیں اسی لیے تو دنیا میں خبردار کرنے کے لیے ہمیشہ پیغمبر بھیجتے رہے ہیں اور پھر انسان خود اپنی حرص و ہوس، بے رحمی اور آپس کی دشمنی

کیوجہ سے بھی اللہ کے عذاب کو دعوت دیتا ہے۔ جیسا کہ 1945ء میں ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر دونوں شہر پلک جھپکنے میں نیست و نابود کر دیے گئے۔ اسی طرح فضائی آلودگی دنیا کی تباہی کا موجب ہو رہی ہے۔ بہر حال رد و بدل تو زندگی کا نشان ہے۔

ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

انسان کے بنانے کا مقصد کیا ہے؟ ہمیں قرآن کے ذریعے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان صرف اللہ کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ اللہ کو انسان کی عبادت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ عبادت کا فائدہ اور نیک زندگی گزارنے کا فائدہ خود انسان کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ عبادت سے انسان ایک مکمل مطمئن اور بہترین انسان بن جاتا ہے اور اس طرح وہ دنیا میں بھی سرخرو ہوتا ہے اور آخرت میں بھی بہترین انعام حاصل کرے گا۔ جب کہ برے انسان کا انجام دنیا میں بھی برا اور آخرت میں بھی برا ہوگا۔ اصل برتری علم و معرفت سے ہوتی ہے۔ محض تسبیح و تقدیس سے نہیں ہوتی۔ اپنے کردار کو اتنا بلند کرو کہ چھوٹی چھوٹی باتیں تمہیں متاثر نہ کریں۔

قیامت اور اس کے احوال اور اوقات نماز

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۲ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۳ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝۱۴ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝۱۵ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝۱۶ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝۱۷ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝۱۸

اللہ ہی انسان کو پہلی بار پیدا کرتا ہے وہی اس کو پھر دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ (11) اور جس دن قیامت برپا ہوگی مجرم ناامید ہو جائیں گے۔ (12) اور ان کے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور وہ اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔ (13) اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس روز الگ الگ فرقے ہو جائیں گے۔ (14) تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغ میں خوش حال ہوں گے۔ (15) اور جنہوں نے کفر کیا، ہماری آیتوں اور آخرت کے آنے کو جھٹلا دیا وہ عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ (16) تو جس وقت شام ہو اور جس وقت صبح ہو اللہ کی تسبیح کرو (نماز قائم کرو)۔ (17) آسمانوں اور زمین میں اسی کی تعریف ہے اور تیسرے پہر بھی اور جب دوپہر ہو اس

وقت بھی نماز قائم کیا کرو۔(18)

تشریح: یہی مضمون پچھلی آیات میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نظام ہی اس طرح بنایا ہے کہ یہاں بننا اور مٹنا ہی زندگی کا راز ہے۔ عالم ارواح سے اس دنیا میں آتے ہیں اور پھر یہاں سے موت واقع ہوتی ہے تو عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں یعنی دوبارہ اللہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور پھر وہاں سے حشر نشر یعنی اللہ کے حضور حاضری۔ برے لوگوں کو دوزخ اور نیک لوگوں کو جنت بس یہی مقصد ہے انسانوں کی تخلیق کا۔ کہ آخرت کا دن آنے سے قبل انسان اعمال صالح کرے کہ آخرت میں نہ شرمندہ ہو نہ تکلیف میں پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک انسان کی موت ہی اس کی قیامت ہوتی ہے۔ اسی طرح بڑی اور عالمگیر قیامت آئے گی۔ قیامت کبریٰ۔ بڑی قیامت۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ مرنا برحق ہے۔ قیامت برحق ہے حساب کا دن برحق ہے تو پھر انسان کو اپنے انجام کو بہترین کس طرح بنانا چاہیے۔ ابراہیم عمادی لکھتے ہیں ''عظیم اخلاق کے ماہرین متفقہ طور پر لکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی جانوروں جیسی نہیں بلکہ اس کی زندگی کا عظیم مقصد ہے۔ یہ عظیم مقصد کیا ہے، فضائل واخلاق کا وہ سرچشمہ ہو اور سعادت اس کی منزل ہو۔ عظیم مقصد کے حصول کا راستہ بہت کٹھن ہے لیکن عزم صادق (سچا ارادہ) اور خلوص نیت کے سبب وہ غالب آ جاتا ہے اور اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کا طریقہ یہ ہے۔ انسان میں جو قوتیں اور صلاحتیں ہیں ان کو قابو میں رکھنا۔ صحیح طور پر ان سے کام لینا نہایت ضروری ہے۔ شیطان اس کو صحیح راستے سے ہٹا دیتا ہے اور وہ غلط کام کر بیٹھتا ہے۔ اس لیے اُسے پورے عزم کے ساتھ خلوص نیت سے کام کرنا چاہیے۔ (از مسلمان سائنس دان اور ان کی خدمات)

شیطان اور انسان کی جنگ بڑی سخت جنگ ہے۔ جس کو یہ پکا یقین ہے کہ اس کو اچھے اعمال کے بدلے جنت ملے گی وہ ہر صورت شیطان کو شکست دے کر جنت کا وارث بن سکتا ہے ورنہ تو پھر کفر وشیطان کا راستہ عذاب کی طرف ہی جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو برائی، بے حیائی اور کفر سے بچانے کے لیے حکم دیا ہے کہ پانچ وقت نماز قائم کرو۔ اس حکم کی وضاحت نبی اکرم ﷺ نے یوں کی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لیے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کا ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو میں اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کراؤں گا اور جو اس کا اہتمام نہ کرے مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں''۔ ان کے نام یوں درج کئے گئے ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشائ۔ (از مطالعہ قرآن) نماز کے فوائد بے شمار ہیں شاعر کچھ یوں بیان کرتا ہے۔

توڑ دیتی ہے دلوں سے نفرتوں کے سلسلے
احترام ، ایثار ، اخوت سب سکھاتی ہے نماز
دور کر دیتی ہے روح و جان سے ہر آلودگی
فکر کی دنیا کو ایسے جگمگاتی ہے نماز

اللہ کی توحید وربوبیت کی نشانیاں اور دلائل

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ وَكَذَٰلِكَ
تُخْرَجُونَ ﴿١٩﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ﴿٢٠﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ
خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ
وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَابْتِغَاؤُكُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ
خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً
مِنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿٢٥﴾ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ ﴿٢٦﴾
وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾

وہی زندے سے مردے کو نکالتا ہے اور وہی مردے کو زندے سے نکالتا ہے۔ اور وہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور اسی طرح تم دوبارہ زمین سے نکالے جاؤ گے۔ (19) اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم انسان ہو کر جابجا پھیل رہے ہو۔ (20) اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تا کہ ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (21) اور اسی کے نشانات میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا، تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ عقلمندوں کے لیے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (22) اور انہی نشانیوں میں سے ہے تمہارا رات اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا، جو لوگ سنتے ہیں ان کے لیے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (23) اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ تم کو خوف اور اُمید دلانے کے لیے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے مینہ برساتا ہے پھر زمین کو اس کے مر جانے کے بعد زندہ اور (ہرا بھرا) کر دیتا ہے، عقل والوں کے لیے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (24) اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جب وہ تم کو زمین سے نکلنے کے لیے آواز دے گا تو تم جھٹ نکل پڑو گے۔ (25) اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی (فرشتے اور انسان وغیرہ)

ہیں اسی کے مملوک ہیں اور سب اس کے فرمانبردار ہیں۔(26) اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اس کی شان بہت بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے"۔(27)

تشریح: ان آیات میں توحید، آخرت اور دوبارہ زندہ ہونے کو دلائل سے واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً سب سے پہلے یہ کہ مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے۔ اس میں مرغی سے انڈا اور انڈے سے مرغی کا پیدا ہونا عام سی بات ہے۔ ڈاکٹر ہلوک باقی صاحب نے ایک بڑی عجیب تحقیق کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں "بام مچھلی دریاؤں کے ڈیلٹا میں پائی جاتی ہے۔ ایک قسم کی بام مچھلی، خلیج میکسیکو میں طویل سفر کے بعد انڈے دینے کی جگہ پر پہنچتی ہے اور بچوں کی پیدائش سے پہلے ہی مرجاتی ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ بچے مردہ سے نکلے ہیں، چکرا دینے والی بات یہ ہے کہ یہ بچے بحر اوقیانوس میں اس ڈیلٹا تک پہنچتے ہیں۔ جہاں سے ان کی ماں آئی تھی یہ اسی جگہ رہنے لگتے ہیں اور یہ فاصلہ دس ہزار کلومیٹر پڑتا ہے۔ قدرت کے اس عظیم راز کی کہانی ابھی حال ہی میں دریافت ہوئی ہے۔ جو کھلے ذہن کے ماہرین حیاتیات کو ایمان لانے پر مجبور کرتی ہے۔ اسی طرح مکڑیوں اور تتلیوں کی کچھ اقسام انڈے دینے سے چند سکینڈ قبل ہی مرجاتی ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات انسانوں میں بھی ماں کے مرنے کے چوبیس گھنٹے بعد بھی بچہ پیدا ہوا ہے۔ ماں کی موت کے چند گھنٹے بعد تو اکثر بچے پیدا ہوئے ہیں"۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

یہ تمام آیات انسانی وجود کی تاریخ بیان کر رہی ہیں۔ یہ اللہ کی بڑائی اور عظمت و وحدانیت کی نشانیوں میں سے ایک ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پیدا کیا جو کہ مٹی سے پیدا شدہ خوراک سے بنتا ہے یہ ایک قطرہ انسان کی پیدائش کا ذریعہ بنتا ہے۔ پھر اس کی قدرت کی یہ بھی نشانی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہا السلام کی اولاد دنیا کے کونے کونے تک پھیل گئی کیونکہ دنیا کا ہر خطہ آب و ہوا اور جغرافیائی حدود اور طبیعیاتی لحاظ سے مختلف ہے تو اسی کی مناسبت سے وہاں کے لوگوں کی زبان رہن سہن اور بود و باش بن جاتے ہیں۔ یوں انسان پہچان کے لیے مختلف قبیلوں، گھروں، گاؤں، قصبوں، شہروں اور ملکوں میں بٹ گیا۔ اندازہ ہے کہ اس وقت دنیا میں 3564 زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس قدر قومیں دنیا کے مختلف علاقوں میں بستی ہیں۔ ہمارے سامنے ہر روز ہر وقت دنیا کا کاروبار بننے اور مٹنے میں چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جو بنا اس نے ختم ضرور ہونا ہے۔ ختم ہو کر زمین کا ہی حصہ بن جاتا ہے۔ مٹی کی قدر و قیمت محمد موسیٰ روحانی بازی کی زبانی سنیئے۔ بڑے دلچسپ انداز میں انہوں نے مٹی اور زمین کی تعریف کی ہے۔ لکھتے ہیں۔ "مٹی کی حقارت و ذلت، بالفاظ دیگر مٹی کی تواضع و انکساری معروف و مُسلّم ہے۔ ہر شخص مٹی پر چلتا ہے اور اس میں حسب مرضی تصرف کرتا ہے۔ اس پر گندگی ڈالی جاتی ہے۔ اس کی تحقیر کی جاتی ہے، اور مٹی عاجزی و انکساری کرتے ہوئے یہ سب کچھ برداشت کرتی ہے اس

عاجزی وانکساری کے طفیل اللہ تعالیٰ نے زمین کی شان بلند کر کے اسے ظاہری وباطنی ترقیوں کا مرکز قرار دیا۔خوشبودار و رنگین پھولوں، حسین درختوں اور خوشنما پودوں کا منبع بنا دیا۔زمین سے پھولوں اور درختوں کے ارتباط و وابستگی کو پھولوں اور درختوں کی خوشنمائی، شادابی، رعنائی اور حیات کا وسیلہ بنایا، زمین سے جدائی اور علیحدگی کو ان کی موت اور تباہی کی علامت قرار دیا۔''

(از گلستان قناعت 507)

اور سب سے بڑی عزت واہمیت زمین اور مٹی کو یہ ملی کہ اشرف المخلوقات انسان کی پیدائش بھی اسی سے ہوئی اور ہو رہی ہے۔ انسان کی نشوونما کا ذریعہ بھی زمین ہی ہے۔اس کا ٹھکانا بھی زمین ہی ہے اور مرنے کے بعد بھی زمین ہی اس کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے اور پھر دوبارہ زندہ بھی زمین میں سے ہی انسان کو کیا جائے گا۔غرض جدھر بھی نظر دوڑائیں اللہ کی قدرتیں اور اس کی وحدانیت کی بے شمار نشانیاں پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔مثلاً مرد وعورت کا محبت بھرا رشتہ جو زندگی کو آسان، خوش گوار، رحمتوں اور برکتوں کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔پھر آسمان، زمین، دن رات، بارش، پانی، ہوا، بادلوں کی چمک اور زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو پانی سے تر و تازہ اور سرسبز و شاداب کر دینا۔یہ سب کس کی قدرت اور طاقت سے ہو رہا ہے۔صرف اس الہ العٰلمین کی قدرت سے ہو رہا ہے جو رحمن ہے رحیم ہے تمام آسمانوں زمین اور اس کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے اور حکمت و دانائی میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔تو ایسے عظیم و کبیر طاقت والے کے لیے کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ دوبارہ انسان کو پیدا کرے اور اس کو اس کے کیے گئے اعمال کی سزا یا جزا دے؟ یہ کام اس کے لیے بالکل ایسے ہی آسان ہے جیسا کہ پہلی بار پیدا کرنا آسان ہے۔مسئلہ یہ ہے کہ کیا انسان زندگی کو کھیل سمجھ کر گزارتا ہے یا کہ زندگی کی حقیقت کو سمجھ کر اس کو ترتیب سے گزارتا ہے جے پال پریمی کہتا ہے۔

زندگی خوشی ہے اس کا لطف لو۔

زندگی جدوجہد ہے اس میں حصہ لو۔

زندگی شہد ہے اس کو چکھو

زندگی پریشانیوں کا مجموعہ ہے اس پر قابو پاؤ۔

زندگی مختصر ہے اسے کام میں لاؤ۔

زندگی موت ہے اسے قبول کرو۔

زندگی الجھی ہوئی ہے، اسے آسان بناؤ۔

زندگی حقیقت ہے اور حقیقت تلخ ہوتی ہے۔''

اور اس تلخی کو دینِ اسلام کی زندگی کے بارے میں بتائے گئے بہترین اصولوں کے تحت گزارو۔کیونکہ دین اسلام مکمل، آسان

اور دین فطرت ہے۔ اس پر عمل کرنا بالکل آسان، جسم اور روح کے لیے باعث راحت اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ آخر میں تشریح کو سمیٹتے ہوئے ایک بار پھر میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات، خاندان اور گھر کی تعریف ضرور کروں گی کیونکہ یہیں سے ملک و قوم کی اینٹیں تیار ہو کر نکلتی ہیں۔ یہ اینٹیں جس قدر مضبوط پاک اور صاف ہوں گی معاشرہ، قوم اور ملک اسی قدر کامیاب، مضبوط اور پرسکون ہوگا۔ والدین کا فرض شناس ہونا، دیانت دار ہونا، محبت قربانی اور ایثار کا منبع ہونا اور پھر اسی طرح اولاد کا فرمان بردار، نیک اور مسلم ہونا، یہی دونوں باتیں ہیں جو کنبے کو ہر برائی، نفرت، حسد، بغض، نفاق سرکشی، بے راہروی اور پھر بدنظمی سے پوری طرح بچائے رکھتی ہیں۔ اور اسی کا سبق اللہ تعالیٰ نے دیا۔ ''اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کر دیں تاکہ ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو۔ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔'' پھر اس جذبے، محبت اور مہربانی کے جذبات کو قابو میں رکھ کر استعمال کرنے کے لیے نکاح اور ازدواجی زندگی کی حدود مقرر کر دیں تاکہ معاشرہ بدنظمی اور بے راہروی سے محفوظ رہے۔ اللہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین)

شرک کی تردید کے لیے مثالیں اور فرقہ بندی کا ردّ

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا
رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ۝۲۸ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ
وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۹ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ
عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰
مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا
دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا
رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝۳۳ لِيَكْفُرُوْا
بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳۴ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا
كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝۳۵ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا
قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝۳۶ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۳۷

وہ تمہارے لیے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن لونڈی غلاموں کے تم مالک ہو وہ اس مال میں جو ہم

نے تم کو دیا ہے، تمہارے شریک ہیں؟ اور کیا تم اس میں ان کو اپنے برابر مالک سمجھتے ہو اور کیا تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو؟ اس طرح ہم عقل والوں کے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔(28) مگر جو ظالم ہیں بے سمجھے اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں تو جسے اللہ گمراہ کرے اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔(29) تو آپ ایک طرف کے ہو کر دینِ الٰہی کے رستے پر سیدھا منہ کیے چلے جائیں اور اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اختیار کیے رہیں، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (30) (مومنو!) اسی اللہ کی طرف رجوع کیے رہو، اور اس سے ڈرتے رہو نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا۔(31) اور نہ ان لوگوں میں ہونا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود فرقے فرقے ہو گئے، سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔(32) (اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتے ہیں) اور اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتا ہے تو ایک فرقہ ان میں سے اپنے رب سے شرک کرنے لگتا ہے۔(33) تاکہ جو ہم نے ان کو بخشا ہے اس کی ناشکری کریں؟ سو فائدے اٹھا لو عنقریب تم کو اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔(34) کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے جو ان کو اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے۔(35) اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے عملوں کے سبب جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی تکلیف پہنچے تو نا اُمید ہو جاتے ہیں۔(36) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ بیشک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں''۔(37)

تشریح: اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ مسلمان کا یہ عقیدہ اس کا دل سے یقین زبان سے اقرار اور عمل بے حد ضروری ہے۔ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں تو پھر ان کو پوری طرح اسلام میں داخل ہو جانا چاہیے اور پھر دنیا کی کوئی طاقت ان کو ایمان سے ہٹا نہ سکے۔ ظاہر ہے شیطان بھی انہی لوگوں کی تاک میں رہتا ہے جو اللہ کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کو دین سے ہٹانے اور منتشر کرنے کے لیے شیطان کے دو حربے بڑے زبردست ہیں ایک یہ کہ ان میں فرقہ بندی پیدا کر دیتا ہے۔ اور دوسرے ان کی توجہ اصل اصولِ دین سے ہٹا کر دوسرے غیر ضروری مسائل میں الجھا دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتحاد، تنظیم اور یقین محکم ہی انسان، قوم اور ملک کی جڑیں مضبوط کرتا ہے۔ آپس کی پھوٹ کسی قوم کو تباہ کرنے کا بہترین ہتھیار ہے۔ جیسا کہ ہندوستان پاکستان کی جنگ آزادی میں انگریزوں نے کیا۔ اور پھر آج کل کئی شیطان فطرت لوگ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے کوئی بھی غیر ضروری سا نکتہ اٹھا دیتے ہیں تو لوگ اس میں الجھ کر دین کے اصل نکات کو بھول جاتے ہیں۔ تو ان سب باتوں سے بچنے کے لیے اللہ فرماتا ہے۔ ''اسی کی طرف رجوع کرو، اسی سے ڈرتے رہو، نماز پڑھتے رہو، مشرکوں میں سے نہ ہونا'' (الروم 31) پھر یہ بھی ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے کہ انسان اللہ کی اس حکمت کو دل و جان سے

تسلیم نہ کرے کہ رزق کی کشائش یا تنگی اور اسی طرح آفات و آسانیاں یہ سب اللہ کی حکمت کا ایک خاص حصہ ہیں۔ اس لیے ہر حال میں شکر گزاری کرنے والا ہی پکا مسلمان ہے۔ اس کا ایمان کامل نہیں جو راحت میں تو خوش ہو اور تنگی میں چیخ و پکار شروع کر دے۔ کیونکہ راحت و تنگی دونوں ہی آزمائش کے ذریعے ہیں۔ بندے وہی اچھے ہیں جو ہر حال میں شکر اور صبر سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ مقصد کی سچی لگن مشکلات میں مایوس نہیں ہونے دیتی۔

مال کے حق دار، سود اور زکوۃ کا فرق

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۳۸ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝۳۹

"تم قرابتداروں، محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دو جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ بہتر ہے اور یہی لوگ نجات حاصل کرنے والے ہیں۔ (38) اور جو تم سود دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں زیادتی ہو تو اللہ کے نزدیک اس میں زیادتی نہیں ہوتی اور جو تم زکوٰۃ دیتے ہو اور اس سے اللہ کی رضامندی طلب کرتے ہو تو وہ موجبِ برکت ہے۔ اور ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دوگنا تین گنا کرنے والے ہیں"۔ (39)

تشریح: اسلام کے دینِ فطری ہونے کی ایک دلیل ہمیں ان آیات میں ملتی ہے۔ یہاں معاشیات اور اخلاق کا آپس میں ربط بتایا گیا ہے۔ مال کمانا اللہ کا فضل ہے مگر اس فضل کو بہترین طریقہ سے خرچ کرنے کی کچھ حدود و قیود مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بتا دی ہیں سب سے پہلے تو یہ کہ جو کچھ کماؤ اس کو خرچ کرو جو زیادہ ہو اس کو اپنے رشتہ دار محتاج اور مسافر یعنی ہر ضرورت مند پر خرچ کرو۔ یہ خرچ کرنا صدقہ و زکوٰۃ نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور آپس کی ہمدردی اور خلوص کی بنیاد پر بخوشی خرچ کرو۔ اس کے بعد سود اور زکوٰۃ کا موازنہ اس طرح کیا گیا ہے کہ سود غریب انسان کو اور بھی غریب کر دیتا ہے اور امیر کو اور بھی امیر کر دیتا ہے اور یوں پیسے کی گردش رک جاتی ہے جس کی وجہ سے ملکی معیشت کو زبردست نقصان پہنچتا ہے جبکہ زکوٰۃ سے پیسے کی گردش بڑھتی ہے۔ صاحب مال اللہ کا عطا کیا ہوا مال پاک کرتا ہے اور غریب کو مدد ملتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی بے شمار ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ تجارت بھی کر سکتا ہے اپنی محرومیوں کو پورا کر سکتا ہے اور اس طرح ملکی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے ماحول اور معاشرہ پر امن اور پاکیزہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسلام کیونکہ ایک مکمل دین ہے۔ جس طرح اس نے زندگی کے ہر شعبہ کے لیے بہترین اصول بنائے ہوئے ہیں اسی طرح اس نے انسان کے معاشی مسئلہ کو بھی اہمیت دیتے ہوئے بہترین اصول بنا دیے ہیں اور یہ اصول دوسرے تمام مذاہب کے نظام معیشت سے مختلف

ہیں۔اس نے حصول دولت کو جائز قرار دیا ہے۔مگر ایسے تمام دروازے بند کر دیے ہیں جن سے انسان گمراہی کے راستوں پر چل کر دولت کو بیجا خرچ کرے۔زکوۃ کو فرض کر کے انسانیت کی بہت بڑی خدمت اور معاشرے کی بھلائی کا بہت بڑا راستہ کھول دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں۔''جو تم زکوٰۃ دیتے ہو، اس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو ایسے ہی لوگ اپنے مال کو دگنا اور تین گنا کرنے والے ہیں''۔زکوۃ کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔(الروم آیت 39)

اللہ کی چار صفات، مشرکین اور اہل ایمان کا مقام

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ
مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا ع 13
كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِیْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ
وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ یَوْمَىِٕذٍ یَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ
كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ یَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۵﴾

اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا، پھر تمہیں مارے گا پھر زندہ کرے گا، بھلا تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے؟ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو شریک ٹھہراتے ہیں۔(40) خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تا کہ اللہ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آ جائیں۔(41) کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ تم سے پہلے ہوئے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا، ان میں زیادہ تر مشرک ہی تھے۔(42) تو اس دن سے پہلے جو اللہ کی طرف سے آ کر رہے گا اور رک نہیں سکے گا دین کے رستے پر سیدھا منہ کیے چلے چلو اس دن سب لوگ منتشر ہو جائیں گے۔(43) جس شخص نے کفر کیا تو اس کے کفر کا نقصان اسی کو ہے اور جس نے نیک عمل کیے تو ایسے لوگ اپنے ہی لیے آرام گاہ درست کرتے ہیں۔(44) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو اللہ اپنے فضل سے بدلہ دے گا بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا''۔(45)

تشریح: جیسا کہ کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے کہ شرک ظلم ہے۔یعنی اس سے اللہ تعالیٰ کا تو کوئی بھی کسی صورت کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا اگر نقصان ہوتا ہے تو صرف شرک کرنے والے کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے کیونکہ جو شخص اپنے معبود کے بارے میں ایک یقین نہیں رکھتا ظاہر ہے وہ نہ تو خود مضبوط ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا راستہ بلکہ وہ ساری عمر ڈانواں ڈول بے یقینی کی زندگی گزارتا

ہے اور اس طرح دنیا و آخرت میں عذابوں کا شکار رہوتا ہے شرک انسانی زندگی کے لیے بدترین زہر سے کم نہیں اسی سے تمام اخلاقی برائیاں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں صرف دنیاوی زندگی کا تصور بیٹھ جاتا ہے جو ان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ حب دنیا ہی ایسی چیز ہے جو اخلاقی بدحالی میں بری طرح مبتلا کر دیتی ہے۔ مکارم اخلاق کے سلسلے میں مشہور ولی اللہ سری السقطی خال جنید بغدادی رحمہ اللہ کا ایک نہایت قیمتی قول اور نصیحت پیش خدمت ہے۔ ''تین چیزیں نیک لوگوں کے اخلاق میں ہیں۔

۱۔ فرائض کی پوری طرح بجا آوری۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے مکمل اجتناب (بچنا)

۳۔ ذکر و عبادت کے سلسلے میں ترکِ غفلت (غفلت نہ کرنا)

اور تین دیگر امور بھی متقین و صالحین کے اخلاق میں سے ہیں جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی دلاتے ہیں۔

۱۔ کثرتِ استغفار۔ (توبہ کرتے رہنا)

۲۔ تواضع۔

۳۔ کثرت صدقات۔ (صدقہ کرتے رہنا)

اور تین امور ایسے ہیں جو اللہ کی ناراضگی کے اسباب میں سے ہیں۔

۱۔ خلافِ شرع کھیل۔

۲۔ کسی سے ناجائز مذاق۔

۳۔ غیبت۔

اور ان تین انواع اخلاق میں سے دسواں امر وہ ہے جو دین کے لیے ستون اور بنیاد کا درجہ رکھتا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن''۔ (توحید باللہ پر پکا یقین رکھنا) مزید لکھتے ہیں۔ ''اللہ عزوجل کے ساتھ ظن رکھنا اور اسی ظن پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی کامیابی کی دعا مانگنا اور اللہ عزوجل سے تکمیل مقاصد کی امید واثق رکھنا بہت بڑی سعادت ہے''۔ (از جنۃ القناعہ)

تو یہ تصور نیک و بد انسان کا ہے۔ جن کو جنت یا دوزخ ملے گی۔ ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیے کہ موت ایک دروازہ ہے جس میں سے ہر کسی کو گزرنا ہے۔ پھر اس سے گزر کر نئی زندگی حاصل کرنی ہے۔ نئی زندگی کیسی ہوگی؟ جیسے ہمارے اعمال ہوں گے، اس دنیا میں۔ اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر دے اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا دے۔ (آمین)

بارانِ رحمت اور انسان کی ناشکری

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ
وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ
فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى
الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٤٨﴾
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ
كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾
وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے۔ جو خوشخبری دیتی ہیں تا کہ تم کو اپنی رحمت کے مزے چکھائے اور تا کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کے فضل سے روزی طلب کرو عجب نہیں کہ تم شکر کرو۔(46) اور ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تو وہ ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے سو جو لوگ نافرمانی کرتے تھے ہم نے ان سے بدلہ لے کر چھوڑا اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔(47) اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور تہ بتہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکلنے لگتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اسے برسا دیتا ہے۔ تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔(48) اور بیشتر تو وہ مینہ اترنے سے پہلے ناامید ہو رہے تھے۔(49) تو (اے دیکھنے والے) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، بیشک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(50) اور اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں کہ وہ اس کے سبب کھیتی کو دیکھیں کہ زرد ہو گئی ہے تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں"۔(51)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں اور قدرتوں میں سے ہوائیں، بادل، پانی، زمین اور انسان کا مرنے کے بعد زندہ ہو جانا شامل ہے یہ تمام موضوعات تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں۔ بہر حال سوچنے والوں کے لیے ان تمام باتوں میں بڑے بڑے سائنسی معجزات موجود ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں جو کئی اور کاموں کے علاوہ ایک بہت بڑا کام یہ کرتی ہیں کہ بادلوں کو اپنے زور سے دور دراز علاقوں میں پہنچا دیتی ہیں جہاں بارش ہوتی ہے اور سرد علاقوں میں وہی بادل درجہ حرارت کے تبدیل ہونے سے بجائے پانی کے قطروں کے برف کے ذرات میں بدل کر برف باری کرتے ہیں۔ سمندر میں ہواؤں کے زور پر ہی

بادبانی کشتیاں چلتی ہیں جن سے انسان سفر کرتا ہے اور کاروبار کرتا ہے۔ یہ کچھ مثالیں ہیں جو اللہ نے انسان کو سمجھانے کے لیے دی ہیں۔ جو لوگ عقل سمجھ رکھتے ہیں وہ اللہ کی بتائی ہوئی آیات پر غور وفکر کر کے بے شمار سائنسی حقائق تلاش کر کے ان سے بے شمار فائدے حاصل کرتے ہیں۔ یہ تو طے ہے کہ پانی حیات بخش چیز ہے۔ جس طرح بارش کے ایک قطرے سے بے جان زمین کو زندگی ملتی ہے اسی طرح انسان کے حیاتیاتی تولیدی کوڈ Biological genetic Code کو دوبارہ زندہ کر دینا اللہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ آخر میں پھر خبردار کیا گیا ہے کہ ہر وقت ہر صورت اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔ مصیبت ہو یا راحت ہو۔ اللہ ہی دینے والا ہے۔ اس میں ہر بات دلیل سے سمجھائی گئی ہے۔ رسولوں کا آنا گویا بارانِ رحمت ہے کہ جو کفر سے مردار ہو جانے والے دلوں کو ایمان کی روشنی سے زندہ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح مردہ زمین کا پانی سے سرسبز شاداب ہو جانا۔ انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح زندگی کی حقیقت کو ان مثالوں سے ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ زندگی تو مکمل ہی دکھ اور سکھ سے ہوتی ہے۔ اگر ہمیشہ سکھ ہی سکھ ملے رہیں تو بھی بندہ مغرور سرکش اور اکتاہٹ کا شکار ہو جاتا۔ اکتاہٹ کیا ہے؟ ڈپریشن۔ ڈپریشن امیر بے دین یا کمزور دین والوں کی خاص بیماری ہے۔ اور اسی طرح دکھ بھی ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اور پھر دکھ کے بعد سکھ کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ یہ تو ہوگئی زندگی کی ایک خاص روایت یعنی زندگی نام ہے دکھ اور سکھ کے مجموعے کا۔ اب بندے کا کام یا کامیاب بندے کا کام کیا ہے؟ کامیاب بندے کا کام یہ ہے کہ اللہ کی حکمت اور اسباب پر پوری طرح بھروسہ کرے شکر اور صبر سے کام لے کیونکہ یہی بندگی ہے نجات ہے سکون ہے چین ہے اور کامیابی ہے دنیا وآخرت میں۔ ایسے ہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں اور مقبولِ الٰہی ہوتے ہیں۔ انہی لوگوں کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

گمراہوں کی تشبیہ، یوم قیامت کفار کی حالت

فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ۝۵۲ وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِ
الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝۵۳ اَللّٰهُ الَّذِىۡ ع
خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَيۡبَةً ؕ
يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ ۝۵۴ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ مَا
لَبِثُوۡا غَيۡرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوۡا يُؤۡفَكُوۡنَ ۝۵۵ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِيۡمَانَ لَقَدۡ
لَبِثۡتُمۡ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوۡمِ الۡبَعۡثِ فَهٰذَا يَوۡمُ الۡبَعۡثِ وَلٰـكِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۵۶
فَيَوۡمَٮِٕذٍ لَّا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ۝۵۷ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِىۡ

هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

تو آپ مُردوں کو بات نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو کہ جب وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں (آواز سنا سکتے ہو)۔(52) اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ آپ تو انہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی فرمانبردار ہیں۔(53) اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ابتدا میں کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت دی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے۔(54) اور جس روز قیامت برپا ہو گی گنہگار قسمیں اٹھائیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ اسی طرح وہ (رستے سے) الٹے جاتے تھے۔(55) اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا وہ کہیں گے کہ ''اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو۔ اور یہ قیامت ہی کا دن ہے۔ لیکن تم کو اس کا یقین ہی نہ تھا۔(56) تو اس روز ظالم لوگوں کو ان کا عذر کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ ان سے توبہ قبول کی جائے گی۔(57) ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے اور اگر آپ ان کے سامنے کوئی نشانی پیش کریں تو یہ کافر کہہ دیں گے کہ تم تو جھوٹے ہو۔(58) اسی طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے مہر لگا دیتا ہے۔(59) پس آپ صبر کریں بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اور دیکھو جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو اوچھا نہ بنا دیں۔''(60)

تشریح: قرآن پاک کا نصیحت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مثال دیکر نصیحت کرتا ہے۔ کیونکہ جو بات کسی کو مثال دے کر سمجھائی جائے وہ زیادہ واضح اور پر اثر ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں پچھلی قوموں کا ذکر بار بار کیا گیا ہے۔ تاکہ ان سے سبق سکھیں۔ انسان کو اپنی زندگی میں اس طریقہ کو دھیان میں رکھنا چاہیے۔ عبرت ناک حادثات اور ملکوں کے حالات قوموں کا تنزل ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے ماضی میں بھی ہوتا رہا حال میں بھی ہو رہا ہے اور مستقبل میں بھی ہوتا رہے گا۔ بات صرف سمجھ کی ہے۔ اسی لیے رب العزت پیارے نبی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کا کام ہے نصیحت کرنا، تبلیغ کرنا اور پیغامِ رب العزت لوگوں تک پہنچانا۔ ان لوگوں کی طرف سے آپ پریشان نہ ہوں جو ایمان کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ اصل میں کفر و شرک کا اندھیرا ان پر اس قدر غالب آچکا ہے کہ ان کے دل، کان اور آنکھیں ایمان کی آواز کو سن نہیں سکتے اور آنکھیں ایمان کی روشنی کو دیکھ نہیں سکتیں تو پھر دل کس طرح ایمان کو مان لیں اور زبان کس طرح ایمان کا یقین کر لے۔ ایمان لانے والے تو بغیر کسی معجزہ کو دیکھے ہی ایمان لے آتے ہیں۔ جو نہیں لاتے ان کو ان کا اپنا وجود بھی اس طرف مائل نہیں کر سکتا کہ وہ کس طرح ایک پانی کے قطرے سے ماں کے پیٹ میں پہنچ گئے پھر مدت پوری کر کے دنیا میں آ گئے۔

جب دنیا میں آئے تو کس بے بسی اور کمزور حالت میں آئے کہ پرورش کرے تو ماں کرے یا کوئی اور مشفق و مہربان کرے۔ پھر تھوڑی سمجھ آئی تو بچہ چلنے پھرنے لگا اور پھر بچپن سے لڑکپن جوانی اور پھر دوبارہ بڑھاپے کی کمزوری آنے لگی اور آخر موت۔ جہاں سے روح آئی تھی وہیں واپس چلی گئی کیونکہ دنیا میں آنے سے پہلے عالمِ ارواح میں تھے دنیا سے واپس جانے کے بعد پہلے عالم برزخ پھر قیامت اور اس کے بعد دائمی زندگی جنت یا جہنم۔ حشر کے دن دنیا کے کونے کونے سے تمام پشتوں، تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لوگ اللہ کے حضور حاضر ہو جائیں گے عجیب افراتفری ہیبت اور بے بسی کا عالم ہوگا۔ نیک اور صالح تو سکون میں ہوں گے جب کہ کفار و مشرکین گھبرائے گھبرائے یہ کہیں گے کہ ''بھئی ہم تو دنیا میں زیادہ دیر رہے ہی نہیں بس ایک آدھ دن ہی رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ پریشانی میں الٹے سیدھے بہانے بنائیں گے جبکہ وہاں تو صرف اعمال کے حساب کتاب کا سلسلہ چل رہا ہوگا۔ نہ سفارش نہ رشوت نہ جھوٹے معبود اور نہ ہی توبہ ہی کسی کام آ سکے گی۔ بس صرف اپنے اعمال جو اس دنیا میں کیے گئے ہیں کام آئیں گے۔ آخر میں نبی اکرم ﷺ اور تمام مسلمانوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ تم صبر، ایمان اور یقین کے ساتھ اپنے مشن میں قائم و دائم رہو۔ تمہیں کوئی لالچ کوئی فریب اور کوئی طاقت تمہاری تبلیغ کے کام سے روک نہ دے۔ کیونکہ حق کی فتح یقینی ہے اور باطل کی شکست بھی یقینی ہے۔ کہاں اللہ الٰہ العٰلمین اور کہاں یہ بے بس مجبور ناتواں جھوٹے معبود اور ان کا سردار شیطان۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا ''سو آپ قائم رہیں بیشک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے آپ کو اکھاڑ نہ دیں۔ (آیت 60 الروم)

خلاصہ سورہ الروم

گر لاکھ برس جئے تو پھر مرنا ہے — پیمانہ عمر ایک دن بھرنا ہے
ہاں توشئہ آخرت مہیا کرے — غافل تجھے دنیا سے سفر کرنا ہے
جو شے ہے فنا، اسے بقا سمجھا ہے — جو چیز ہے کم اسے سوا سمجھا ہے
ہے بحرِ جہاں میں عمر مانندِ حباب — غافل! اس زندگی کو کیا سمجھا ہے؟
کیا کیا دنیا میں صاحبِ مال گئے — دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تک پھر آئے سب لوگ — ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے
توقیر تیرے آستانے میں ملی — عزت تیرے در پہ سر جھکانے سے ملی
مال و زر و آبرو و دین و ایمان — کیا کیا دولت تیرے خزانے میں ملی

(میر انیس)

تعارف سورۂ لقمان

سورہ لقمان حضرت لقمان کی مناسبت سے نازل ہوئی یہ بھی مکہ کے درمیانی زمانے کے آخری دور میں نازل ہوئی۔ اس میں چار رکوع اور چونتیس (34) آیات ہیں۔ ''لقمان رحمہ اللہ کا نام عرب کے لوگ بڑی عزت اور احترام سے لیتے تھے کیونکہ آپ رحمہ اللہ انتہائی نیک فطرت، نرم دل اور متقی انسان تھے۔ آپ کی سیدنا ایوب علیہ السلام کیساتھ قرابتداری تھی۔ ان کی عمر دراز ہوئی یہاں تک کہ آپ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کا زمانہ بھی دیکھا۔ آپ لوگوں کو فتوے دیا کرتے تھے جب سیدنا داؤد علیہ السلام کو شریعت ملی تو آپ نے فتوے دینے بند کر دیئے۔ آپ ایک حبشی غلام تھے مگر اللہ نے آپ کو فہم و فراست یعنی ایسی حکمت عطا کر رکھی تھی کہ آپ دنیا میں موجود چیزوں کو دیکھ کر ایسے نکتے نکالتے کہ جو لوگوں کی بہتری کے کام آتے اخلاقی بلندیوں کے حوالے سے بڑی اچھی اور کارآمد نصیحتیں کرتے تھے۔ وہ بھی توحید کا ہی سبق دیتے تھے آپ کی نصیحتیں اس قدر قابلِ قدر اور بہترین تھیں کہ آپ کے نام کے ساتھ ایک پوری سورت انہی نصیحتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نازل فرمائی۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس سے ہم آپ کی پاکیزہ اور بہترین شخصیت کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں۔ اور یوں آپ کا ذکر اور تعلیمات ہمیشہ کے لیے قرآن پاک میں محفوظ ہوگئیں اور لوگوں کے لیے ہدایت کا باعث بنیں۔ حکمت اور نصیحت کی بات جہاں سے بھی ملے پلے باندھ لینی چاہیے۔ خاص طور سے جو بھی قومیں گزر چکی ہیں ان کی زندگیوں سے عبرت حاصل کرتے ہوئے اچھی باتیں سیکھ لینی چاہییں اور بری باتیں چھوڑ دینی چاہییں عقل مند اور اچھے لوگوں کا یہی طریقہ ہے۔ سب سے بڑی زحمت کفر و شرک ہے۔ اس کو تو ہر صورت اپنے سے بہت دور رکھنا فائدے کی بات ہے۔ کیونکہ تمام خرابیاں اسی سے شروع ہوتی ہیں۔ اللہ اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔

قرآن اور اس میں دی گئی ہدایات

الٓمّٓ ۝١ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝٢ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝٣ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝٤ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝٥

الٓمّٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔(1) یہ حکمت سے بھری ہوئی کتاب کی آیات ہیں۔(2) نیکوکاروں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔(3) جو نماز کی پابندی کرتے زکوۃ دیتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔(4) یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی نجات پانے والے ہیں''۔(5)

تشریح: قرآن مجید کو حکمت و ہدایت کی کتاب کہا گیا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ پڑھنے والا شوق رکھتا ہو جو شوق اور توجہ سے پڑھے گا اس کو قرآن مجید میں بے شمار حکمتیں، ہدایات اور بہترین نکات موجود ہیں۔ کوئی بھی کتاب چاہے وہ کتنی ہی دلچسپ کیوں نہ ہو اگر بے دھیانی سے پڑھی جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، الہٰذا قرآن پڑھنے کے لیے پوری توجہ، ذوق اور شوق بے حد ضروری ہے۔ جو لوگ اس طرح قرآن پڑھتے ہیں وہ اس کی آیات میں تدبر کرتے ہیں ان پر سرور طاری ہو جاتا ہے وہ اس کی بہترین آیات میں اس قدر محو ہو جاتے ہیں کہ وہ اردگرد کے ماحول سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں اور بے اختیار رونے لگتے ہیں کچھ اللہ کے خوف سے کچھ اس کی مہربانیوں کا شکریہ کرتے ہوئے اور کچھ رب العزت کی بڑائی، عظمت اور قدرت کو سمجھ کر۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے قرآن پاک نعمت، برکت اور ہدایت کی بہترین پاکیزہ کتاب ہے۔ پھر ان اچھے لوگوں کی پہچان کروائی گئی ہے جو نیکوکار ہیں۔ نماز اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہ تعلیمات تمام نبیوں نے ہر زمانے میں دی ہیں۔ کیونکہ انسانی زندگی کی بہتری انہی عقائد کے اپنانے میں ہے۔ نماز کیا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے اس کی تعریف یوں فرمائی ہے۔ ''مخلوق کا اپنے دل، زبان اور اعضائ سے اپنے خالق کے سامنے بندگی اور عبودیت کا اظہار کرنا، اس رحمان ورحیم کی یاد اور اس کے بے انتہا احسانات کا شکریہ ادا کرنا، اس کی حمد وثنا اس کی توحید کا اقرار، یہ سب اپنے خالق کے سامنے جسم وجان خشوع وخضوع کے ساتھ بندگی کے اظہار کا طریقہ ہے۔ انسان اور اس کے رب کے درمیان ملاپ کا ایک ذریعہ ہے۔ جو انسان کی روح کو قرار، دل کو سکون اور مایوس دل کو امید دلا کر انسان کو مضبوط اور معقول انسان بنا دیتا ہے۔ انسان کے اندر ایک عجیب قسم کا اعتماد، خوشی اور پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا چہرہ سکون سے دمکنے لگتا ہے۔ روح کی پاکیزگی اس کے چہرے سے عیاں ہونے لگتی ہے۔ پھر وہ اللہ کے بتائے ہوئے ہر راستے پر بخوشی بھاگنے لگتا ہے۔ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زندگی تھوڑی ہے مگر اس کا ایک ایک قدم محفوظ کیا جا رہا ہے کیونکہ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور اپنے ہر عمل کا جواب اور ثواب یا عذاب ضرور ملے گا۔ اس لیے وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے مال سے زکوۃ ضرور ادا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ زکوۃ اللہ کی رضا حاصل کرنے کا دوسرا رکن ہے۔ اور دوسری طرف یہ انسانوں کے آپس میں رحم وکرم، محبت اور ہمدردی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور پھر زکوۃ کے معنی ہیں پاک کرنا۔ اس طرح حلال کی کمائی مزید پاکیزہ بھی ہو جاتی ہے۔ زکوۃ کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔ زکوۃ بھی نماز کی طرح ایک ایسی عبادت ہے جو ہر نبی نے اپنی امت کو بتائی اور فرض قرار دی گئی۔ نماز روح کو پاک کرتی ہے اور زکوۃ مال کو پاک کرتی ہے۔ بصورت شعر

جاری ہے فیض رب کا جو چاہے سو طلب کر

بہتر دعا سراپا دست دراز ہو جا

(فیض لدھیانوی)

گانا بجانا اور لہو ولعب

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ‌ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ ۞ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسۡتَكۡبِرًا كَاَنۡ لَّمۡ يَسۡمَعۡهَا كَاَنَّ فِىۡۤ اُذُنَيۡهِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡهُ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۞

''اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو لہویات خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو بے سمجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کریں اور اس سے ہنسی مذاق کریں یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔(6) اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا ان کو سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں بہرہ پن ہے تو اس کو درد دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دیں''۔(7)

تشریح: آیت نمبر 6 میں اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو کہ اسلام، مسلمان اور نبی ﷺ کا بڑے مخالفین میں سے ایک تھا۔ اس نے دوسرے مشرکین کی طرح ایک نیا طریقہ نکالا۔ اس کا نام نضر بن حارث تھا یہ بڑا تاجر تھا اس نے ملکِ فارس سے شاہانِ عجم کسریٰ وغیرہ کے کچھ تاریخی قصے خریدے اور ساتھ ہی ایک گانے والی لونڈی بھی خرید لایا اور یوں اہل مکہ کی توجہ قرآن پاک سے ہٹانے لگا۔ اور بہت سے لوگ جو قرآن کو شوق سے سنا کرتے تھے وہ ہٹ کر شیطانی کام میں لگ گئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ اللہ کی قسم اٹھا کر فرمایا اللہ کی قسم لھوالحدیث سے مراد گانے بجانے کے آلات ہیں۔ لہولعب یعنی بے ہودہ کھیل تماشہ سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے لوگوں میں شر وفساد اور بے حیائی پھیلتی ہے اور ایسے لوگوں کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب کی خبر دی گئی ہے۔ ناچ گانا بے ہودہ ہنسی مذاق اور بے معنی گفتگو صرف وقت کو ضائع کرنے کا ذریعہ ہے۔ بطورِ خاص گانے بجانے سے اللہ کی ناراضگی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب کہ اس طرح کے لوگ قرآن پاک سننے کے لیے بالکل راضی نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی ان کے دل میں شوق اور رجحان ہی پیدا ہوتا ہے ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ کی اسلامی ریاست میں رقص وسرود پر پابندی تھی۔ یہ چیزیں شراب کی طرح انسان کے اعلیٰ جذبات سے زیادہ ادنیٰ اور اسفل (شیطانی) جذبات کو ابھارتی ہیں اور تاریخ یہ بتاتی ہے۔ کہ جب بھی کوئی قوم ادھر کا رخ کرتی ہے تباہی سے دوچار ضرور ہوتی ہے۔ جیسا کہ جب پارسیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں تو دنیوی تعیش کو انہوں نے اپنی زندگی بنا لیا اور شیطان نے ان پر غلبہ پا لیا تو یہ اتنی بڑی بڑی طاقتیں ذلیل وخوار ہو گئیں۔ ثابت ہو گیا کہ کسی بھی ملک وقوم کا اقتصادی اور اخلاقی نظام آپس میں جڑے ہوئے ہیں جو قوم اخلاقی لحاظ سے گر جاتی ہے لہو ولہب اور گانے بجانے کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتی ہے وہ اقتصادی تباہی کے بعد مکمل تباہی کی طرف ضرور چل پڑتی ہے۔ اس لیے اس شیطانی کام سے دور رہنا چاہیے اور اس رجحان کو لوگوں میں جڑ

پکڑنے سے پہلے پوری کوشش سے ختم کرنا چاہیے۔ یہ ہر عورت مرد، بچے بوڑھے اور جوان کا فرض ہے۔ کہ اس لعنت سے معاشرے کو پاک رکھیں۔

نیک بندے اور ان کا انعام

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيمِ ۞ خٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۞

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں۔(8) ہمیشہ ان میں رہیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے"۔(9)

تشریح: پچھلی آیات میں گمراہ لوگوں کے لیے دو طرح کے عذاب۔ دردناک اور ذلیل کرنے والا عذاب سنایا گیا ہے جب کہ یہاں نیک اور اچھے لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے والے بہترین باغات کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اس خوشخبری میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ یہ وعدہ اس عظیم وحکیم قدرت والے الہ العٰلمین کا ہے جو ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے کیونکہ وہی تو قادرِ مطلق ہے۔

اللہ کی قدرتیں

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَأَلْقٰى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ۞ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ بَلِ الظّٰلِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۞ ع ۱۱/۱۰

اسی نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور زمین پر پہاڑ بنا کر رکھ دیے تا کہ تم کو ہلا ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے، اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے ہر قسم کا نفیس جوڑا اگایا۔(10) یہ تو اللہ کی پیدائش ہے۔ تو مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو لوگ ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں"۔(11)

تشریح: کائنات میں زندگی کی بقا (قائم) کرکے، انتظامات اس قدر مکمل اور مناسب ہیں کہ اسے اتفاقیہ تخلیق کہنا حماقت ہے۔ کیا زمین کا یہ حجم، یہ جھکاؤ، رفتار، پہاڑ، دن رات کی گردش، موسم، ہوائیں، نباتات، حیوانات، بارش کا حیران کر دینے والا نظام اور پھر انسان کی تخلیق۔ کیا یہ سب کچھ بغیر کسی مالک کے ہو رہا ہے؟ ہرگز نہیں یہ صرف خدائے واحد کا کام ہے اور کوئی طاقت یہ سب کچھ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ اگر کوئی شخص ان تمام کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی یہ ممکن ہی نہیں تو پھر

کیوں نہ صرف ایک اللہ کے سامنے جھکیں اسی سے مرادیں مانگیں اسی کی عبادت کریں۔

والدین کی عظمت

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ
فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ
لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ
عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا النصف
لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ
اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ
حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ
اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ
الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ ع ۲

اور ہم نے لقمان کو دانائی بخشی کہ اللہ کا شکر کرو۔ اور جو شخص شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ بھی بے پرواہ اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔ (12) اور اس وقت کو یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ "بیٹا اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، شرک تو بڑا بھاری ظلم ہے"۔ (13) اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں کمزوری پر کمزوری سہہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اور آخر کار دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ اپنے اور اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر ادا کرتے رہو اور اپنے ماں باپ کا بھی کہ تم کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ (14) اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا کے کاموں میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع کرے اس کے رستے پر چلنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ تو جو عمل تم کرتے رہے، میں سب سے تم کو آگاہ کروں گا۔ (15) (لقمان نے یہ بھی کہا کہ) "بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی چھوٹا ہو اور وہ کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں چھپا ہوا ہو یا زمین میں، اللہ اس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین اور خبردار ہے۔ (16) بیٹا نماز کی پابندی رکھنا،

لوگوں کو اچھے کام کرنے کا امر اور بری باتوں سے منع کرتے رہنا اور جو مصیبت تم پر واقع ہو اس پر صبر کرنا بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔(17) اور غرور سے لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ اللہ کسی مغرور اور خود پسند کو پسند نہیں کرتا ۔(18) اپنی چال میں اعتدال کیے رہنا اور بولتے وقت آواز نیچی رکھنا کیونکہ اونچی آواز گدھوں کی سی ہے اور کچھ شک نہیں کہ سب سے بری آواز گدھوں کی ہے"۔(19)

تشریح: یہ آیات سیدنا لقمان رحمہ اللہ کے حوالے سے انسان کو نصیحت کرنے اور توحید کے بارے میں نازل ہوئیں۔ سیدنا لقمان رحمہ اللہ بڑے بزرگ اور نیک انسان گزرے ہیں۔ ان کی نبوت یا ولایت میں اختلاف پایا جاتا ہے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنھایہ میں انہیں اللہ کے صالح بندے قرار دیا ہے۔ وہ مقبول الٰہی بڑے برگزیدہ انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عام لوگوں سے زیادہ فضیلت دیتے ہوئے ان کے نام سے ایک سورت نازل فرمائی جو بڑی عزت کی نشانی ہے اور فرمایا کہ میں نے ان کو حکمت عطا کی تھی۔ حکمت کیا؟ حکمت کا مطلب ہے دانشمندی علم با عمل۔ جن کلماتِ حکمت کا ذکر اس سورت میں کیا گیا ہے وہ سیدنا لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہے جو کہ اصل میں تمام لوگوں کے لیے کہے گئے ہیں۔

پہلی: نصیحت کہ واحد ذات اللہ کی ہے۔ شرک کبھی نہ کرو۔ کیونکہ یہ بڑا ظلم ہے خود انسان کے لیے۔

والدین کی فرمانبرداری۔ لیکن اگر شرک کے لیے وہ کہیں تو ہرگز نہ مانو باقی تمام معاملات میں ان کی پوری فرمانبرداری کرو۔

دوسری: اللہ کے علیم و حکیم، محیط اور وسیع ہونے پر ایمان کامل

تیسری: نماز کی پابندی کرو۔

چوتھی: نیک کاموں کا حکم دو اور برے کاموں سے روکو۔ مخلوق کی اصلاح کرو۔

پانچویں: معاشرتی آداب کے بارے میں ہے۔ تکبر سے باز رہو۔ کیونکہ جو ہوش میں ہوں کبھی تکبر نہیں کرتے۔ صبر و ثبات سے کام لو کیونکہ صبر زندگی کے مقصد کے دروازے کھولتا ہے، صبر کے سوا اس دروازے کی کوئی چابی نہیں۔

چھٹی: زمین پر اکڑ کر مت چلو۔ کیونکہ اکڑ کر چلنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ قول ہے۔ "عقل مند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے"۔

ساتویں: آہستہ آواز سے بات کرو کیونکہ چوپایوں میں سب سے زیادہ مکروہ آواز گدھے کی ہے۔

اس کے علاوہ سیدنا لقمان رحمہ اللہ نے حکمت کی تعریف ان الفاظ میں بھی کی ہے۔ فرماتے ہیں "سچ بولنا، فضول باتوں سے بچنا، نگاہ کو پست رکھنا، زبان بند رکھنا، حلال روزی پر قناعت کرنا، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنا، سچائی پر قائم رہنا، عہد کو پورا کرنا، مہمان کا احترام کرنا، پڑوسی کی حفاظت کرنا، اور فضول کام اور فضول کلام کو چھوڑ دینا"۔ (از ابن کثیر)

غرض انسان کی تعریف یہ ہے کہ جس کو اللہ نے ایسی عقل دی ہو جس کی مدد سے وہ باتوں کی گہرائی کو پالے اور وہ دل

دیا ہو جو تڑپ اٹھے۔ اور جو اللہ کی دنیا میں اللہ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری کرے۔ اور دنیا کو غور سے دیکھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔

اللہ کی ربوبیت کے کرشمے

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً
وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ
الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ
اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ
نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ
الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ
اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ
وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي
الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؗ كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ ع 11/12

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں نہ علم رکھتے ہیں نہ ہدایت اور نہ کتاب روشن۔ (20) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب اللہ نے نازل کی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں کہ "ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا"۔ بھلا اگر شیطان ان کو دوزخ کی طرف بلاتا ہو تب بھی؟۔ (21) اور جو شخص اپنے چہرے کو اللہ کا فرمانبردار کر دے اور نیکوکار بھی ہو تو اس نے مضبوط رسی ہاتھ میں لے لی اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔ (22) اور جو کفر کرے تو اس کا کفر آپ کو غمناک نہ کرے، ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے، پھر جو کام وہ کیا کرتے تھے ہم ان کو بتا دیں گے، بیشک اللہ دلوں کی باتوں سے واقف۔ (23) ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے پھر

شدید عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔(24) اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو بول اٹھیں گے کہ "اللہ نے" فرما دیں کہ اللہ کا شکر ہے مگر ان میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔(25) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، بیشک اللہ بے پرواہ اور سزاوار حمد وثنا ہے۔(26) اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں سب کے سب قلم ہوں اور سمندر کا تمام پانی سیاہی ہو اس کے بعد سات سمندر اور سیاہی ہو جائیں تو اللہ کی باتیں (صفات) ختم نہ ہوں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔(27) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو تمہارے زیر فرمان کر رکھا ہے۔(28) ہر ایک، ایک وقتِ مقرر تک چل رہا ہے اور یہ کہ اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔(29) یہ اس لیے کہ اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ لغو ہیں اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے"۔(30)

تشریح: انسان فطرتاً نیک اور مسلم پیدا ہوا ہے مگر حالات اور بدلتے ہوئے زمانے کے مطابق انسان کے عقائد، رہن سہن اور رجحانات میں تبدیلی آتی رہی اور آئندہ بھی آتی رہے گی۔ لیکن اندر سے انسان اللہ سے دور کبھی نہ ہو سکا نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ کی تخلیقات اس کو ہمیشہ کسی نہ کسی صورت اپنی طرف متوجہ ضرور کرتی رہتی ہیں۔ اور پھر جس میں سوجھ بوجھ پیدا ہو جائے اس کے دل میں نورِ ایمان بھی روشن ہوتا رہتا ہے۔ اس کی مثال ہم اس روسی خلاباز مسٹر جون ینگ (John Young) کی دے سکتے ہیں جو کہ 1981ء میں خلائی بس کولمبیا خلائی سفر میں بھیجی گئی تھی تو اس کے دو مسافروں میں سے ایک یہ تھے۔ ان کی عمر 50 سال تھی۔ مصنف لکھتے ہیں 54 گھنٹے بے وزنی کی حالت میں رہنے کے بعد جب وہ کیلی فورنیا پہنچے تو بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "کیسا عجیب ہے اس طرح کیلی فورنیا آنا"۔ یہ اس کو عجیب لگا مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز عجیب ہے۔ کوئی سفر خواہ پیدل ہو، سواری کے ذریعہ ہو، اس میں اتنے بے شمار کائناتی اسباب شامل ہوتے ہیں کہ آدمی ان کے بارے میں سوچے تو معمولی سفر بھی اس کو اتنا حیران کن معلوم ہو کہ وہ پکار اٹھے: "میرا اپنے پیروں سے چل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اتنا ہی عجیب ہے جتنا کولمبیا کے ذریعہ خلائی سفر طے کر کے کیلی فورنیا کے صحرا میں اترنا۔ عام آدمی صرف کسی انوکھے واقعہ کے عجوبہ کو دیکھ پاتا ہے۔ عقلمند وہ ہے جو معمولی واقعات میں بھی اسی عجوبہ کو دیکھ لے"۔ (از خدا اور انسان، مصنف مولانا وحید الدین خان صاحب) یہ سب کچھ لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ کی ذات برحق ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ لغو ہیں۔ اور یہ کہ اللہ ہی عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے"۔ (آیت 30 لقمان)

اللہ کی ذات اور اس کی تخلیقات اس قدر وسیع وعریض اور بلند و بالا ہیں کہ ان کو تحریر میں لانا کسی بھی بندے بشر کے اختیار میں ہرگز نہیں اسی بات کا اظہار آیت 27 میں کیا گیا ہے۔ اس بزرگ و برتر کا کلام بھی ہر قسم کی معلومات کا عظیم خزانہ ہے۔ آسمان زمین اور تمام کائنات زندگی کو جاری و ساری رکھنے میں مددگار ہے۔ سمندر بادل بنا رہے ہیں، پہاڑ ہواؤں کو

روک رہے ہیں، سورج پھل پکا رہا ہے، چاند پھلوں میں رس ڈال رہا ہے۔ رات آرام کے لیے اور دن کام کے لیے آرہا ہے اور جا رہا ہے۔ اور خالقِ کائنات خود لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ مگر اس کی زبردست حکمت وعظمت ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔ اس سورت کی آیت 29 علم وحکمت کا زبردست خزانہ ہے۔ اس میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ ہر چیز ختم ہونے والی ہے۔ جو بھی چیز یہاں پیدا ہوئی ہے فنا ضرور ہو گی 1950ء تک سائنس دان اس بات کے قائل تھے کہ سورج فنا نہیں ہوگا تو سائنس دان کا یہ منطقی رخ قرآن کی آیت کے مطابق یوں بدل گیا اور اس کی تفصیلات صاحبزادہ راشد مسعود گنگوہی یوں بیان کرتے ہیں۔ ''سائنسدان اب کہتے ہیں کہ سورج متحرک ہے اس لیے کہ گرم ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ گرم کیوں ہے؟ جواب یہ تھا کہ ہائیڈروجن گیس کے جوہر ٹوٹ پھوٹ کر ہیلیم کے جوہروں میں تبدیل ہو رہے ہیں اس تبدیلی سے ایک ایٹم جو ہائیڈروجن کا ہیلیم میں تبدیلی کی وجہ سے خارج ہوتا ہے۔ اس کا دھماکہ شدید گرمی پیدا کرتا ہے اس طرح بیک وقت کھرب ہا کھرب ایٹم دھماکہ پذیر ہیں جو سورج کو شدید گرم رکھتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوا کہ آخر ہائیڈروجن کی مقدار خواہ کتنی ہی ہو مگر وہ آخر کار ختم ہو جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ کہ تبدیلی کا عمل کم سے کم ہو کر ختم ہو جائے گا اور سورج ٹھنڈا ہونا شروع ہو جائے گا اور آخر کار حرارت ختم ہو جائے گی اور ساتھ ہی سورج کی حرکت پذیری بھی ختم ہو جائے گی اور سورج ٹھہر جائے گا جس مقام پر سورج رک جائے گا اسے سائنسدانوں نے Soler Apex کا نام دیا ہے قرآن نے اسے ''مستقر'' یعنی جائے قرار کہا ہے۔ اب قرآن حکیم کی آیت ملاحظہ ہو کہ اس مذکورہ بالا تمام تفصیل کا خلاصہ ایک آیت میں ارشاد ہو گیا جو سائنس کی تحقیق سے مکمل مطابقت رکھتا ہے۔ ''اور سورج اپنے ٹھکانے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے'' (سورت یٰسین آیت 38) از ذوقِ آگہی) یہ اس قدر بڑا سائنسی نکتہ ہے جو کہ 1950ء میں حل ہوا۔ جبکہ قرآن پاک نے یہ اتنا بڑا راز آج سے صدیوں پہلے قرآن میں انتہائی مختصر الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے۔ ''اللہ ہی اصل ہستی ہے اور جس کسی کو اس کے سوا پکارتے ہو جھوٹ ہے اور اللہ سب سے بلند اور بڑا ہے''۔ آیت 30 سورۃ لقمان) اس کی اور بھی بہت سی قدرتیں ہیں۔

اللہ اور اس کا علم ہی کامل ہے

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٙ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۳۳ اِنَّ اللّٰهَ

عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿۳۴﴾ ع 4 13

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی مہربانی سے کشتیاں دریا میں چلتی ہیں تا کہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔(31) اور جب ان پر دریا کی لہریں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو اللہ کو پکارنے اور خالص اس کی عبادت کرنے لگتے ہیں پھر جب وہ ان کو نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو بعض ہی انصاف پر قائم رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں سے وہی انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناشکرے ہیں۔(32) لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آ سکے گا، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔(33) اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے وہی مینہ برساتا ہے، وہی حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی، بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے"۔(34)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی قدرتوں میں سے ایک بہت بڑی قدرت کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ سائنسی معجزہ بھی ہے کہ اتنی بھاری بھرکم کشتیاں جن میں بوجھ ہوتا ہے مگر اللہ کی قدرت کہ وہ پانی کے اوپر تیرتی رہتی ہیں اور انسان کے ذرائع آمدورفت اور تجارت کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔ اب تو اس صنعت میں حیرت انگیز ترقی ہو چکی ہے مگر بنیادی بات تو یہی ہے کہ پانی ہی کشتی کے چلنے کا، تیرنے کا سبب ہوتا ہے۔ مگر انسان انتہائی ناشکری مخلوق ہے جب کبھی سمندر اور لہروں کے طوفان میں پھنس جاتا ہے مطلب یہ کہ مصیبت میں پھنستا ہے تو اللہ کو یاد کرنے لگتا ہے لیکن جونہی مصیبت ٹلتی ہے اللہ سے غافل ہو جاتا ہے۔ رب العزت انسان کو ہر وقت خبردار کر رہے ہیں کہ ناشکرے اور غافل لوگ ہوش میں آ جائیں کیونکہ اصل مقام تو قیامت کے بعد ہی ملے گا۔ اس قیامت کے دن کی سختی اور حساب کی سختی کو جنت و دوزخ کو ذہن میں رکھ کر زندگی گزاریں۔ پھر وہ کفار نبی اکرم ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب آئے گی تو رب العزت فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کی خبر انسان کو نہیں ہو سکتی۔

۱۔ بارش کے بارے میں (۲) بچہ جو ابھی پیدا نہیں ہوا (۳) کل کے بارے میں (۴) موت کب آئے گی؟ کس سرزمین پر موت آئے گی ؟(۵) قیامت کب آئے گی؟

سائنس دان کتنی بھی کوشش کرلیں ان پانچ باتوں کو سطحی طور پر تو شاید معلوم کرلیں مگر گہرائی میں جا کر تفصیلاً ہرگز نہیں بتا سکتے مثلاً:

محکمہ موسمیات والے بارش کا یہ بتا سکتے ہیں کب ہوگی اور ان کا یہ اندازہ حتمی نہیں اور یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ بارش کتنی

ہوگی۔ اگر بارش نہ ہو تو بارش لانا انسان کے بس میں نہیں۔

۲۔ قیامت کا تو کوئی بھی بتانے سے قاصر ہے۔ قرآن پاک میں اس واقعہ کی جھلکی یوں دی گئی ہے کہ جب وہ آئے گی تو اس قدر اچانک آئے گی کہ لوگ بوکھلا جائیں گے فرمایا۔ ''اس وقت نہ یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف لوٹ سکیں گے''۔ (سورۃ یٰس آیت 50) اللہ تعالیٰ اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے (آمین)

۳۔ پیدا ہونے والے بچے کے بارے میں Ultara Sound میں کچھ معلومات تو ہو جاتی ہیں یعنی جنس معلوم ہو جاتی ہے مگر بعض اوقات اس میں بھی غلطی لگ جاتی ہے اور پھر اللہ کو تو بچہ شروع ہونے سے قبل ہی معلوم ہوتا ہے کیا ہوگا؟، کیسا ہوگا، کیا بنے گا؟، کیسی زندگی گزارے گا؟ اور کتنی زندگی پا کر کس طرح اور کس جگہ مرے گا؟ یہ سب کچھ سوائے رب العزت کے کوئی ہرگز نہیں جان سکتا۔

۴۔ کل کیا ہوگا؟ یعنی مستقبل کے واقعات کا علم ہرگز کسی کو نہیں ہوتا۔ ''سامان سو برس کا تو پل کی خبر نہیں'' طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میں نے ''رسول اللہ ﷺ کے کئی اصحاب کو پایا وہ فرماتے تھے کہ ہر شے تقدیر میں لکھی جا چکی ہے اور میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب کچھ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے یہاں تک کہ درماندگی اور ہوشیاری بھی''۔ (مسلم از اسوہ حسنہ مصنفہ بنت الاسلام)۔

۵۔ موت کب آئے گی اور کہاں آئیگی؟ یہ بھی ہرگز کسی شخص کو نہ معلوم ہے نہ ہو سکے گا۔ یہ راز بھی صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس لیے زندگی وہی ہے جو وفاداری، نیکی اور شرافت سے عبارت ہو۔ اور زندگی جب تک نیک کاموں کا ذریعہ نہ ہو، شائستہ نہیں کہی جا سکتی۔

حدیث میں آتا ہے کہ ''کوئی موت کی آرزو نہ کرے کیونکہ اگر کوئی نیک ہے تو ممکن ہے عمر کے اضافے سے اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا رہے اور اگر برا ہے تو شاید توبہ کر کے وہ اللہ کو راضی کر لے۔ (بخاری مسلم)

بہر حال زندگی اللہ کی دی گئی نعمت ہے اس کو شکر اور عبادت میں گزارنا چاہیے۔

انسانوں سے امیدیں قائم کرنے کے بجائے اللہ کے سامنے انکساری کرو۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

خوش اخلاقی زندگی کی روح ہے۔ بہترین زندگی کی نشانیاں یہ ہیں۔

۱۔ زندگی کی خوبصورتی عمدہ خصلت ہے۔

۲۔ خوش خلق بندہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

۳۔ خوش خلقی ایمان کی نشانی ہے۔

۴۔ مومنین میں سب سے بہترین، اچھے اخلاق والا ہے۔

۵۔ اچھی زبان اور خندہ پیشانی سے ملنا بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ کچھ ایسی نیکیاں ہیں کہ جو خود انسان کو مطمئن اور صالح بنا دیتی ہیں ان میں کوئی مال خرچ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی مشقت کرنی پڑتی ہے۔ اس خوش خلقی کا اظہار مسکراہٹ سے شروع ہوتا ہے۔ اور اب مسکراہٹ کی تعریف سنیے۔

۱۔ مسکراتا ہوا انسان بے حد خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔

۲۔ مسکراہٹ: وہ گلاب ہے جس کے کھلتے ہی تمام ماحول مہک جاتا ہے۔

۳۔ مسکراہٹ: ایک ایسا بہتا ہوا دریا ہے جس میں زندگی کے دکھ بہہ کر دور چلے جاتے ہیں۔

۴۔ مسکراہٹ ایک ایسا انمول تحفہ ہے جو ایک غریب انسان کسی امیر ترین آدمی کو دے سکتا ہے۔ اور یہ تحفہ انسانی خوش خلقی، ہم دردی، پیار، محبت اور خلوص کا مجموعہ ہے۔ اور اس تحفہ کے دینے میں انسان کو رضائے الٰہی اس کی قربت اور جنت کی خوش خبری ملتی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ خوفِ الٰہی اور اخلاقِ حسنہ نیک زندگی اور کامیاب زندگی کی بنیاد ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے اور آگ کے عذاب سے بچائے۔ آمین ثم آمین

سورۂ لقمان کا خلاصہ

سیدنا لقمان ﷺ کی زندگی نے ہمیں وہی سبق دیے ہیں جو انہوں نے علم و حکمت کی بدولت سیکھے۔ علم و حکمت پیغمبروں کی میراث ہے جو کہ ان کو سچی لگن، خلوص نیت اور مسلسل نیکی اور اللہ کی تلاش کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے تحفتاً ملتی ہے۔ جو اس راہ میں چل نکلتا ہے۔ وہ کبھی ناکام نہیں رہتا۔ جب وہ جان جاتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور کوئی بھی کسی صورت بھی اس کا شریک نہیں ہو سکتا تو پھر اس کی زندگی توحید کی روشنی میں، راستی، امانتداری، پرہیز گاری، سادگی، توکل، رحم دلی، امانت، صلح، عفو و حلم جیسے موتیوں سے جگمگا اٹھتی ہے اور ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں سے سیدنا لقمان ﷺ بھی تھے جنہوں نے سچی لگن کے بدلے اللہ سے علم و حکمت کا انعام پایا۔ اسی سلسلے میں حدیث ملاحظہ ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ لذت گناہ سے نکال کر عزت تقویٰ سے ہم آغوش کر دیں اسے اللہ تعالیٰ تین نعمتوں سے سرفراز فرما دیتے ہیں۔ (۱) اول یہ کہ مال و دولت کے بغیر اسے غنی کر دیتے ہیں (۲) قوم و قبیلہ کے بغیر اسے معزز کر دیتے ہیں (۳) کسی انیس و ہم نشین کے بغیر اسے اطمینانِ قلبی نصیب فرما دیتے ہیں۔''

دوسرا: جس شخص کے دل میں خوف خدا بیٹھ جائے تو اللہ تعالیٰ ہر شے کے دل میں اس شخص کا خوف ڈال دیتے ہیں اور جس شخص کے دل میں خوفِ خدا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ہر شے کا خوف اس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔

تیسرا: جو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔

چوتھا: جو شخص طلبِ رزق اور حلال روزی کے حصول میں محنت اور جدوجہد میں شرم نہ کرے جو جائز طریقہ بھی سامنے آئے وہ اس پر عمل کرنے میں جاہ و منزلت کو رکاوٹ نہ بننے دے تو اس کا بوجھ ہلکا ہوگا، دل مطمئن ہوگا اور اہل و عیال خوشحال ہوں گے۔

پانچواں: جو شخص دنیا کی رغبت اپنے دل سے نکال دے تو اللہ تعالیٰ علم و حکمت سے اس کا دل بھر کر اس علم و حکمت کو اس شخص کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے اور دنیا سے آخرت کی طرف صحیح و سالم رخصت فرما دیتے ہیں''۔

حضرات کرام! اس حدیث میں کتنی پیاری اور قیمتی باتیں مذکور ہیں۔ کتنے مبارک ہیں وہ لوگ جو ان باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق بخشیں۔ آمین۔ (از گلستانِ قناعت مصنف محمد موسیٰ روحانی باز صاحب)

سیدنا لقمان علیہ السلام بھی اللہ کے برگزیدہ انسان تھے اللہ کے پیارے بندوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے جو نصیحتیں اپنے بیٹے کو کیں وہ دراصل تمام انسانوں کو کیں۔ اللہ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔

مسلمانوں کی نئی نسل جو آج کل حرص و لالچ اور غفلت میں پڑی ہوئی ہے۔ اس کو اس عقیدے، عقیدۂ آخرت کی تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ غفلت اور گمراہی میں ڈوبے ہوئے مسلمانوں کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک وہ اس زندگی اور آنے والی زندگی کو قرآن پاک اور احادیث کی روشنی میں گزارنے کا پکا ارادہ نہ کر لیں گے۔

دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لاتذر میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلمان کو تلوار کر دے

(علامہ اقبال)

تعارف سورۂ سجدہ

یہ ترتیب کے لحاظ سے بتیسویں سورت ہے۔ اس میں تین رکوع اور تیس آیات ہیں۔ مکی زندگی کے وسط سے کچھ پہلے کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ بعد میں جو سختیاں مسلمانوں پر کی گئیں ان کا ذکر یہاں نہیں ملتا۔ یہ نبوت کے شروع کا دور ہے۔ اس میں توحید، آخرت اور رسالت کا بیان دلیلوں سے دیا گیا ہے۔ اور لوگوں کا جواب میں حیرت انگیز ہو کر الٹے سیدھے جوابات کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ سب پیغامات الٰہی ان کے رسوم و رواج، عقائد اور مذاہب کے بالکل خلاف تھے۔ اس لیے سب

سے پہلے توحید وربوبیت کی حقیقت ان لوگوں پر واضح کی گئی پھر رسول کا بالکل سچا ہونا اور آخرت کا یقین دلانا جو کہ سب سے زیادہ مشکل بات تھی۔ وہ لوگ اس بات کو تو کسی صورت ماننے کو تیار نہ تھے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر بھلا دوبارہ کیسے اٹھ سکتے ہیں۔ آخر میں فیصلہ کن انداز میں بتا دیا گیا ہے کہ پھر عذاب یا ثواب ملنا تو ضروری ہے۔ ایسے ہی جیسے تمہارا مرنا ضروری ہے اور جیسے تم دنیا میں لائے گئے ہو۔ تمہارا اس دنیا میں آنے کا سارا طریقہ ناقابل فہم ہے مگر ہو رہا ہے۔ اسی طرح تمہارا دوبارہ زندہ کیا جانا تمہارے لیے ناقابل فہم ہے مگر یہ ہو کر رہے گا۔

سورۂ سجدہ

قرآن اللہ کا نازل کیا ہوا پیغام ہے

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣﴾

الٓمّٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔(1) اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہان کے رب کی طرف سے ہے۔(2) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے از خود بنا لیا ہے؟ بلکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے، تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید کہ وہ ہدایت پا جائیں۔"(3)

تشریح: اس بات میں ہرگز کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب اللہ رب العالمین کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں حکمت اور دانش مندی کی بے شمار باتیں بیان کی گئی ہیں۔ گویا یہ قرآن پاک ایک بک لٹ ہے کائنات، انسان اور تمام مخلوقات کے بارے میں، جو کچھ اللہ نے اپنی قدرت اور حکمت سے بنائی ہیں۔ تاکہ انسان کو اپنی پیدائش اور تمام مخلوقات کی پیدائش، اصول اور حکمتیں، ضرورتیں، استعمال اور فائدوں کے بارے میں خوب اچھی طرح تفصیلاً سمجھا دیا جائے۔ تاکہ وہ خود اپنے آپ کو پوری کائنات کو خوب اچھی طرح سمجھ جائے اور جب وہ خود کو اور کائنات کو سمجھنے لگے گا تو ان تمام مخلوقات کے بنانے والے کو خود بخود پہچاننے لگے گا۔ اور یہی قرآن کا مقصد ہے اور جب اللہ کو پہچاننے لگے گا تو پھر توحید کا نورِ ہدایت خود ہی اس کو کفر و شرک اور گمراہی و گناہوں کے اندھیروں اور غلاظتوں سے دور کر دے گا۔ قرآن ماضی حال اور مستقبل ہر قسم کے بہت بڑے بڑے رازوں سے بھرا پڑا ہے۔ بھلا اس قسم کے اتنے بڑے بڑے راز نبی ﷺ کیسے بیان کر سکتے ہیں۔ جبکہ اہل عرب اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ ﷺ بیشک ایک بہترین، سب سے مختلف، نیک شریف، پاکباز انسان تھے مگر تھے تو وہ اُمّی (بغیر پڑھے لکھے) وہ بھلا اتنے بڑے بڑے حکمت و دانش مندی اور تمام زمانوں کے نکات کیسے خود اپنے پاس سے بیان

کر سکتے تھے۔ان کے رویہ کی یہ تبدیلی ثبوت ہے اس بات کا کہ یہ کلام کسی بندے بشر کا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ تو خیر اُمّی تھے اس وقت کے بڑے بڑے شعرائ، ادیب اور فلسفی بھی قرآن کی ایک آیت جیسی آیت نہ بنا سکتے تھے۔ یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں کہ واقعی قرآن اللہ کی نازل کی ہوئی سچی، پکی، بہترین اور لاجواب بے مثال کتاب ہدایت اور کتابِ حکمت ہے جو کہ تمام دنیا کے ہر انسان کیلئے نازل کی گئی ہے۔ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھا ہے۔ کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آپ سے ڈھائی ہزار برس پہلے گزر چکا تھا جو کہ لوگوں کے عقائد کو بدلنے کیلئے کافی طویل مدت ہے۔ گو کہ اہلِ عرب اللہ کو ضرور مانتے تھے مگر انہوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے کچھ ایسی چیزوں کو اللہ کا نشان بنا لیا تھا کہ جو خود اللہ کے بنائے ہوئے اور اللہ کے محتاج تھے اور کچھ تو اس قدر بے وقوف تھے اور اب بھی ہیں کہ خود ہی لکڑی، مٹی اور پتھر کے بت بناتے اور ان کو پوجنے لگتے۔ یہ سب بڑی گمراہی اور انسان کیلئے نقصان دہ باتیں ہیں۔ انہی سے بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آخری نبی کو قرآن مجید جیسی کتاب دیکر لوگوں کی طرف ہدایت کیلئے بھیجا اور فرمایا ''شاید کہ وہ ہدایت پا جائیں'' (3 السجدہ) سچ ہے کہ علم کے بغیر انسان اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں پہچان سکتا۔ جبکہ قرآن علم کا خزانہ ہے۔

آسمان وزمین اور انسان کی تخلیق کے دلائل

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴﴾ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶﴾ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ﴿۷﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ﴿۸﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۹﴾

اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا۔ اس کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟۔(4) وہی آسمان سے زمین تک ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔ پھر وہ ایک روز جس کا اندازہ تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگا اس کی طرف چڑھتا ہے ۔(5) یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور رحم والا اللہ ہے۔(6) جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا، یعنی اس کو پیدا کیا اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔(7) پھر اس کی نسل کو حقیر پانی سے پیدا کیا۔(8) پھر اس کو درست کیا اپنی طرف سے اس میں روح پھونکی اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے مگر تم بہت کم شکر کرتے ہو''۔(9)

تشریح: ''آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا چھ دن میں کرنا'' قرآن پاک میں سات دفعہ آیا ہے۔ تفسیر کبیر میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔ ''دن صرف زمانہ کو ظاہر کرنے کیلئے بولا گیا ہے۔ ورنہ آسمانوں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ رات تھی نہ دن تھا اور یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے میں فلاں دن پیدا ہوا، حالانکہ ممکن ہے کہ رات کو پیدا ہوا ہو۔ ایسا کہنے کا مطلب صرف زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا۔ (تفسیر سورہ سجدہ) یہاں تخلیق کے چھ دن سے مراد صرف وہ تخلیقی مدت ہے جو آسمانوں اور زمین کے بنانے میں صرف ہوئی۔ اس طرح یہ کہا گیا کہ ''آخرت کا ہر دن ہزار سالوں کے برابر ہے''۔ مطلب صرف یہ ہے کہ زمانے یا دورانیہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اس سے مراحل یا مدارج بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام کمالات اس بلند و بالا عظمتوں والے الہ العلمین کے ہی کام ہیں جو عرش پر مقیم ہے۔ اس عرش پر جس کا تصور ہم کر سکتے ہیں دیکھ نہیں سکتے، اس سے اس بات کی نفی ہوگئی ہے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے، وہ تو عرش پہ مستوی ہے، کیسے جیسے اسکی ذات کو لائق ہے تو جو اتنا عظیم قدرت والا ہے بھلا تمہاری عقل میں کوئی اور اس کے مقابلہ میں آتا ہے جو تمہاری حمایت کرے، مدد کرے یا کسی کو اتنا حوصلہ ہے کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کرے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر تم عقل سمجھ سے کام کیوں نہیں لیتے؟ نہ تم اس کو مانتے ہو نہ اس کی بھیجی ہوئی کتاب کو مانتے ہو اور نہ ہی اس کے بھیجے ہوئے رسول کو مانتے ہو۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے قائم کیے ہوئے نظام پر غور نہیں کرتے؟ ڈاکٹر ہلوک باقی صاحب وقت کی رفتار کے بارے میں لکھتے ہیں ''اس سورت کی آیت 5 اور 6 میں ایسی ایسی بصیرتیں موجود ہیں کہ ان کی مدد سے کائنات کی پیدائش سے متعلق بہت سے راز معلوم ہو سکتے ہیں۔ زیادہ اہم یہ حقیقت ہے کہ ان آیات کی مدد سے غیر مرئی فرشتوں کی موجودگی پر ایمان لانا علم طبیعات (فزکس) کے لیے ناگزیر ہے۔ فرشتوں کے متعلق جو نظریہ ہے، جسے ہم ایمان کے بنیادی ارکان میں سے ایک سمجھتے ہیں اس پر مشرق و مغرب میں ملحدوں اور کافروں نے کئی سالوں تک اعتراضات کئے ہیں اور اس کا مذاق اڑایا ہے مگر آج سائنس نے ان ہستیوں کی موجودگی کی حقیقت کا اعتراف کرنا شروع کر دیا ہے کیونکہ موجودات جن کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سکینڈ ہوتی ہے۔ نظر نہیں آ سکتیں وقت کا عام بہاؤ یا گزرنا ان کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور یہ رفتار بجائے خود کائنات میں ہر جگہ مختلف ہے''۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

اسی موضوع پر سورہ المعارج میں اور بھی تفصیلات آئیں گی۔ یہاں اللہ کے نظام مملکت کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے کہ ''فرشتے ایک دن کے احکامات لے کر زمین پر آتے ہیں پھر تمام کاروائی کے نتائج لے کر اوپر چلے جاتے ہیں اور دوسرے دن کے احکامات جاری کیے جاتے ہیں''۔ پھر فرمایا کہ ''یہ ایک دن تمہاری دنیا کے حساب سے ایک ہزار سال کا ہوتا ہے'' یہ تمام بہترین انتظامات وہ عالم الغیب زبردست علم رکھنے والا مہربان ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ ظاہر و باطن گزری ہوئی موجودہ اور آنے والی تمام حقیقتیں صرف اسی کے علم میں ہیں کسی اور کی کیا مجال کہ ایک ذرہ بھی جان سکے سوائے اس کے کہ وہ

خود کسی کو کچھ بتائے۔ پھر اُس کی حکمت میں سے تخلیق کا ایک زبردست شاہکار انسان ہے جس کو اُس نے اپنی بہترین تخلیق قرار دیا اور اس کو اپنی بہت سی صفات میں سے بڑا معمولی سا حصہ دیا۔ یعنی دیکھنے، سننے، جاننے اور فیصلہ کرنے کی صلاحیتیں، کیونکہ اس نے انسان کو اپنا نائب کہا ہے۔ انسان کی پیدائش یا تخلیق کا کھلا کھلا راز یوں بیان کر دیا کہ پہلے تو انسان کو مٹی سے بنایا اور پھر انسان کا عورت اور مرد کا جوڑا بنایا اور ان کے اندر ایسی ترکیب یا ایسی مشین اعضاء کی صورت میں رکھدی کہ پھر ان کے اندر ایک قطرہ مادہ منویہ اور عورت کے بیضہ کے ملاپ سے ایک ایسا مناسب شکل وصورت کا انسان بن کر دنیا میں آتا ہے کہ جو دیکھنے میں خوبصورت اور رہن سہن کے لحاظ سے مکمل انسان ہوتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے بارے میں تفصیلات گزر چکی ہیں۔ اب انسانی جسم کے بارے میں کچھ تھوڑا تفصیلی بیان ہو جائے۔ میجر جنرل غلام محمد ملک صاحب لکھتے ہیں۔ ''انسانی بدن میں ایک نہایت پیچیدہ مواصلاتی نظام کام کر رہا ہے۔ اس کا مرکز دماغ ہے، جس میں ایک ارب سیل (Cells) ہیں، ان سے بہت سے باریک تار نکل کر تمام جسم میں پھیلے ہوئے ہیں جو جسم کے ہر حصے کی ہر خبر آناً فاناً دماغ تک پہنچاتے ہیں۔ اگر پاؤں پر کیڑا چڑھ جائے تو دماغ کو فوراً اطلاع ملتی ہے اور دماغ ہاتھ کو اسی وقت بزن کا حکم دیتا ہے۔ ہماری زبان دماغ کے ساتھ تین ہزار تاروں سے منسلک ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ تین ہزار ذائقوں سے لطف اندوز ہو سکتی ہے۔ (مزے محسوس کر سکتی ہے) ہمارے کان میں ایک لاکھ سماعتی (سننے کے) سیل ہیں، آنکھ میں ایک سو تیس ملین آلاتِ بینائی ہیں۔ اور جلد میں اڑھائی لاکھ ایسے سیل ہیں جو سردی، گرمی، نرمی اور سختی کی خبر دیتے ہیں''۔ (از مطالعہ قرآن) کس قدر پیچیدہ تخلیقات ہیں۔ سبحان اللہ۔ دل کا تعلق انسانی جسم میں روح اور ضمیر کے ساتھ ہے اس لیے اس کی تعریف محمد موسیٰ روحانی بازی صاحب کی تحریر میں پڑھیئے۔ لکھتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے ''جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے کہ اگر وہ خراب اور فاسد ہو تو پورا بدن خراب اور فاسد ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ٹکڑا ٹھیک اور صحیح ہو تو پورا بدن درست اور ٹھیک ہوتا ہے اور وہ ہے ''دل''۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعضاء سے جتنے اچھے یا برے اعمال سرزد ہوتے ہیں ان کا تعلق گوشت کے ایک ٹکڑے سے ہوتا ہے اور گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہی ہے جو بدن میں امیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس حدیث میں فساد وصلاح (اچھائی برائی) سے دینی واخلاقی صلاح وفساد مراد ہیں۔ تجربہ ومشاہدہ دونوں اس بات کے شاہد عادل ہیں کہ صالحین کی صحبتِ فیض کے اثر سے بہتر طور پر دلوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔'' (از گلستان قناعت)

آسان الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب بھی کوئی انسان یہ کہتا ہے کہ ''دل بے ایمان ہو گیا، دل مچل گیا، دل نے گواہی دی، دل نے برائی پر مجبور کیا، برائی پر دل پیشمان ہوا، دل بھر آیا، دل میں خباثت بھری ہوئی ہے، دل نے راہ دکھائی، دل نے گناہ پر مجبور کیا، یا دل گناہ کرنے پر راضی نہ ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ انسان کے اندر دل ہی شیطان یا نورِ الٰہی کا مقام ہے۔ اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنے نور سے بھر دے تا کہ اس نور کی روشنی میں جسم کا ہر حصہ ہدایت

کی راہ اختیار کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہر لمحہ ہر صورت اس کا شکر ادا کر کے اس کی رضا حاصل کرتے رہیں دعا۔ ''اے ہمارے پروردگار جب تو ہمیں ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما، بیشک تو بہت زیادہ دینے والا ہے''۔(آل عمران 8)

روز قیامت اہل ضلالت اور اہل ایمان کا حشر

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿١٠﴾ قُلْ
يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿١١﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ ع 11/14
نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا
مُوْقِنُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ
الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا
عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا
وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿١٥﴾ السجدة تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ
جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا
عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ
الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ
الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ع 2/11/15

اور کہنے لگے کہ ''جب ہم زمین میں ملیامیٹ ہو جائیں گے تو کیا از سرِ نو پیدا ہوں گے''؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے رب کے سامنے جانے کے ہی قائل نہیں۔(10) فرما دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(11) اور تم تعجب کرو جب دیکھو کہ گنہگار اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے اور کہیں گے کہ ''اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو دنیا میں واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔(12) اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے، مگر میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ

میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے ضرور بھروں گا۔(13) سو اب آگ کے مزے چکھو، اس لیے کہ تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا آج ہم بھی تمہیں بھلا دیں گے اور جو کام تم کرتے تھے ان کی سزا میں ہمیشہ کے عذاب کے مزے چکھتے رہو۔(14) ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو اِن سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔(15) ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(16) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان اعمال کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔(17) بھلا جو مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نافرمان ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔(18) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے رہنے کے لیے باغ ہیں یہ مہمانی ان کاموں کی جزا ہے جو وہ کرتے تھے۔(19) اور جنہوں نے نافرمانی کی ان کے رہنے کے لیے دوزخ ہے جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جس آگ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو۔(20) ہم ان کو قیامت کے بڑے عذاب کے علاوہ عذاب دنیا کا بھی مزہ چکھاتے ہیں گے شاید کہ لوٹ آئیں۔(21) اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ ان سے منہ پھیر لے ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں"۔(22)

تشریح: مومن اور کافر دونوں ہی اللہ کے بنائے ہوئے انسان ہوتے ہیں کائنات کی ہر چیز کو استعمال کر کے زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں۔فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ کافر نہ اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتا ہے نہ اس کا شکر ادا کرتا ہے۔جبکہ مومن توحید ورسالت کا پیغام سن کر اور اپنے جسم وجان کو دیکھ کر اپنے بنانے والے کو ڈھونڈ لیتا ہے پھر اس کو دنیا کی ہر چیز ہر نعمت میں اللہ دکھائی دینے لگتا ہے وہ اس ذات کو پا کر مطمئن ہو جاتا ہے اس کے گن گاتا ہے اسی کے ذکر میں مست ہو جاتا ہے اور جب کوئی اُس کی اس پہچان پر اس کو اللہ کی راہ دکھاتا ہے تو وہ بصد شوق پوری توجہ خوشی اور رضامندی سے جھومتا ہوا اُس راہ بتانے والے کے پیچھے چل پڑتا ہے تو ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور شکر ادا کرتے ہیں کہ کسی نے اُن کو اُن کے آئیڈیل کی راہ دکھائی۔پھر وہ اِسی لگن اسی دھن اور اسی جذبے میں گم ہو کر دنیا کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں مگر اللہ سے ملنے کی دھن انہیں ہر برائی، گمراہی، حسد، بغض، چوری، جھوٹ غرض ہر اخلاقی روحانی اور جسمانی برائی سے روکے رکھتی ہے۔یہی نورِ ایمان یہی ہے سیدھی راہ اور یہی ہے جنت کا رستہ ایسے لوگ مر کر اس دنیا سے مالا مال ہو کر آخرت کی بہترین زندگی خرید سکیں گے۔ایسے ہی لوگوں کے لیے جنت کے بہترین ٹھکانوں کا وعدہ کیا گیا ہے۔اس کے برعکس وہ لوگ ہیں جو دنیا کی ہر چیز کو اپنی ہی ملکیت سمجھتے ہیں اور سوچتے ہیں جو بھی ہو اکٹھا کر لو حلال ہو یا حرام جائز ہو یا ناجائز اُن کے وہم گمان میں بھی کبھی یہ بات نہیں آتی کہ یہ دنیا تو ختم ہونے والی ہے۔یہاں سے تو کچھ بھی ساتھ نہ جائے گا۔بس وہ سب کچھ اس

دنیا کو ہی سمجھ کر بے فکر بے مقصد اور گمراہی سے پُر زندگیاں گزار کر بالکل خالی ہاتھ بلکہ کفر شرک اور گناہوں کی گٹھڑی اپنے ساتھ لیجاتے ہیں اور اس کے بدلے ظاہر ہے اُن کو جہنم کے سوا اور کیا مل سکتا ہے۔ پھر انہیں احساس ہوگا تو اُس وقت کچھ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ جب انہوں نے راہ بتانے والے، یعنی پیغمبر کی کتاب کی اور اپنے پیدا کرنے والے کی پرواہ نہ کی تو اب ان کی پرواہ کون کرسکتا ہے۔ تب وہ آرزو کریں گے کہ یا اللہ ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دو مگر یہ تو اللہ کے نظام کے خلاف ہے۔ توبہ اور اعمال کا وقت تو بس اس دنیا کی مختصر زندگی کا دورانیہ ہے۔ اس کے بعد تو پھر صرف رزلٹ اور انعام یا سزا کا وقت ہوگا۔ شروع سے لے کر آخر تک ہر پیغمبر نے یہی کہا، یہی سمجھایا اور یہی سبق دیا۔ سننے والوں نے سن لیا اور نجات پائیں گے نہ سننے والوں نے نہ سنا اور پکڑے جائیں گے۔ اتنی سی بات ہے جو زندگی کے مقصد کو سمجھ لیں تو اُن کے لیے اچھا ہے جو زندگی کو بے مقصد گزار دیں تو ان کے لیے اللہ فرماتا ہے۔ ''جس کو اُس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے تو وہ اُن سے منہ پھیر لے ہم گنہگاروں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں'' 22۔ جس طرح رات کا اندھیرا دن کی روشنی سے ختم ہو جاتا ہے اسی طرح ظلم کا اندھیرا انصاف کی روشنی سے ضرور ختم کیا جائے گا۔ مگر اس کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ موت کے بعد قیامت کے دن دوبارہ ضرور زندہ کیے جائیں گے حساب کتاب ہوگا اور انعام یا سزا ضرور دی جائے گی دعا ہے۔ ''اے اللہ میرا حساب آسان کر۔ ہمارے رب! آپ بڑے شفیق و رحیم ہیں۔ یا اللہ ہمیں دوزخ کی آگ سے بچانا'' آمین۔ بزرگوں کی باتیں آپ بھی نوٹ کرلیں۔

۱۔ اللہ کی رحمت سے سوائے گمراہوں کے اور کوئی مایوس نہیں ہوتا۔ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام)

۲۔ خوبصورتی کپڑوں سے نہیں، علم و ادب سے ہوتی ہے (سیدنا علی رضی اللہ عنہ)

۳۔ جھوٹا سب سے پہلے اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ)

۴۔ کلام میں نرمی اختیار کرو کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ (امام غزالی رحمہ اللہ)

۵۔ جو شخص علم رکھے اور اس پر عمل نہ کرے، وہ ایک بیمار ہے جس کے پاس دوا تو ہے مگر علاج نہیں۔ (اقلیدس)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو علم اور عمل کی دولت سے مالا مال کردے آمین۔

بنی اسرائیل کی مثال ترقی اور تنزل کے لیے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۗ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ
يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ

قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝٢٦
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ
وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ۝٢٧ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٢٨ قُلْ يَوْمَ
الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝٢٩ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ
مُّنْتَظِرُوْنَ ۝٣٠

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو تم ان کے ملنے سے شک میں نہ ہونا اور ہم نے اس (کتاب) موسیٰ کو بنی اسرائیل کے لیے ذریعہ ہدایت بنایا۔(23) اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت دیا کرتے تھے۔(24) جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ بلاشبہ تمہارا رب ان میں جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے روز فیصلہ کر دے گا۔(25) کیا ان کو اس امر سے ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو جن کے مقامات سکونت میں یہ چلتے پھرتے ہیں ہلاک کر دیا۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں۔ تو یہ سنتے کیوں نہیں؟۔(26) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں، پھر اس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں، جس میں سے ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں تو یہ دیکھتے کیوں نہیں؟۔(27) اور کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہو گا؟۔(28) کہہ دو کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔(29) تو ان سے منہ پھیر لو اور انتظار کرو یہ بھی انتظار کر رہے ہیں''۔(30)

تشریح: نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی اور ہمت دلاتے ہوئے یقین دلاتے ہوئے رب العزت ان کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کی قوم اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''آپ کو رسول بنا کر بھیجا جانا کتاب ملنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ آپ سے پہلے بنی اسرائیلی مدت طویل تک مصر میں ذلت وخواری کی زندگی گزارتے رہے پھر اللہ نے انہی میں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر ان کی نجات اور ہدایت کے لیے بھیجا ان کو آسمانی کتاب بھی دی۔ پھر جب ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر عمل کیا نیکی کی راہ اپنائی تو اللہ نے ان کو غلامی سے نجات دلائی بلکہ ان کو راہ ہدایت اختیار کرنے اور ایمان لانے کے بدلے میں دنیا کے امام بنایا۔ اسی طرح اگر تم بھی سچے دل سے ایمان لے آؤ نیکی کی راہ اختیار کرو۔ برائیوں سے دور ہو کر قرآن مجید کا بتایا ہوا راستہ اختیار کرو گے تو تم بھی دنیا میں شاندار کامیابیاں حاصل کرو گے اور آخرت میں جو انعامات ملیں گے ان کا تو کوئی حساب ہی نہیں'' پھر ساتھ ہی بنی اسرائیل کی نالائقی اور تنزل کا بیان بھی کر دیا گیا ہے کہ جب انہوں نے نبی کی نافرمانی کی تو پھر دنیا جانتی ہے کہ ان کا حشر دنیا میں کیا ہوا؟ یہ ثابت کرتا ہے کہ رسول کی پیروی قوم کو کیسے عزت دیتی ہے اور رسول کی نافرمانی قوم کو کیسے ذلیل کرتی ہے پھر نبی ﷺ اور مسلمانوں کی ہمت بندھانے

کے لیے اللہ جل شانہ اس بنجر زمین کی مثال دیتے ہیں کہ یہ دعوت اسلام اس وقت تمہیں ناممکن دکھائی دیتی ہے کہ پھلے پھولے۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ اللہ کی رحمت تمہارے ساتھ ہے وہ رحمت اسلام کو اسی طرح پھیلائے گی جس طرح سوکھی زمین کو بارش کا پانی دیکھتے ہی دیکھتے سرسبز وشاداب کر دیتا ہے۔ یہ کفار تو ہمیشہ ہی عذاب کی جلدی مچاتے ہیں۔ ''کہ لے آؤ عذاب جس کا تم ڈراوا دیتے ہو''۔ تو ان لوگوں کو جواب دینے کے لیے رب العزت اپنے پیارے نبی کو کہتے ہیں کہ ''کہہ دو کہ فیصلے کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی''۔ (آیت 29) پھر نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ''اِن کی پرواہ مت کرو۔ ان سے بے پرواہ ہو جاؤ ان کو انتظار کرنے دو۔ جب عذاب آئے گا قیامت آئے گی حساب کتاب لیا جائے گا تو خود ہی ان کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے''۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے عائشہ! وہ چھوٹے گناہ جنہیں لوگ ہلکا سمجھتے ہیں، ان سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ اس لیے کہ اللہ ان کے بارے میں بھی پوچھے گا''۔ (ترغیب وترہیب بحوالہ نسائی) الحمد اللہ سورۂ السجدہ مکمل ہوئی۔

خلاصہ سورۂ سجدہ

اس سورۂ میں بھی قرآن پاک کی فضیلت کہ یہ آسمانی کتاب ہے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ اللہ کی بڑائی، قدرت اور بہترین انتظامات کا اظہار خاص طور سے انسان کی پیدائش مقصد اور موت کے بعد زندگی یہ سب وضاحت سے بتایا گیا ہے۔ نیک وبد انسان کی تعریف اور اس کے اعمال کے مطابق سزا و جزا کا بیان۔ آخرت کا پختہ یقین اور اچھی قوم کی فضیلت اور بری قوم کا تنزل دلیل سے بیان کی گئی ہیں۔ تاکہ آنے والی قومیں عبرت حاصل کریں۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ کلیب ابن حزن کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا! ''اے لوگو انتہائی کوشش کے ساتھ جنت کے طالب بنو اور اپنی کوشش بھر جہنم سے بچنے کی فکر کرو، کیونکہ جنت ایسی چیز ہے جس کا چاہنے والا سو نہیں سکتا اور آگ بھی ایسی چیز ہے جس سے بھاگنے والا سو نہیں سکتا یعنی غافل نہیں ہو سکتا۔ اور آخرت ناخوشگواریوں سے گھیر دی گئی ہے۔ اور دنیا لذات ومرغوبات سے گھری ہوئی ہے۔ پس دنیا کی لذتیں اور مرغوبات تم کو غافل نہ کریں۔'' (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''زادِ راہ ساتھ لے لو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے (سورۃ البقرہ آیت 197) اس سورت کا مسئلہ بیان کرنا ضروری ہے تو مسئلہ یہ ہے۔ پندرھویں آیت پڑھنے یا سننے پر سجدہ کرنا چاہیے۔ سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کی نیت کریں اور پھر سجدہ تلاوت کی دعا کے ساتھ سجدہ کریں۔ اس میں سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں۔ سجدہ تلاوت کی دعا یہ ہے:

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ

تعارف سورۃ الاحزاب

یہ سورت تینتسویں ہے مدنی ہے کیونکہ ہجرت کے پانچویں اور ساتویں سال کے درمیان نازل ہوئی۔ اس میں 9 رکوع اور 73 آیات ہیں۔ حِزب کا مطلب ہے گروہ احزاب جمع ہے یعنی بہت سے گروہ۔ اصل میں شوال 5 ہجری میں تمام کفار نے جمع ہو کر مدینہ پر حملہ کیا۔ یہ دس ہزار کا لشکر کئی قبائل پر مشتمل تھا اسی لیے اس کو جنگِ احزاب کہا گیا ہے اس کا دوسرا نام غزوۂ خندق بھی ہے۔ وہ اس لیے کہ جنگی حکمت عملی کی وجہ سے یہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑی گئی۔ تمام صحابہ خاص طور پر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ یہ جنگ مدینہ کے اندر رہ کر خندق کھود کر لڑی جائے کیونکہ مدنیہ کی جغرافیائی صورتِ حال اس طرح تھی کہ جنوب میں باغات تھے مشرق اور مغرب میں پہاڑی سلسلے تھے صرف شمالی حصہ غیر محفوظ تھا۔ جسے خندق کھود کر محفوظ کر لیا گیا تھا۔ یہ بہترین منصوبہ بندی تھی۔ پہلے تو کفار کا لشکر خندق کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور سوائے اس کے، اور کچھ سوچ نہ سکا کہ محاصرہ کر لیا جائے۔ لہذا انہوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ خود ان کے لیے شکست کا باعث بن گیا۔ ہوا یوں کہ ان دنوں سخت سردی تھی۔ اس لیے خیموں میں پڑے رہنا بڑا مشکل کام تھا۔ پھر جب یہ محاصرہ لمبا ہو گیا تو خود ان کا کھانے پینے کا سامان جانوروں کا چارہ ختم ہونے لگا تو یوں خود ان کے اپنے سپاہیوں میں بے دلی پھیلنے لگی اور یوں کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔ پھوٹ پڑ جانا تو بذات خود شکست کا سبب ہوتی ہے۔ کیونکہ اتفاق اور اتحاد ہی تو ترقی و کامیابی کی چابی ہے۔ جہاں یہ نہیں وہاں کچھ نہیں۔ پھر ''سونے پر سہاگہ'' یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد قدرتی وسائل سے کر دی۔ وہ اس طرح کہ 25 دن کے محاصرہ کے بعد ایک رات شدید طوفانِ باد و باراں (آندھی و بارش) آیا جس نے کفار کے خیمے اکھاڑ پھینکے اور یوں لشکر کفار بھاگ نکلا۔ اس طرح یہ جنگ بہترین منصوبہ بندی اور اللہ کی خاص مدد سے مسلمانوں نے جیت لی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ وہ ہر وقت ہر بندے کی ہر حرکت پر نظر رکھتا ہے اور اپنی رحمتیں نازل کرتا رہتا ہے۔ اب ذرا یہ دیکھ لیا جائے کہ آخر اس جنگ کی وجوہات کیا تھیں۔

۱۔ جنگ احد میں تیر اندازوں کی غفلت کی وجہ سے مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ جس کی وجہ سے کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ اور وہ شرارتیں کرنے لگے تھے۔

۲۔ قبیلہ عضل اور قارہ کی طرف چار ہجری کو کچھ مبلغین کو تبلیغِ دین کے لیے بھیجا گیا جنہیں قتل کر دیا گیا۔

۳۔ اسی دوران ربیع الاول 4ھ میں یہودی قبیلہ بنی النضیر نے عہد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔

۴۔ جمادی الاول 4ھ میں ہی نبو ثعلبہ اور نبو محارب نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

۵۔ مدینہ کے اندر اور آس پاس کے یہودی قبائل نے ہر وقت سازش اور مسلمانوں کے خلاف جنگ وجدل کا ماحول بنا رکھا تھا۔

اصل میں جنگ احد میں جو نقصان مسلمانوں کو اٹھانا پڑا تھا اس کے اثرات سات آٹھ مہینے کفار کی بدعہدی اور شرارت کی صورت میں دکھائی دیتے رہے۔ مگر بالآخر جنگِ احزاب کے نتیجہ میں اسلام کا رعب اور مسلمانوں کا دبدبہ کفار پر ہمیشہ کے لیے قائم ہو گیا۔ مسلمان تعداد میں کم تھے مگر انہوں نے بڑے خلوص اور محبت سے رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور فرمانبرداری میں ایسے بہترین اقدامات کیے کہ جن کی وجہ سے مسلمانوں کا رُعب پہلے سے بھی زیادہ کفار پر طاری ہو گیا۔ یوں تو پورا قرآن پاک ہی بہترین مضامین سے بھرا پڑا ہے۔ مگر سورۃ الاحزاب اپنے خاص موضوعات اور احکامات کی وجہ سے خاص حیثیت رکھتی ہے۔ مثلاً میدانِ جنگ کی حکمت عملی تو آپ کو بتائی جا چکی ہے۔ اب ان معاشرتی اصلاحات کا بھی ذکر ہو جائے جو ان دو سالوں کے دوران پیش آئے اور اللہ نے ان کا حل مسلمانوں کو بتایا۔ جنگ احد اور جنگ احزاب کے درمیان دو سال کا وقفہ ہے یہ وقفہ بڑے شدید ہنگاموں کا زمانہ تھا۔ مگر نئے مسلم معاشرے کی اصلاح وترقی کا کام بھی ساتھ ساتھ جاری رہا۔

۱۔ اس لیے منہ بولے بیٹے سے متعلق بہت سے مسائل وضاحت سے بیان کیے گئے جن میں سیدنا زید ؓ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور پھر آنحضرت سے ان کا نکاح کا معاملہ۔

۲۔ پردے کے ابتدائی احکامات، جن کی وجہ سے معاشرے کو بے حیائی سے بچانا مقصود تھا۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کی خانگی زندگی کے حوالے سے کچھ احکامات (1) معاشی تنگی کی صورت میں عورت کا مرد کے ساتھ پوری طرح ساتھ دینا۔ (2) حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح میں جو مسائل کھڑے ہوئے ان کا حل بتایا گیا۔ اور یوں ازواجِ مطہرات سے عورت کے لیے لباس، انداز اور غیر مردوں سے میل جول کی حدیں مقرر کر دی گئیں اور اس طرح معاشرے کو تہمت، بے حیائی، افتراء پردازی، افواہ سازی اور دیگر کئی برائیوں سے پاک صاف کر کے ایک پُرسکون، صاف ستھرا اور پُرآسائش ماحول دیا گیا۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سورت اپنے احکامات کے لحاظ سے ایک بہترین سورت ہے۔ ان احکامات کی تفصیلات قرآنی آیات میں ملاحظہ کرتے ہیں۔

سورت کے چار اہم نکات

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ۝۱ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ۝۲ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۳

اے پیغمبر اللہ سے ڈرتے رہنا اور کفار و منافقین کا کہا نہ ماننا، بیشک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔(1) اور جو کتاب آپ کو آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اسی کی پیروی کیے جانا۔ بیشک اللہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔(2) اور اللہ پر بھروسہ رکھنا اور اللہ ہی سب سے بڑا کارساز ہے"۔(3)

تشریح: جو احکامات ان آیات میں نبی اکرم ﷺ کو دیے جا رہے ہیں ان پر آنحضرت ﷺ تو پہلے ہی بڑی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ اصل میں یہ احکامات انسانی زندگی کی اصلاح اور معاشرے کی بہبود کے لیے اس قدر ضروری اور اہم ہیں کہ ان کو تاکید کی شکل دینے کے لیے دہرایا گیا ہے۔ اور نبی ﷺ کو مخاطب کر کے حکم دینے کا مطلب یہی ہے کہ تمام انسان ان احکامات کو غور سے سنیں اور ہمیشہ ان پر سختی سے عمل کریں۔

پہلا حکم: "اللہ سے ڈرتے رہو"۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس قدر عظیم و کبیر، حکمت والا اور طاقت والا ہے کہ تمام کائنات اسی کی پیدا کی ہوئی اسی کے حکم سے چل رہی ہے اور اسی کے حکم سے ختم ہو جائے گی۔ یہ سب کچھ صرف اور صرف اللہ کے ہی اختیار میں ہے اور وہ وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اس لیے اس کے سوا کسی سے مت ڈرو۔ ایمان کی سب سے پہلی شرط ہی یہ ہے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"۔ اس لیے ڈرنا ہے تو صرف اس سے ڈرو۔ اس سے انسان میں خود اعتمادی، خودداری اور ایمان کی مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ جو شخص اللہ سے بے نیاز ہو جائے وہ دل کی تنگی کا شکار ہو جاتا ہے۔

دوسرا حکم: "کفار اور منافقوں کا کہا نہ مانا جائے"۔ جب ایک شخص اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو پھر کفار و منافقین اس کے سامنے ہرگز کوئی حقیقت نہیں رکھتے، لہذا ان کا کہا ماننا تو ناممکن ہو جاتا ہے۔ لیکن کیونکہ ہر شخص کے ساتھ ایک کمزور نفس شیطان کی صورت میں ہمیشہ موجود رہتا ہے اس لیے تاکید کی گئی ہے کہ خبردار دیکھو کبھی شیطان کے کہنے میں آ کر کفار و منافقین کے کہنے میں نہ آ جانا۔ یہ حکم تمام انسانوں کے لیے ہے۔

تیسرا حکم: "جو آپ پر وحی کی گئی ہے اس کی اطاعت کیجیے"۔ یہ حکم بھی بظاہر نبی اکرم ﷺ کو ہی دیا گیا ہے لیکن اصل میں یہ تمام انسانوں، مسلمانوں کے لیے لازم ہے قرآن پاک وحی کے ذریعے آپ ﷺ پر نازل کیا گیا۔ قرآن پاک بہترین ہدایت، علم اور عرفان کی کتاب ہے اس میں انسان کو اس کی حقیقت اور دنیا کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ مولانا وحید الدین خان صاحب اس کی تشریح بڑے خوبصورت انداز میں کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ "یہ دنیا کیا ہے؟ دنیا جنتی انسانون کی انتخاب گاہ ہے۔ قیامت کے بعد کے مرحلہ میں جنتی انسانوں کو جنت کی ابدی آرامگاہوں میں بسایا جائے گا۔ یہ حقیقت قرآن میں آخری حد تک واضح ہے، بشرطیکہ آدمی سنجیدگی کے ساتھ قران پر غور کرے۔ قرآن بتاتا ہے کہ زمین و آسمان اس لیے بنائے گئے ہیں۔ تاکہ اولوا الالباب (عقلمند، دیکھنے والے) اس کو دیکھ کر آیاتِ خداوندی کا ادارک کر سکیں (سمجھ سکیں) سورۃ الملک میں اللہ نے فرمایا۔ "جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا

ہے۔اور وہ (اللہ) غالب بخشنے والا ہے"۔آیت 2، یعنی انسان کو اس لیے تخلیق کیا گیا ہے تا کہ آزمائش میں ڈال کر یہ دیکھا جائے کہ ان میں سے کون ہے جو جنت کی نفیس فضاؤں میں بسائے جانے کے لائق ہے۔" "از دین انسانیت صفحہ 83)

چوتھا حکم: "اللہ پر بھروسہ کیجئے"۔ بھروسہ صرف اس پر کیا جاتا ہے جو سب سے زیادہ مضبوط، سب سے اعلیٰ، سب سے بڑا اور سب سے زیادہ قدرت والا ہو۔شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔سورۃ البقرہ میں اس کی تفصیل یوں آتی ہے۔"اللہ کے سوا کوئی اور ذات عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ اور قائم ہے نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند ،زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے"۔(آیت 255) یہ احکام اتنے واضح اور آسان ہیں کہ ان پر عمل کر کے ہر انسان دنیا وآخرت میں پرسکون اور کامیاب ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے آمین۔

متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) والی رسم کا خاتمہ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے اور نہ تمہاری عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو۔تمہاری ماں بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔(4) مومنو! لے پالکوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو جان بوجھ کر ارادے سے کرے اس پر مواخذہ (پوچھ) ہے۔اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔(5)

تشریح: ان آیات میں تین غلط رسموں کو ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو کہ جاہلیت کے زمانے میں عام تھیں۔ایک یہ کہ وہ لوگ عقلمند انسان کو محاروتاً کہتے کہ "اس کے تو دو دل ہیں۔" یہ طبی نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو بالکل غلط ہے۔اللہ نے انسان کا ایک ہی دل بنایا ہے۔

دوسرا مسئلہ یا رسم یہ تھی کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دیتا کہ "تو میری ماں کی طرح ہے" تو یہ کہنے سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی تھی۔اس رسم کو اللہ نے یوں ختم کیا کہ بیوی بہر حال بیوی ہی رہتی ہے اگر کوئی شخص غلطی سے یہ کہہ دے تو اس کو معافی مانگنی

چاہیے اور کفارہ بھی ادا کرنا چاہیے۔ قرآن میں اس کو ''ظہار'' کا نام دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات ان شاء اللہ سورۃ المجادلہ میں آئیں گی۔ بہر حال اس رسم کو بھی اللہ نے ختم کر دیا ہے۔ کیونکہ ماں تو بہر حال وہی ہے جس نے جنم دیا۔ صرف کہہ دینے سے یہ اتنا بڑا رشتہ ہرگز قائم نہیں ہو سکتا۔ تیسرا مسئلہ یا رسم لے پالک بیٹے کی ہے۔ یہ بھی صرف انسان کی زبان تک محدود ہے حقیقت میں اس کا باپ وہی ہے جس نے اس کو وجود دیا اور ماں وہی ہے جس نے اس کو جنم دیا۔ جاہلیت کے زمانے میں منہ بولے بیٹے کو اصل اولاد کے برابر حقوق دیے جاتے تھے۔ یعنی اس کو وراثت میں اصل اولاد کے برابر حصہ دیا جاتا تھا۔ اور اسی طرح رشتوں میں بھی اس کو یہی مقام دیا گیا تھا یعنی اس کی مطلقہ یا بیوہ کو منہ بولا باپ بیوی نہ بنا سکتا تھا۔ تو اس رسم کو اللہ تعالیٰ نے بالکل ختم کر دیا اور فرمایا کہ ان کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو اگر معلوم نہ ہو سکے تو پھر کوئی بات نہیں وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ تم اللہ سے معافی مانگو اللہ معاف کرنے والا ہے۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے سورج مغرب سے طلوع ہونے یا موت کا وقت آنے سے پہلے معافی مانگنے سے اللہ ضرور معاف فرما دے گا کہ جو کام لاعلمی میں ہو جائے یا جانتے بوجھتے توبہ کرنے سے اللہ ضرور معاف فرما دے گا۔ یہ معاملہ معاشرت میں یعنی لوگوں میں کافی مشکلات کا باعث بنا ہوا تھا۔

دین اسلام کا ہر حکم انسان، سوسائٹی اور قوم و ملت کی بہتری کے لیے دیا گیا ہے۔ اصل رشتے وہی ہیں جو اللہ نے بنا دیے ہیں صرف منہ سے کہہ دینے سے رشتے حقیقت نہیں بن سکتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶

ایمان والوں کے لیے اپنی جان سے زیادہ نبی ﷺ مقدم ہیں اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کی رو سے (مسلمانوں) انصار اور مہاجروں سے ایک دوسرے کے ترکے کے زیادہ حق دار ہیں۔ مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔ یہ حکم قرآن میں لکھ دیا گیا ہے''۔ (6)

تشریح: ایک اور بہترین نکتہ جو یہاں بیان کیا گیا ہے وہ ہے نبی اکرم ﷺ کا رتبہ، کہ آپ مومنوں کے انکی اپنی جانوں سے زیادہ خیر خواہ ہیں۔ اس لیے تمام انسانوں سے بہترین ہے۔ کہ آپ محسن انسانیت ہیں آپ نے اللہ کا بہترین پیغام قرآن کی صورت میں ہمیں دیا اور اپنی بہترین سیرت و کردار سے اس کی تشریح کر دی کیونکہ آپ کا ہر عمل قرآن کے مطابق ہے اور یوں آپ نے عملی طور پر قرآن کا ہر حکم کھول کر بیان کر دیا۔ اسی لیے قرآن وسنت پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اسی اعلیٰ رُتبہ کی وجہ سے آپ کی بیویوں کو مسلمانوں کی مائیں کہا ہے۔ مگر میراث کی حق داران کو بھی قرار نہیں دیا گیا۔ مہاجرین وانصار میں جو بھائی چارہ نبی ﷺ نے قائم کیا تھا تو وہ اس حد تک بڑھ گیا تھا کہ لوگوں نے ان کو اپنی میراث میں بھی حصہ دار بنانا شروع کر دیا تھا تو یہ حکم دیا گیا کہ ویسے انسانی ہمدردی میں جو مدد کرنا چاہو ضرور کرو مگر وراثت کے حق دار صرف اصلی رشتہ دار ہی ہو سکتے ہیں ہاں دوستوں کو وصیت کے طور پر کچھ دیا جا سکتا ہے۔

اولوالعزم انبیاء سے پختہ عہد

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّنَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوحٍ وَّإِبْرٰهِيمَ وَمُوسٰى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝ لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ ع

اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم، موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور ان سے عہد بھی پکا لیا (7) تاکہ سچ کہنے والوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے اور اس نے کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (8)

تشریح: ان آیات میں انبیاء کی فضیلت کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے۔ کہ ایک عہد تو کل مخلوق سے لیا تھا عالمِ ارواح میں جو عہدِ الست کے نام سے مشہور ہے اور یہ عہد وہ خاص عہد ہے جو نبیوں سے لیا گیا کہ اپنی تبلیغ پوری دیانتداری سے کریں گے۔ پورے خلوص اور محنت سے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیں گے۔ یہاں خاص طور سے پانچ انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے اور آخری رسول ﷺ کو ان سب پر فضیلت دیتے ہوئے مخاطب کیا گیا ہے۔ اور یہ عہد اس لیے لیا گیا ہے تاکہ ایک دوسرے کی گواہی دے سکیں۔ ویسے بھی سب نبی ایک دوسرے کو مانتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اِن کے لیے گواہی لی جائے گی کہ کیا انہوں نے اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچایا یا نہیں؟ قیامت کے دن کفار بوکھلائے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں تو کسی نے بتایا ہی نہیں تھا جب انبیاء گواہی دیں گے کہ ان کو سب کچھ بتایا گیا تھا۔ مگر یہ لوگ کفر سے باز نہ آئے تو رب العزت فرماتے ہیں "کہ اس نے کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے" کفار اور نااہل مسلمانوں کو ہوش کرنا چاہیے اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسول پر ایمان لانا اور کتاب کو غور سے پڑھنا، عمل کرنا اور دوسروں کو سکھانا چاہیے۔ حدیث میں مومن کی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ "وہ لوگ کہ جب انہیں کوئی حق دیا جائے تو وہ اس کو قبول کر لیں (مسند احمد)۔ مطلب یہ ہے کہ سچا مومن وہ ہے کہ جب بھی سچائی اس کے سامنے لائی جائے وہ بلا جھجک اس کو فوراً قبول کر لے۔ اور عمل کرے۔ ایسے ہی لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ انسانوں کی اسی بھلائی کے لیے رسولوں کو پیغامِ حق دے کر بھیجا گیا ہے۔ جو بڑی خوش اسلوبی سے انہوں نے بندوں

تک پہنچا دیا ہے۔ نیک اور پاکباز انسانوں کی مدد اللہ تعالیٰ ہر صورت کرتا ہے جیسا کہ غزوۂ احزاب میں اللہ نے مدد کی۔

واقعہ غزوۂ احزاب

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا
وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ
اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾
هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰاَهْلَ يَثْرِبَ
لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا
هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ
لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ
وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا
لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ
بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ
مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ
فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ
فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا
فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ
وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ
كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ ع ۲ ۱۲ ۱۸
يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا
مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ

يَنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ
يَنَالُوْا خَيْرًا ۗ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ
ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ
وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۗ
ع وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾

مومنو! اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جو اس نے تم پر اس وقت کی جب فوجیں تم پر حملہ کرنے کو آئیں تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر نازل کیے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان کو دیکھ رہا ہے۔(9) جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل مارے دہشت کے حلقوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔(10) وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔(11) اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ "اللہ اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا"۔(12) اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ "اے اہل مدینہ یہاں تمہارے ٹھہرنے کا مقام نہیں تو لوٹ چلو اور ایک گروہ ان میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے لگا اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔(13) اور اگر فوجیں اطراف مدینہ سے ان پر آ داخل ہوں پھر ان سے خانہ جنگی کے لیے کہا جائے تو فوراً کرنے لگیں اور اس کے لیے بہت کم سوچیں۔(14) حالانکہ پہلے اللہ سے اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ سے جو اِقرار کیا جاتا ہے اس کی ضرور پرسش ہوگی۔(15) فرما دیں کہ اگر تم مرنے یا مارنے سے بھاگتے ہو تو بھاگنا تم کو فائدہ نہیں دے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے۔(16) فرما دیں کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے۔ یا اگر تم پر مہربانی کرنا چاہے تو کون اس کو ہٹا سکتا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ کے سوا کسی کو نہ اپنا دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔(17) اللہ تم میں سے ان لوگوں کو بھی جانتا ہے جو لوگوں کو منع کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ اور لڑائی میں نہیں آتے مگر کم۔(18) یہ اس لیے کہ تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں پھر جب ڈر کا وقت آئے تو تم ان کو دیکھو، تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں اور ان کی آنکھیں اسی طرح پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں سے تمہارے خلاف زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں یہ لوگ حقیقت میں ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیے اور یہ اللہ کو آسان تھا۔(19) خوف کے سبب خیال کرتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں اور اگر لشکر آ جائیں تو خواہش کریں کہ کاش گنواروں میں جا رہیں اور تمہارے بارے میں پوچھا کریں

اور اگر تمہارے درمیان میں موجود ہوں، تو لڑائی نہ کریں مگر کم (بے دلی سے)۔(20) یقیناً اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے ایسے شخص کے لیے جسے اللہ سے ملنے اور قیامت کے دن کے آنے کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت (بہت زیادہ) سے کرتا ہو۔(21) اور جب مومنوں نے کفار کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے "یہ وہی ہے جس کا اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ کہا تھا"۔ اور یوں ان کا ایمان اور اطاعت اور بڑھ گئی۔(22) مومنوں میں کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جو انہوں نے اللہ سے کیا تھا۔ تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے (اپنا ذمہ پورا کر چکے) اور بعض انتظار کر رہے ہیں اور ایک ذرہ بھی نہیں بدلے۔(23) تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا چاہے تو ان پر مہربانی کرے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(24) اور جو کافر تھے ان کو اللہ نے پھیر دیا وہ اتنے غصہ میں بھرے ہوئے تھے کہ کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے اعتبار سے کافی ہے، اللہ طاقتور اور زبردست ہے۔(25) اور اہلِ کتاب میں سے جنہوں نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے اتار دیا اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ ایک جماعت کو تم نے قتل کیا اور ایک جماعت کو قید کیا۔(26) ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مال کا اور اس زمین کا جس میں تم نے پاؤں بھی نہیں رکھا تھا تم کو وارث بنا دیا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے"۔(27)

تشریح: جیسا کہ پچھلی آیات میں مسلمانوں کو اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا تھا تو یہاں سے رکوع 3 کے آخر تک کی آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب نبی اکرم ﷺ بنی قریظہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ یہ پورے دو رکوع غزوۂ احزاب کے واقعہ سے متعلق ہیں اور ساتھ ہی ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق ہدایات اور احکامات ہیں۔ ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ تیسرے سال غزوۂ احد ہوا۔ چوتھے سال غزوۂ احزاب پیش آیا۔ غزوۂ احزاب کفار و مشرکین اور یہود کی مشترکہ طاقت کے نتیجہ میں ہوا۔ یہ فوج اتحادیوں کی فوج تھی جس کی تعداد 10 سے 15 ہزار تک بتائی گئی ہے جب کہ مسلمان تین ہزار تھے۔ جن میں منافقین بھی شامل تھے۔ اور سخت سردی کا موسم تھا۔ یہ جنگ مسلمانوں کے لیے بڑی ہی سخت آزمائش کی جنگ تھی۔ مگر ادھر مسلمانوں کی مدد میں اللہ عظیم کی مدد شامل تھی اسی لیے تو مسلمانوں کو ایسی بہترین فتح ملی کہ مخالف گروہوں، کفار و مشرکین، یہود اور منافقین کی کمریں اس طرح توڑ دیں کہ آئندہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ اس طرح یہ غزوہ مدینہ کی سرزمین پر کفر و اسلام کا آخری معرکہ تھا۔ اس غزوہ کی وجوہات کچھ یوں ہیں۔ بنی نضیر کے یہود جن کو شرارتوں کی وجہ سے مدینہ سے باہر نکال دیا گیا تھا انہوں نے عرب کے بڑے بڑے قبیلوں کو حملہ کے لیے جمع کر لیا۔ احد میں مسلمانوں کے نقصان کی وجہ سے کفار کو مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت ہوئی۔ حملہ اتنا بھرپور انداز میں کیا گیا کہ یکدم مسلمان گھبرا گئے۔ کیونکہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور باقی تمام صحابہ کی مرضی سے مدینہ کے اندر

محصور ہو کر یہ جنگ لڑی گئی۔ تین طرف سے شہر قدرتی طور پر محفوظ تھا چوتھی طرف خندق کھود لی گئی اس کی لمبائی 3½ میل تھی چوڑائی اور گہرائی اتنی تھی کہ دشمن اس کو پار نہ کر سکے۔ یہ خندق شیخین سے شروع ہو کر جبلِ سلع کے مغربی گوشے تک تھی۔ دشمن کی فوج کا ساز و سامان اور تعداد دیکھ کر مسلمان مبہوت ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ''تمہارے دل دھڑک کر گلوں تک پہنچ گئے تھے۔ محاصرہ کیونکہ 21 دن تک رہا اس لیے مسلمانوں کے کمزور ایمان والے لوگ گھبرا گئے اور کچھ اللہ کے وعدہ کے خلاف بولنے لگے۔ کچھ محاذ سے بھاگنے کی ترکیبیں کرنے لگے اور کچھ یہود نے جو مدینہ کے اندر تھے اندر سے حملے کا ارادہ کیا اور کچھ منافقین نے علیحدہ ہونے کا پروگرام بنایا۔ اور یوں پکے سچے اور مضبوط

مسلمانوں کا پتہ چل گیا۔ کیونکہ ان کے حوصلے بلند تھے اور ان کو اللہ کے ''فتح'' کے وعدے پر پورا یقین تھا وہ اس یقین اور ایمان کی مضبوطی کے سہارے اپنے اپنے محاذِ جنگ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ کہ بے شمار مصیبتوں، پریشانیوں اور شدید آزمائشوں کے بعد بالآخر اللہ کی مدد آ پہنچی رات کے وقت سخت قسم کا طوفان باد و باراں آیا کہ جس سے دشمن کی ہر چیز، کیا خیمے، کیا ہتھیار، کیا جانور اور کیا خوراک غرض ہر چیز تہس نہس ہو گئی اور لشکر تتر بتر ہو گیا۔ صبح مسلمانوں نے دیکھا کہ میدان خالی پڑا ہے تو اللہ کی مدد پر حیران ہوتے ہوئے سجدہ شکر بجالائے۔ اسلامی طرزِ عمل کے چند نکات اس غزوہ میں ملتے ہیں۔

۱۔ موت کے ڈر سے میدان جنگ سے بھاگنا۔ کیونکہ موت نے تو ہر صورت آنا ہے۔ جہاں بھی بھاگ جاؤ۔ موت ضرور آ پکڑے گی۔

۲۔ اللہ کا فیصلہ اٹل ہے۔ اگر اس نے بھلائی پہنچانے کا فیصلہ کیا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر نقصان کا فیصلہ ہو چکا ہے تو وہ بھی اٹل ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔

۳۔ منافقین کی پہچان۔ لڑائی میں کبھی کبھی آتے ہیں تاکہ فتح کی صورت میں مالِ غنیمت مل جائے اور ویسے ہر کام میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ خطرے کے وقت مرنے والے ہو جاتے ہیں۔

۴۔ منافقین اور کمزور ارادے والے لوگوں کا کوئی کام بھی اللہ کے حضور منظور نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہر کام میں خلوص نیت، پاک نیت اور پکے ارادے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ بڑے سے بڑا کام بھی بے کار ہوتا ہے۔ اللہ کے پاس نہ تو وہ قبول ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی اجر ملتا ہے۔

۵۔ رسول ﷺ کی پیروی۔ جو لوگ اللہ و آخرت کو مان چکے ہیں اور ہر وقت دل میں اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں وہی دلیر، ثواب کے امیدوار اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ ایسے ہی لوگ نبی ﷺ کی اطاعت کرنے کے لائق ہیں۔

۶۔ عہد کے پکے لوگ۔ جب انہوں نے کفار کی بے شمار فوج کو دیکھا تو بجائے پریشان ہونے کے اپنے عہد اور اللہ کے وعدے پر مضبوط اعتقاد رکھتے ہوئے میدان میں ڈٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ان کا یقین و ایمان اور بھی مضبوط ہو گیا۔

منافقین ان کے برعکس پریشان ہوکر بھاگنے لگے۔

۷۔ اللہ کا وعدہ بخشش کا اور سزا کا ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور جن کو اللہ توبہ کی توفیق دے گا تو ان کو بخش بھی دے گا۔ کیونکہ اللہ غفور الرحیم ہے۔ (بخشنے والا رحم کرنے والا)

۸۔ اللہ کی تدبیر سب سے بڑی ہے۔ جیسے اس نے دشمن کی فوج کو بغیر لڑائی کے ہی بھگا دیا۔

۹۔ بنو قریظہ کی سزا۔ وہ بھی اپنے مضبوط قلعوں سے نکالے گئے اور سزا کے مستحق ہوئے۔ یہ مدینہ کے مشرق میں رہتے تھے۔ مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کئے ہوئے تھے۔ مگر غزوۂ احزاب میں حملہ کے وقت دشمن سے مل گئے۔ کفار کی شکست پر یہ یہودی بھاگ کر اپنے قلعوں میں چلے گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس دن کے محاصرے کے بعد انہوں نے صلح کی گفتگو کی۔ اوس کے سردار سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی رضامندی پر یہ فیصلہ دیا کہ کیونکہ یہود نے برے وقت پر وعدہ خلافی کی یعنی غداری کی اس لیے ان کے نوجوان قتل کر دیے جائیں بچے اور عورتیں قیدی بنا لیے جائیں۔ ان کے مال و جائیداد کے مالک مہاجرین کو بنا دیا جائے۔ اس کے بعد ایک اور زمین پر تمہیں قبضہ دیا۔ اس سے مراد خیبر کی زمین قیصر و کسریٰ اور کئی اسلامی فتوحات کی نشاندہی کی گئی۔ جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ قادر مطلق ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور کوئی بھی اس کے کاموں میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ جب ہم جنگِ احزاب کا پوری طرح جائزہ لے لیتے ہیں تو اسلام کی برکتوں، رحمتوں اور فضیلتوں کا یقین پوری طرح ہو جاتا ہے۔ اسلام کا تو مطلب ہی امن اور سلامتی ہے یہ دین فطرت ہے۔ جب ہم اسلامی تاریخ کے واقعات دیکھتے ہیں تو ہمیں بے شمار واقعات ایسے ملتے ہیں جو اس بات کا عملی ثبوت ہیں کہ اسلام نے انسان کو رحمت کا سبق دیا ہے۔ مثلاً ہجرت مدینہ ہے۔ پھر فتح مکہ ہے۔ جنگ احزاب تو بہت بڑا واقعہ ہے جو اس حدیث پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ آپ نے فرمایا ''دشمن سے جنگی مڈبھیڑ کی تمنا نہ کرو، تم اللہ سے عافیت مانگو''۔ اسی طرح مکہ کی مہم میں ایک مسلمان نے کہا ''آج گھمسان کا دن ہے۔'' آپ نے فرمایا ''آج رحمت کا دن ہے''۔ مولانا وحید الدین خان صاحب نے اس موضع کو بڑے پیارے انداز میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں۔ ''حقیقت یہ ہے کہ اسلامی کلچر رحمت کا کلچر ہے۔ وہ گن کلچر نہیں۔ اسلام انسانوں کے درمیان ہر حال میں معتدل اور پُرامن تعلقات قائم کرنا چاہتا ہے خواہ اس کے لیے فریق ثانی کی یک طرفہ شرطوں پر صلح کر لینا پڑے، جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر کیا گیا۔ اہل ایمان کا کام نہ سر کاٹنا ہے اور نہ سر کٹوانا اہل ایمان کا کام یہ ہے کہ وہ دنیا میں اللہ کے متواضع بندے بن کر رہیں۔ وہ بُرے سلوک کے جواب میں اچھا سلوک کریں۔ وہ اعلیٰ اخلاق کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں معرفتِ حق کے چشمے جاری کریں وہ خود بھی ربانی انسان بنیں اور دوسروں کو بھی ربانی انسان بنانے میں اپنی ساری طاقت لگا دیں۔

(از دین انسانیت صفحہ 106)

نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کے لیے خصوصی آیات

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰

اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔(28) اور اگر تم اللہ اس کے پیغمبر اور آخرت کی خواہشمند ہو تو تم میں جو نیکی کرنے والی ہیں (پاکباز) ان کے لیے اللہ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔(29) اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی تو اس کو دوگنا زیادہ سزا دی جائے گی اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔(30)

تشریح: ان آیات میں بھی خالصتاً رشد و ہدایت کے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ ان میں آنحضرت ﷺ کی سادہ زندگی اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے لیے بڑے خاص احکامات ہیں جو کہ دراصل تمام مسلمان عورتوں کے لیے ہیں۔

ہوا یوں کہ جب غزوہ احزاب، بنونضیر اور پھر بنو قریظہ کی فتوحات مکمل ہو گئیں تو مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ لگا جو کہ تمام تقسیم کر دیا گیا۔ انسانی فطرت کے تحت ازواجِ مطہرات نے بھی اپنے اخراجات کے لیے کچھ زیادہ کی فرمائش کر دی جس پر نبی اکرم ﷺ کو بہت ناگوار ہوا کیونکہ آپ ﷺ تو ان دنیوی مال و اسباب سے بالکل محبت نہ رکھتے تھے۔ بلکہ آپ کو تو فقر و فاقہ اور درویشانہ زندگی پسند تھی کیونکہ آپ روحانیت کے اس درجہ پر پہنچ چکے تھے کہ آپ کو ان عیش و آرام سے ہرگز کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور آپ اپنی بیویوں سے بھی اسی رویہ کی توقع کرتے تھے۔ اس لیے آپ بڑے پریشان اور ناخوش ہوئے تب یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن کا مفہوم یہ ہے کہ اول تو بیویوں کو اپنے خاوند کی رضا خوشی اور طریقہ کے مطابق خود کو ڈھال لینا چاہیے۔ خاوند کی مرضی کے خلاف دنیوی آرام و آسائش کو مقدم نہیں رکھنا چاہیے۔ خاص طور سے اس قدر بلند مقام پر اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔ اس کے لیے اللہ کی طرف سے اس قدر سخت حکم آیا ہے کہ فرمایا ان کو کہہ دو دنیا کی زندگی چاہتی ہو تو کچھ مال و دولت لے لو اور رخصت ہو جاؤ۔ اور اگر آخرت کی آسائشیں چاہتی ہو تو پھر وہی سادہ زندگی گزارو جو اس رُتبہ کی عورتوں کے لیے مناسب ہے۔ پھر دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ دیکھو اے پیغمبر ﷺ کی بیویو! اپنے مرتبہ کا خیال رکھو اگر تم سے کوئی غلطی ہو گئی تو تمہیں عام عورتوں کی نسبت دوگنا عذاب ملے گا اور اگر نیکی کرو گی تو دوگنا ثواب ملے گا۔ کیونکہ تم تمام عورتوں کے لیے نمونہ کی حیثیت رکھتی ہو۔ لہٰذا تمہیں عام عورتوں سے زیادہ اللہ کا ڈر رکھتے ہوئے نیک اور پاکباز زندگی گزارنی چاہیے جس کے درج ذیل اصول بیان ہوئے ہیں۔ اللہ اور رسول کی پیروی کرو۔

وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ

عورتوں کے لیے احکام الٰہی

وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَيۡنِۙ وَاَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا
كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِىِّ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَيَطۡمَعَ
الَّذِىۡ فِىۡ قَلۡبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ وَلَا تَبَـرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِيَّةِ
الۡاُوۡلٰى وَاَقِمۡنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيۡنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ
الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ﴿۳۳﴾ وَاذۡكُرۡنَ مَا يُتۡلٰى فِىۡ بُيُوۡتِكُنَّ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ
وَالۡحِكۡمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيۡفًا خَبِيۡرًا ﴿۳۴﴾ ع

اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوگنا ثواب دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔ (31) اے پیغمبر کی بیویو! تم دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو کسی اجنبی شخص کے ساتھ نرم لہجے سے بات نہ کیا کرو ورنہ جس شخص کے دل میں مرض ہے وہ کوئی غلط توقع لگا بیٹھے گا لہٰذا دستور کے مطابق بات کیا کرو۔ (32) اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور قدیم دور جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار نہ کرو۔ نماز پڑھتی رہو، زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے پیغمبر کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کا میل کچیل دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔ (33) اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو۔ بیشک اللہ باریک بین اور باخبر ہے۔ (34)

تشریح: ان آیات میں بھی خالصتاً رشد و ہدایت کے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ غیر مردوں سے بات کرتے ہوئے اپنی آواز کو قدرے سخت اور بارُعب رکھو۔ نرم اور پُرکشش آواز سے بات مت کرو، کیونکہ جیسے عورت کے حسن و جمال سے غیر مرد متاثر ہوتے ہیں اسی طرح نسوانی آواز میں بھی مردوں کیلئے کشش ہوتی ہے جو کہ بے حیائی کی طرف لے جاتی ہے۔ اس لیے باقی جسمانی حسن و جمال کے ساتھ آواز کے حسن کو بھی قابو میں رکھو۔

بے ضرورت گھر سے باہر حسن و جمال نہ دکھاتی پھرو بلکہ بہتر ہے کہ گھر کے اندر وقار سے رہو۔

باہر نکلو تو چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ کر نکلو۔

نماز باقاعدہ پڑھو، زکوٰۃ دو اور اللہ و رسول کی اطاعت میں لگی رہو۔ تاکہ ان عبادات کی وجہ سے تمہارے دل پاک اور تم اخلاقی لحاظ سے بہترین انسان بن کر دوسروں کے لیے نمونہ بن جاؤ۔ تمہیں یہ عزت ملی ہے اور اللہ کی طرف سے خاص فضل ہے

کہ تم ایسے گھروں میں رہتی ہو جہاں ہر وقت کلام پاک کی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے جو بھی ایسے ماحول میں رہے گا یقینا اس کا دل و دماغ عام گھروں میں رہنے والوں سے بہت زیادہ مختلف ہوگا۔ پھر جو جان بوجھ کر غلطی کرے تو اس کو عذاب زیادہ ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے اور یہی اللہ کی مصلحت ہے کہ اس نے ازواجِ مطہرات پر یہ خاص احکامات نازل کئے تاکہ وہ سب کے لیے نمونہ بنیں۔ بیشک اللہ بھید جاننے والا خبردار ہے۔ ان آیات میں عورتوں کو آدابِ زندگی اور دینی تعلیمات دی گئی ہیں۔

مرد اور عورتیں ثواب میں برابر ہیں

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ وَالْقَٰنِتِينَ وَالْقَٰنِتَٰتِ وَالصَّٰدِقِينَ وَالصَّٰدِقَٰتِ وَالصَّٰبِرِينَ وَالصَّٰبِرَٰتِ وَالْخَٰشِعِينَ وَالْخَٰشِعَٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَٰتِ وَالصَّٰٓئِمِينَ وَالصَّٰٓئِمَٰتِ وَالْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَٰفِظَٰتِ وَالذَّٰكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، راست باز مرد اور راستباز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کو زیادہ یاد کرنے والے مرد اور زیادہ یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے بخشش اور اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (35) اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔ (36)

تشریح: ان آیات میں مردوں اور عورتوں کو عبادات اور ان پر ملنے والے ثواب میں برابر شمار کیا گیا ہے یہاں خاص طور سے ہر عبادت میں مرد و عورت کا ذکر کر کے اس بات کو پکا کر دیا گیا ہے کہ عبادات میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ کے ذکر کو کثرت سے کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ مثلاً یہ وضو کی قید سے آزاد ہے۔ وقت، سمت، جگہ اور رکوع و سجود کی قید سے آزاد ہے۔ بلکہ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور دنیا داری کا ہر کام عبادت میں شمار ہونے لگتا ہے۔ دل کو سکون اور روح کو پاکیزگی حاصل ہوتی رہتی ہے۔ دیگر عبادات یعنی ارکانِ اسلام توحید، نماز،

زکوۃ ،روزہ اور حج وغیرہ ان سب کا تعلق ذکرِ الٰہی سے ہی تو ہے مگر ان میں وضو جگہ، وقت اور پیسے کی پابندی ہے جبکہ ذکر ہر وقت اٹھتے بیٹھتے لیٹتے کیا جاسکتا ہے۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ذکر تمام عبادات کی روح ہے۔مومن کا دل معرفتِ الٰہی کا خزانہ ہے یہ معرفت ذکرِ کثیر سے حاصل کی جاسکتی ہے۔میجر جنرل غلام محمد ملک صاحب، اس کی تعریف بڑے خوبصورت انداز میں کرتے ہیں۔لکھتے ہیں۔''آج انسان جہاں مادی ساز و سامان کو ہی جنگ میں فتح و کامرانی کا ذریعہ سمجھتا ہے وہاں وہ یہ حقیقت بھول گیا ہے کہ ذکرِ الٰہی میدان جنگ فتح کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔''جب تمہارا آمنا سامنا کسی گروہ سے ہوجائے تو جم کر رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ کامیاب ہوسکو''۔(سورہ انفال آیت: 45)

پھر ٹرائن کا قول لکھتے ہیں (کتاب (In tune with the nature) ''ہم خدائی طاقت کے ساتھ وہ تعلق اور ہم آہنگی پیدا کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہدایت، نور اور قوت کا چشمہ بن جائے۔اس دانشِ اعلیٰ سے متاثر ہونے کے بعد ہم خدائے حیی و قیوم کی صفات کا مرکز بن جاتے ہیں''۔ٹرائن مزید لکھتا ہے۔''اللہ بے کراں سکون کا منبع ہے۔جب ہم اس سے ہم آہنگ ہوجاتے ہیں تو ہم پر سکون برسنے لگتا ہے۔کروڑوں انسان مصائب میں گرفتار ہیں ان کے دل و دماغ اور جسم بے چین ہیں، لمبے لمبے سفر کرتے، کاریں خریدتے، محل بناتے اور دولت کے انبار لگاتے ہیں۔لیکن پھر بھی بے چین رہتے ہیں۔کاش انہیں معلوم ہوتا کہ سکون باہر سے نہیں بلکہ دل سے جنم لیتا ہے اگر ہم روح کی پکار کو سُن کر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھالیں تو ہمارا دل فردوس مسرت سے معمور ہوجائے گا''۔''ذکرِ الٰہی سے اللہ کی رحمتیں تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ بندے کی طرف متوجہ ہوجاتی ہیں''۔(از مطالعہ قرآن)

تو آخر میں ذکرِ کثیر کرنے والے مومنین اور مومنات کو جو سب سے بڑا فائدہ ہوگا، وہ ہے اللہ کی بخشش اور اجرِ عظیم۔اگلی آیت میں اللہ و رسول کے حکم کی پابندی کی تاکید کی گئی ہے۔گو یہ آیت اصل میں ایک خاص واقعہ پر نازل ہوئی۔

ہوا ایسے کہ حضرت زید کو نبی اکرم ﷺ نے خرید کر آزاد کر دیا اور اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔جب حضرت زید رضی اللہ عنہ جوان ہوئے تو آپ نے ان کا نکاح حضرت زینب سے کرنا چاہا۔مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس پر حضرت زینب اور ان کے بھائی مان گئے اور شادی ہوگئی۔مگر اس میں بہت بڑی مصلحت تھی ورنہ اللہ تو سب جانتا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے۔اصل میں اس واقعہ سے ایک فضول رسم کو ختم کرنا تھا اگلی آیات میں ہے۔

حضرت زید کی شادی اور طلاق کی مصلحت

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا

وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَیَخْشَوْنَهٗ وَلَا یَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِیْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۴۰﴾

اور جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا، کہہ رہے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ ڈرنا تو صرف اللہ سے چاہیے۔ پھر جب زید نے اس سے اپنی غرض پوری کر لی یعنی نکاح کے بعد اسے طلاق دے دی تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا۔ تاکہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ انہیں طلاق دے دیں اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا (37) پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے ان کے لیے مقرر کر دیا۔ اور جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے (38) اور جو اللہ کے پیغام جوں کے توں پہنچاتے اور اس سے ڈرتے، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے" (39) اور محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں کی نبوت کی مہر یعنی اس کو ختم کر دینے والے ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے"۔ (40)

تشریح: دراصل اِن آیات میں اللہ کی اس حکمت کو بیان کیا گیا ہے جس کے ذریعہ سے جاہلیت کی وہ رسم سرے سے ختم کرنا مقصود تھا کہ جس کی وجہ سے لوگ منہ بولے بیٹے کو سگے بیٹے کے برابر درجہ دیتے تھے۔ اسی وجہ سے وراثت کے معاملہ میں بڑی الجھنیں پیدا ہو جاتی تھیں اور پھر اصلی رشتہ دار وراثت سے کافی حد تک محروم رہ جاتے تھے اسی طرح رشتہ داریوں کی حرمت اور درجات میں کافی گڑبڑ ہو جاتی تھی۔ دین اِسلام اصلاحِ معاشرہ کا دین ہے اسی لیے اس غلط رسم کو جڑ سے نکال دیا گیا۔ ہوا اس طرح کہ جب خلافِ خوشی حضرت زینب اور حضرت زید کا نکاح اللہ کے حکم کے تحت ہو گیا تو اصل میں ان دونوں کو دلی طور پر ایک دوسرے سے رغبت یعنی خوشی نہ ہوئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کا آپس میں جھگڑا رہنے لگا۔ حضرت زید اکثر نبی اکرم ﷺ سے شکایت کرتے تو آپ ان کو سمجھاتے کہ عزت کا مسئلہ ہے تم کوشش کر کے نباہ کرو اور طلاق نہ دو۔ اصل میں تو یہ سب اللہ کے طے شدہ پروگرام کے تحت ہو رہا تھا۔ اور حضور کو اللہ نے بتا دیا تھا کہ جب زید ان کو طلاق دے گا تو عدت پوری ہونے پر آپ نے حضرت زینب سے نکاح کرنا ہے۔ یہ حکم آنحضرت ﷺ کو بہت مشکل لگ رہا تھا۔ آپ سخت پریشان تھے کہ لوگوں کو میرے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا بہت بڑا موقعہ مل جائے گا اور یوں میری عزت وقار اور نبوت کے درجہ پر

بہت بُرا اثر پڑے گا اور لوگوں کے غلط سلط الزامات ،طعنوں اور تہمتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔اللہ تو دلوں کے بھید اور ہر ظاہر باطن سے اچھی طرح واقف ہے تو اسی لیے اس آیت میں کہا گیا کہ تم لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنا تو صرف اللہ ہی سے چاہیے یعنی بندوں سے مت ڈرو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے صرف اللہ سے ڈرو اور اس کے حکم کو مانو۔کوئی جھجک اور پریشانی دل میں مت لاؤ۔ جتنے نبی آپ سے پہلے گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی ہمارا یہی طریقہ رہا ہے کہ جس بات سے ان کو منع کیا گیا انہوں نے وہ کام ہرگز نہیں کیا اور جس بات کے کرنے کا حکم دیا گیا فوراً بخوشی انہوں نے کر ڈالا۔آپ بھی بلا جھجک زینب کی طلاق اور عدت پوری ہونے کے بعد ان سے شادی کرلیں یوں یہ بات پکی ہو جائے گی اور آئندہ کوئی مسلمان منہ بولے بیٹے کو سگے بیٹے کے برابر نہیں سمجھے گا۔جان لو کہ زید آپ کے بیٹے کی حیثیت ہرگز نہیں رکھ سکتے کیونکہ وہ حارث کے بیٹے ہیں ان کی بیوی آپ کی بہو نہیں بلکہ عام عورت ہے۔طلاق ہونے پر عدت پوری ہونے پر ان سے آپ شادی کرلیں یہ اللہ کا حکم ہے۔فرمایا ”اور اللہ کا حکم ایک طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے“۔ یعنی اللہ کا حکم بڑی مناسب سوچ سمجھ اور بڑی احتیاط سے پہلے ہی تیار کیا جا چکا ہوتا ہے۔اس لیے اس پر عمل کرنے میں کوئی تردد،کوئی پریشانی نہیں ہونی چاہیے اور رسول تو اس بات کو بڑی اچھی طرح جانتے ہیں،وہ کبھی بھی حکم ماننے میں دیر نہیں کرتے اور نہ ہی سوچ بچار سے کام لیتے ہیں۔سب جانتے ہیں کہ کفایت کرنے والا تو صرف اللہ ہی ہے اور وہی ہر مسئلہ کو نمٹانے کے لیے کافی ہے۔لہٰذا آپ ﷺ نے حضرت زینب سے ان کی طلاق اور عدت پوری ہونے کے بعد شادی کرلی۔اس پر تمام کفار کو نبی ﷺ کی ذات پر اعتراضات کرنے کا ایک بہانہ مل گیا تو اس کا جواب قرآنِ پاک میں یوں دیا گیا ہے۔”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں“۔مطلب یہ ہے کہ آپ کے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اس لیے آپ ﷺ کا تو کوئی بیٹا ہے ہی نہیں کہ جس کی بیوی ہو اور وہ طلاق ملنے پر سسر سے شادی کرلے۔حضرت زید آپ کے بیٹے نہ تھے بلکہ صرف منہ بولے بیٹے تھے اور منہ بولا بیٹا ہرگز سگا بیٹا نہیں ہوتا اس کی حیثیت ہر لحاظ سے لے پالک کی ہی ہوتی ہے۔یہ رسم کہ اس کو سگے بیٹے کی حیثیت مل جائے اب سے ختم کی جا رہی ہے۔یہ مسئلہ تو اس وضاحت کے ساتھ یہاں ختم ہوتا ہے کہ یہ فرمانِ الٰہی بھی ہے اور سنت رسولؐ بھی۔ایک ایسے رسول کی سنت کہ جو تمام نبیوں پر مہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔مہر کا مطلب ہے کہ نبی و رسول کی آمد کو ختم کر کے اللہ نے پکی مہر لگا دی ہے کہ اب آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی رسول آئے گا۔دین ہر لحاظ سے مکمل ہو چکا ہے۔قرآن و سنت میں قیامت تک کے تمام مسائل بڑی وضاحت سے بیان کر دیے گئے ہیں۔کوئی مسئلہ زندگی کا ایسا نہیں جو حل نہ کر دیا گیا ہو۔قرآن پاک میں اس کے بارے میں بڑی وضاحت سے کہہ دیا گیا ہے کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کرلیا“۔(سورۃ المائدہ آیت:۳)

دینِ محمدی سے پہلے جس قدر دین دنیا میں آئے سب وقت کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے چلے گئے اور بالآخر

مخالف طاقت کے ہاتھوں ختم کر دیے گئے۔ کیونکہ رسولوں کی آمد لوگوں کی اصلاح کے لیے حضرت آدم سے شروع ہو چکی تھی۔ مگر جو بھی رسول آتا وہ کسی خاص قوم یا ملک کے لیے آتا جبکہ نبی پاک ﷺ پوری دنیا کے لیے رحمت بن کر آئے اور آپ کا نام اور پیغام ہمیشہ جوں کا توں ہی رہے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ یہ بالکل پکی اور سچی حقیقت ہے۔ قرآن کی سچائی کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ چودہ سو سال پہلے جو بات قرآن میں کہہ دی گئی اس کو دنیا کا کوئی دور، تاریخ کا کوئی انقلاب اور قدرتی آفات کے اثرات اس کہی گئی بات کو بدل نہیں سکے کہ "یہ دین آخری ہے اور مکمل ہے"۔ آج مخالفِ دین جو یہ کہتے ہیں کہ اتنی پرانی ہدایات آج کے اس بدلے ہوئے زمانے اور ترقی کے دور میں کیسے مانی جاسکتی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا وہی ہے اس کی ہر چیز آسمانوں سے زمین تک وہی ہے۔ انقلابات نے جغرافیائی حیثیت تو بدل دی مگر اخلاقی، روحانی اور انسان کی بنیادی ضروریات زندگی کے تقاضے، اعتقاد اور اللہ کا تصور ہرگز نہیں بدل سکا۔ آج بھی کسی پڑھے لکھے یا جاہل سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا؟ تو وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے۔ اللہ نے۔ اصل میں دین کی اکملیت کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیت 3 میں یہ اعلان بڑے وثوق سے کیا گیا ہے۔ کہ "آئندہ آنے والے زمانوں میں تاریخ کے واقعات انہی اسباب کے تحت ہوں گے کہ جو بجائے دینِ اسلام کو جھٹلانے کے دین کی سچائی کے کام آئیں گے۔

اس بات کی وضاحت کے لیے میں مولانا وحید الدین خان صاحب کی کتاب دین انسانیت سے مدد لینا چاہوں گی۔ ان کی وضاحت بہترین اور جامع ہے مگر میں اس کا مفہوم اپنے الفاظ میں لکھنا چاہوں گی تا کہ بچوں کے معیار کے مطابق عام فہم اور آسان ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے لوگوں کا علم اتنا وسیع نہیں تھا کہ اللہ کی ذات کی تعریف کر سکیں۔ وہ تو ہے ہی عظیم و کبیر انسانی عقل سے بہت بلند مگر پھر بھی علم و عرفان نے انسان کو اس کی حقیقت سمجھنے میں کافی مدد دی ہے۔ پہلے تو اللہ کے تصور کو اندھا اعتقاد کہہ کر ختم کر دیتے تھے جبکہ موجودہ دور میں۔ آزادی، سائنس اور سیکولرزم نے انسان کو اللہ کے زیادہ قریب اور دین کو زیادہ واضح کر دیا ہے۔ اور یہ اس طرح ثابت کیا جاسکتا ہے۔ کہ پہلے لوگوں میں دین، اسلام اور مذہب کے بارے میں زیادہ بحث مباحثہ نہ ہوتا تھا بلکہ کوشش کی جاتی تھی کہ مذہب پر بحث نہ کی جائے۔ اظہار خیال پر پابندی اب ختم ہو چکی ہے۔ اور اس طرح تمام مذہبی کتابوں کا متن کھل کر لوگوں کے سامنے آنے لگا ہے۔ جس کی وجہ سے قرآنِ پاک کی سچائی، معقولیت، چھپے ہوئے راز اور دینِ انسانیت کی کتاب ہونے کے اچھے اور پکے مضامین خوب وضاحت سے لوگوں کے سامنے آنے لگے ہیں۔ عام زندگی میں دیکھا جارہا ہے کہ خود مسلم اور غیر مسلم قرآن کی حقیقتوں سے بحث مباحثہ کے ذریعہ زیادہ واقف ہو کر مسلمان پکا مسلمان اور غیر مسلم اسلام کی طرف راغب ہو کر اسلام قبول کر رہا ہے یا سوچ رہا ہے۔ آزادی رائے کا عمل تقریباً تین سو سال سے اہل علم کے درمیان جاری ہے حتیٰ کہ یہ ایک مستقل فن بن چکا ہے۔ اس میں دنیا کے تمام مذاہب کے لوگ شامل ہیں۔ یہ طریقہ اسلام کی سربلندی، حقانیت اور برتری کو سامنے لانے کا بہترین ذریعہ بنا۔ مصنف مذکور نے اس کو یعنی آزادی اظہار کے

فن کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔(۱) ہائر کریٹیسزم (۲) ہسٹاریکل کریٹیسزم تنقید متن یعنی (Textual Criticism) یہ ذریعہ اسلام کے حق میں بہترین ذریعہ بنا کیونکہ یہ کتابوں میں قران کی سچائی اور اصلی عبارات کو ثابت کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔اور یہ تمام ذرائع اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ذرائع میں سے ایک ہیں۔ بظاہر یہ آزادی رائے کا دور اسلام اور مسلمان کے خلاف لگتا تھا مگر یہ دینِ اسلام کی سچائی اور مضبوطی کا ایک بہت بڑا ہتھیار ایک بہت بڑا ذریعہ بن گیا۔اور اس طرح دین کی حفاظت کا جو ذمہ اللہ نے لیا تھا یا وعدہ اس کے سلامت وصحیح رہنے کے لئے اللہ نے کیا تھا پورا ہو گیا اور جو لوگ اس کو قدیم دین کہتے تھے اس کو بہترین اور جدید ترین دین کہنے لگے۔ یہ تو آزادی رائے تھی جس کو ہم پہلا انقلابی ذریعہ کہہ سکتے ہیں۔اب بات کرتے ہیں دوسرے انقلابی ذریعہ کی۔ یہ دوسرا فکری انقلاب جدید سائنسی انقلاب ہے۔ یہ سائنسی دور خاص طور سے پورے زور وشور سے تقریباً انیسویں صدی میں شروع ہوا۔ ویسے تو ہمارے بے شمار سائنس دان، محقق اور علماء گزر چکے ہیں مگر حقیقی علم تک پہنچنے کا زور دار ذریعہ وہ تجربہ یا مشاہدہ ہے جو قابلِ یقین اور واضح ہو۔اب تک اللہ کے وجود کو صرف اس طرح واضح کیا گیا کہ ڈیزائن کو دیکھ کر ڈیزائنر کا خیال ملتا ہے۔ اس کو جدید بچہ بھی قبول نہیں کرتا وہ کچھ زیادہ دلیل کے ساتھ اس کی وضاحت مانگتا ہے اور یہ وضاحتیں Scientific Method میں ملتی ہیں۔ جیسے جیسے سائنسی علوم بڑھ رہے ہیں ویسے ویسے اس بات کا یقین مضبوط ہوتا چلا جا رہا ہے اور ثابت ہو چکا ہے کہ سائنس مذہب سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم آسمانی فضا کے راز پر ایک قرآنی آیت لکھتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ”پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں تھا۔اس نے آسمان وزمین سے کہا آ ؤ (ایک مقام پر) چاہو یا نہ چاہو تو دونوں نے کہا ہم آ گئے فرمانبرداروں کی طرح (حٰم السجدہ آیت:11) موجودہ دور کے علم ریاضی ،طبیعیات اور جیوفزکس کے علم کے مطابق کسی کرّہ کے لیے (Planet) فضا کا حصول اور موجودگی برقرار رکھنا بے حد مشکل کام ہے۔یعنی کرّہ اور اس کے نزدیک ترین آسمان کے درمیان انتہاء کی مخالفت ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فضا میں نزدیکی فضا گیسی ایٹم والے ایٹموں پر مشتمل ہوتی ہے تمام بڑے کرّوں میں یہ ایٹمی ذرات کرّے کی سطح میں جذب ہو جاتے ہیں۔ جبکہ چھوٹے ٹکرّے میں کششِ ثقل ایٹموں کو اپنے ساتھ باندھنے کے لیے ناکافی ہوتی ہے اس طرح یہ ایٹمی طاقتیں فضا میں تحلیل ہو جاتی ہیں۔ ایٹمی ذرات اور دوسری کثیف گیسیں فضا میں تحلیل ہونے کی کوشش کرتی رہتی ہیں جبکہ ہماری زمین انہیں اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔ یہ حالت، مجبوری کہلاتی ہے۔ یہ تمام تفصیلات ، راز اور فضائی معاملات آج سے کچھ عرصہ قبل تک کسی کو معلوم نہ تھے۔ جب کہ یہ اتنی بڑی حقیقت چودہ سو سال پہلے چند الفاظ میں بیان کر دی گئی تھی۔اسی طرح بچہ کی نشوونما پیٹ کے اندر قرآن میں بڑے مختصر الفاظ میں بتائی گئی ہے جس کو میڈیکل سائنس نے بڑے بھرپور انداز میں بیان کیا ہے جو قرآن کی آیت کے بالکل مطابق ہے۔ اسی طرح انسان کی ابتداء بھی اب مان لی گئی ہے اور ڈارون کا وہ ارتقائی انسان جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔قرآن میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ آدم مٹی سے بنے ،حوا ان سے پیدا ہوئیں اور پھر انسان

نطفہ سے پیدا ہوا۔ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اسی طرح بے شمار حقائق ہیں جن کو سائنس اب بے حد تحقیق کے بعد مان رہی ہے۔ جیسا کہ سورج کی حرکت کا مسئلہ ہے قرآن میں صاف کہا گیا ہے کہ سورج اپنے مستقر کی طرف بڑھ رہا ہے جبکہ سائنس دان اس کو ساکن کہتے رہے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے تجربات سے اس بات کو مان لیا کہ سورج ساکن نہیں بلکہ وہ بھی باقی فضائی چیزوں کی طرح گردش کرتا ہے۔ یہ سب کچھ جان چکنے کے بعد کون ہے جو سائنس اور مذہب کو علیحدہ علیحدہ کہے گا۔ اور قرآن کا یہ اعلان سچ ثابت ہو رہا ہے۔ کہ انسانی فکر میں کوئی بھی تبدیلی اسلام کی سچائی کو جھٹلا نہ سکے گی۔ اور آنے والا کوئی بھی انقلاب صرف دین الٰہی یعنی اللہ کے دین کی تصدیق کرے گا۔ تیسرا انقلاب فکری انقلاب سیکولرزم کی تحریک ہے۔ اس کا مطلب ہے دین کے معاملہ میں غیر امتیازی رویہ۔ اور اس کا مطلب ہے بس یہی دنیا ہی سب کچھ ہے۔ یہ فکر یورپ سے شروع ہوئی۔ بظاہر تو یہ تحریک مذہبی معاملات میں دخل اندازی کو منع کرتی تھی مگر حقیقت میں مذہب سے دور کرنے کی تحریک بن گئی۔ مگر مذہبی فطرت نے اس تحریک کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ اس سلسلے میں 1924 کا ترکی کا واقعہ ہمارے سامنے ہے جب اتاترک نے اسلامی خلافت کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے زبردستی سیکولرزم کی پالیسی ملک میں نافذ کر دی۔ جس کی وجہ سے ملک پوری طرح غیر اسلامی نظام اپنانے پر مجبور کر دیا گیا۔ اتاترک کے انتقال کے بعد عصمت انونو 1973 میں صدر مقرر ہوا۔ اتاترک کے 50 سالہ دورِ حکومت میں باوجود سخت کوشش کے اسلام زندہ رہا۔ اور اسلام کی اس مضبوطی کا اعتراف عصمت انونو نے ان الفاظ میں کیا۔ ''میرے لیے اس پر یقین کرنا مشکل ہے جس کو میں دیکھ رہا ہوں، ہم نے اپنے بس بھر تمام کوشش کی کہ ترکوں کے دل سے اسلام کو نکال دیں اور اس کی جگہ مغربی تہذیب کو ان کے اندر داخل کر دیں مگر حیرت انگیز طور پر نتیجہ ہماری توقع کے خلاف نکلا چنانچہ ہم نے تو سیکولرزم کا پودا بویا مگر پھل نکلا تو وہ اسلام تھا۔'' (الوعی الاسلامی، ذوالقعدہ 1408 ہجری)

سوویت یونین بھی ایک مثال ہے، 1917 میں طاقتور حکومت کے ذریعے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی گئی سو سال کی محنت کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1991 میں کمیونسٹ ایمپائر ٹوٹ گیا اور پھر اسلام زندہ سلامت نکل کھڑا ہوا۔ یہ جملہ مولانا وحید الدین خان صاحب کا قابلِ تعریف ہے۔ لکھتے ہیں ''اسلام کے خلاف تاریخ کا ہر چیلنج صرف یہ ثابت کر رہا ہے کہ اسلام ابدی طور پر ایک مستحکم دین ہے، اس کو کوئی زیر کرنے والا نہیں ہے''۔ ثابت ہو گیا کہ اسلام کبھی بھی مٹنے والا مذہب نہیں۔ تاریخی انقلابات نے اس کو مضبوط سے مضبوط کیا عارضی طور پر اسلام کے خلاف کافی جدوجہد کی گئی جو وقتی طور پر اسلام کو دبانے میں کامیاب ہوئی مگر مٹا نہ سکی۔ اور یہی اللہ کا وعدہ ہے۔ مولانا مودودی صاحب اپنی تقریر 9 مئی 1947ء میں تین صالح اصول مسلمان کو دیتے ہیں۔

۱۔ لادینی کے مقابلہ میں اللہ کی بندگی اور اطاعت۔

۲۔ قوم پرستی کے مقابلے میں انسانیت۔

۳۔ جمہور کی حاکمیت کے مقابلے میں اللہ کی حاکمیت اور جمہور کی مخالفت اور سب سے بڑا رہنما اور بہترین اصول

اتباعِ قرآن وحدیث اسلام کی لازوال طاقت اسی میں پوشیدہ ہے۔رسول اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ،مقبول اور بہترین انسان ہوتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کا درجہ سب سے بلند اس لیے ہے کہ آپ نے ایک مکمل دین،یعنی اسلام پوری دینا کو دے دیا۔ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ یہ تمام سلسلے اللہ کے خود بنائے ہوئے ہیں جو کہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔اس نے آپ کو آخری نبی کا درجہ دیا گویا آپ کی نبوت سلسلہء نبوت کو ختم کرنے کے لیے لگادی گئی ہے۔

اللہ کی یاد، نبی کی شان اور مومنوں کو بشارت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اے اہل ایمان اللہ کا کثرت سے ذکر کرو۔(41) صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔(42) وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔(43) جس روز وہ ان سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ اللہ کی طرف سے سلام ہوگا اور اس نے ان کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔(44) اے پیغمبر ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔(45) اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن۔(46) اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔(47) کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا اور نہ ان کے تکلیف دینے پر نظر کرنا اور اللہ پر بھروسہ رکھنا اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔(48)

تشریح: یہ آیات اتنی آسان، صریح اور واضح ہیں کہ ان کو پڑھ کر سارا مضمون آنکھوں کے سامنے ابھر آتا ہے۔ اللہ ہمیں ان مقامات، فضیلتوں اور درجات کو حاصل کرنے کی پوری پوری توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

طلاق کی ایک اور صورت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے ان کو ہاتھ لگانے یعنی ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔ ان کو کچھ فائدہ یعنی خرچ دے کر اچھی طرح رخصت کر دو۔ (49)

تشریح: اس آیت میں تین احکامات دیے گئے ہیں جو ایسی عورت و مرد کے لیے ہیں جنہوں نے نکاح کے بعد ایک دوسرے کو چھوا نہ ہو کہ اس سے پہلے ہی کسی وجہ سے طلاق ہوگئی ہو پہلا حکم (۱) ایسی عورت پر عدت کا پورا کرنا واجب نہیں وہ فوراً دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ (۲) حکم یہ ہے کہ ایسی مطلقہ کو شرافت اور حسن سلوک کے ساتھ کچھ سامان دے کر رخصت کیا جائے۔ اور مہر مقرر کیا گیا ہو تو مہر کی آدھی رقم ان کو ادا کر دینی چاہیے۔ (۳) حکم یہ ہے کہ ان کو خوبی کے ساتھ رخصت کرو اور پابندی ہے کہ رخصت کے وقت کوئی سخت بات ان سے نہ کہو۔

ان تمام صورتوں میں اسلام کی عظمت یوں بیان ہو رہی ہے۔ کہ مخالفت، جھگڑا اور نا چاقی اپنی جگہ ہے مگر جب اس کا حل تم اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کی روشنی میں نکال لو تو پھر کسی بد اخلاقی اور خباثت کا مظاہرہ ہرگز نہ کرو۔ بلکہ حسن سلوک اور حسن کردار کا پوری طرح مظاہرہ کرو اور قصے کو حسن و خوبی سے نمٹا دو۔ اسی میں مومن کی شان اور اسلام کی برتری ہے

نبی کے لیے احکامات اور خاص رعایتیں

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَاۤءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۫ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝٥٠ تُرْجِيْ مَنْ تَشَاۤءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْۤ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاۤءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَاۤ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ۝٥١ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاۤءُ مِنْ بَعْدُ وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝٥٢ ع ١٢/٣

اے پیغمبر ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیے ہیں حلال کر دی ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو کفار سے بطور مالِ غنیمت دلوائی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ وطن چھوڑ کر آئی ہیں سب حلال ہیں اور کوئی مومن عورت اگر

خود کو پیغمبر کے لیے بخش دے یعنی بغیر مہر لیے نکاح میں آنا چاہے بشرطیکہ پیغمبر بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی حلال ہے لیکن یہ اجازت اے محمدؐ خاص آپ کو ہی ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔ہم نے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو مہر واجب الادا مقرر کر دیا ہے ہم کو معلوم ہے یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(50) اور تم کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس رکھو اور جس کو تم نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں یہ اجازت اس لیے ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ غمناک نہ ہوں اور جو کچھ تم ان کو دو اسے لے کر سب خوش رہیں۔اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے اور اللہ جاننے والا بردبار ہے۔(51) اے پیغمبر اُن کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لو خواہ ان کا حسن تم کو کیسا ہی اچھا لگے مگر وہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہے یعنی لونڈیوں کے بارے میں تم کو اختیار ہے اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔(52)

تشریح: اوپر دی گئی آیات میں سات احکامات نکاح وطلاق کے بارے میں دیے گئے ہیں جو خاص طور پر صرف نبی اکرم ﷺ کے لیے دیے گئے ہیں۔مگر ان تمام احکامات میں آپ کے لیے بھی حدود رکھی گئی ہیں کہ ان سے باہر ہرگز نہ نکلیں۔ اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے نکاح اور طلاق کا معاملہ اختیار کریں۔ کیونکہ اللہ ہر مسئلہ کی حقیقت، انجام اور اچھائی و برائی سے اچھی طرح واقف ہے اس لیے اس نے عام مسلمانوں کے لیے کچھ مختلف احکامات دیے ہیں اور نبی اکرم کی برتری کے اور معروفیت کے سبب کچھ خاص رعایتیں ان کو دی ہیں۔ پھر آخر میں خبردار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے''۔یعنی اس کی دی گئی ہدایات کا پوری طرح احترام کیا جائے۔

نکاح وطلاق اور بیویوں کی تعداد میں جو خاص رعایت آپ کو دی گئی ہے اس کی مصلحت ہمیں کچھ یوں معلوم ہوتی ہے کہ جوانی میں آپ نے 40 سال کی بیوہ سے شادی کی جب آپ کی عمر 50 سال ہوئی تو حضرت خدیجہ نے 65 سال کی عمر میں انتقال کیا اس کے بعد سوائے حضرت عائشہ کے تمام ازواج عمر میں کافی زیادہ اور بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ان سب سے نکاح کا مقصد یا تو تبلیغ دین تھا یا سیاسی اور سماجی بھلائی حاصل کرنا تھا یا دوسرے احکامات نافذ کرنا۔مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم وحکمت کا خزانہ تھیں آپ کے وصال کے بعد 48 سال تک وہ علوم اسلامیہ کا درس دیتی رہیں اور دو ہزار کے قریب احادیث انہوں نے امتِ مسلمہ کو دیں۔اسی طرح حضرت ام سلمہ نے بھی تقریباً تین سو احادیث بیان کیں۔سیاسی اور سماجی لحاظ سے ہم حضرت امِ حبیبہ، حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ کا حوالہ دے سکتے ہیں کہ ان سے نکاح کے بعد کئی سیاسی معاملات خود بخود نمٹ گئے اور یوں مسلمانوں کے لیے امن وسکون سے ترقیوں کی راہیں کھل گئیں اور یوں ثابت ہو گیا کہ جو رعایتیں آپ کو دی گئی تھیں وہ صرف نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لیے نہیں دی گئی تھیں بلکہ صرف امت کی بھلائی اور تبلیغ اسلام

کے مقصد کو پورا کرنے کے لیے دی گئی تھیں۔

یہ جواب ان مخالفین کے لیے بہت ضروری ہے جو نبی اکرم ﷺ کو دی گئی ان رعایتوں کو محض عیاشی اور نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور اللہ و رسول کے خلاف بہتان بازی کرتے ہیں۔ اللہ کا کوئی کام، کوئی حکم حکمت کے بغیر نہیں اور رسول کا کوئی کام رضاء الٰہی کے خلاف نہیں ہوتا تھا آپ کا ہر قدم اللہ کی خوشنودی اور فرمانبرداری میں اٹھتا تھا اور یہی اصول ہم سب مسلمانوں کے لیے بہترین اور ضروری ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ کیونکہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ اللہ ایسے لوگوں سے خوش ہوتا ہے ایسے لوگوں کو دنیا و آخرت میں نہ دکھ ہوگا اور نہ کوئی غم۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش۔ بس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی جا''۔ (سورہ الفجر آیت 27 تا 30)

زندگی کے کچھ آداب

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔــلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝٥٣ اِنْ تُبْدُوْا شَـيْـــًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٥٤ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَاۗءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَاۗىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝٥٥

مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو رخصت ہو جاؤ اور باتوں میں دل لگا کر نہ بیٹھے رہو یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے وہ تم سے شرم کرتے ہیں اور کہتے نہیں مگر اللہ سچی بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔ اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے اچھی بات ہے اور تم کو یہ شایان نہیں کہ اللہ کے رسول کو تکلیف دیں اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے ان کے بعد نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑے گناہ کا کام ہے۔ (53) اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ تو یاد رکھو اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (54) عورتوں پر اپنے

باپوں سے پردہ نہ کرنے میں کچھ گناہ نہیں، نہ اپنے بیٹوں سے، نہ اپنے بھائیوں سے، نہ اپنے بھتیجوں سے، نہ اپنے بھانجوں سے، نہ اپنے جیسی عورتوں سے، نہ لونڈیوں سے، اور اے عورتو! اللہ سے ڈرتی رہو بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔(55)

تشریح: ان آیات میں بہت سے اسلامی آدابِ معاشرت سکھائے گئے ہیں یہاں انہیں نبی ﷺ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے جب کہ اصل میں ہر مسلمان کو اپنے رہن سہن میل ملاقات میں ان تمام احکامات کی پیروی ضرور کرنی چاہیے کیونکہ ان اصولوں سے معاشرے میں سکون، خوشی، محبت، ایثار اور خوش خلقی وخلوص پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ آداب یہ ہیں۔

پہلا ادب: کہ کسی کے گھر بغیر اجازت گھس جانا خلافِ تہذیب ہے۔ خاص طور سے نبی کے گھروں میں صرف اس وقت جاؤ جب ان کی طرف سے کھانے کی دعوت دی جائے۔ اس صورت میں بھی آداب کا خیال رکھو کیونکہ نبی ﷺ خاص طور سے بے حد مصروف شخصیت ہیں اس لیے ان کے وقت اور مصروفیات کا خیال رکھتے ہوئے عین کھانے کے وقت پر جاؤ اور کھانے کے بعد بجائے بیٹھ کر گپ شپ لگانے کے فوراً رخصت ہو جاؤ۔

دوسرا ادب: میزبان کی تکلیف کا خیال رکھتے ہوئے کھانے سے فارغ ہو کر بیٹھے نہ رہو۔ میزبان مہمان کو جانے کے لیے نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ آدابِ میزبانی کے خلاف ہے۔

تیسرا ادب: عورتوں سے کچھ کام ہو تو پردے کا خیال رکھتے ہوئے اوٹ میں رہ کر بات کرو۔

چوتھا ادب: رسول اللہ ﷺ کی خوشی، عزت اور احترام کا خیال رکھتے ہوئے کبھی یہ خیال بھی دل میں نہ لاؤ کہ آپ کے وصال کے بعد کوئی بھی ان کی بیوہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ اس کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ سوچنا بھی گناہ ہے۔ اللہ ہر بات جانتا ہے۔

پانچواں ادب: ان مردوں کا ذکر جن کے سامنے آنا منع نہیں جن سے پردہ نہ کیا جائے اور وہ یہ ہیں۔ باپ، بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اور اپنے جیسی عام مسلمان عورتیں اور لونڈیاں۔

چھٹا ادب: اللہ کے خوف کو ہر صورت دل میں زندہ رکھتے ہوئے ان تمام احکامات پر پوری خوشی سے ہمیشہ عمل کرنا کیونکہ اللہ تو ظاہر باطن ہر چیز سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔ بظاہر یہ بڑی معمولی باتیں لگتی ہیں۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک تہذیب یافتہ سلجھی ہوئی سوسائٹی کے اصول ایسے ہی ہو سکتے ہیں جو معاشرہ اخلاقی لحاظ سے برا ہو وہ سوائے تنزل کے اور کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ بقول ارسطو "انسان ایک معاشرتی جانور ہے"۔ اس لیے پیدائش سے لے کر موت تک اسلام نے اس کے لیے بہترین اصول بنا دیے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی معاشرتی اصول تمام مذاہب کے اصولوں سے بہترین ہیں۔ کسی بھی فرد کو یا معاشرے کو بہترین تعلقات بنانے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ قانون اور اخلاق۔ ان دونوں میں سے اخلاق اور کردار کا پلڑا بھاری ہے۔ کیونکہ ایک باکردار مضبوط اور بہترین اخلاق کا مالک انسان ہی قانون کی پابندی بھی کر سکتا ہے۔ فطرتاً ہر انسان نیک پیدا کیا گیا ہے مگر جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا ہے اگر اس کو اچھا ماحول، والدین، استاد اور دوست احباب

مل جائیں تو وہ بہت اچھا انسان بن جاتا ہے اسی لیے دین اسلام میں ہر عمر کے لحاظ سے زندگی کے بہترین اصول بنا کر انسانوں کے سامنے دکھ دیے ہیں۔ تا کہ مسلمان دور سے پہنچانا جائے کہ ہاں یہ با کردار سلجھا ہوا حسین سیرت کا مالک مسلمان ہی ہوسکتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ انسان کی شخصیت کو سنوارنے والا مذہب ہی ہوسکتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ ''ہر بچہ اصل فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں (بخاری، کتاب الجنائز)

نبی ﷺ پر درود و سلام کی تاکید

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾

اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔(56)

تشریح: اس آیت میں حضرت محمد ﷺ کی عظمت کا اظہار کتنے شاندار طریقہ سے کیا گیا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری کر دیا گیا ہے کہ وہ جب آپ کا ذکر کسی بھی صورت سے کرے تو عظمت، محبت اور فرمانبرداری کے اظہار کے طور پر نام کے ساتھ بجائے صاحب، سر یا آقا کہنے کے درود و سلام پڑھے۔ اس طرح خود انسان ثواب کا حقدار بھی بن جاتا ہے اور اس عمل میں اللہ و فرشتوں کا پیروکار بھی بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ قرآن پاک میں صاف فرمایا'' کہ اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ اللہ نے اپنے اس جلیل القدر باکمال انسان کو کس قدر بڑائی اور عزت عطاء کی کہ وہ خود اور فرشتے درود و سلام آپ ﷺ پر بھیجتے ہیں۔ یہ تو ہوگئی آپ کی عزت و احترام۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دود سلام کا مطلب کیا ہے صلوٰۃ کا مطلب ہے رحمت، دعا، مدح وثناء یعنی تعریف۔ اللہ کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب ہے آپ پر رحمت کرنا۔ فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب ہے دعا کرنا اور عام مسلمانوں کی طرف سے صلوٰۃ کا مطلب ہے دعا اور تعریف کرنا عزت کرنا۔ اور سلام کا مطلب ہے سلامتی یعنی ہر قسم کی آفت، بلا، مصیبت اور پریشانی سے محفوظ و مامون ہونا۔ یعنی یہ دعا کہ اللہ آپ کو سلامتی سے رکھے، سبحان اللہ بشر بیشک آپ ہی تھے مگر رتبہ میں بہت اعلیٰ وارفع ہیں۔ آپ پر اُترنے والا قرآن اپنی معقولیت میں واحد ہے اور قرآن نازل کرنے والا! وہ تو اپنی صفات و برکات میں اس قدر عظیم کہ کوئی بندہ اس کا ادراک ہی نہیں کر سکتا۔ پھر ایسے عظیم و کبیر، قہار و جبار اور رحمن و رحیم نے جس بندے کو اپنا پیارا کہہ دیا تو پھر وہ کس قدر عظیم انسان ہوگا۔ آپ کی تعلیمات، آپ کا حسن کردار، آپ کا صبر و شکر اور آپ کا تقویٰ ہے ہی اس قابل کہ آپ کا اُمتی ہونا ہی بڑی خوشی اور عزت کی بات ہے تو پھر ایسی ہستی کا نام بغیر درود و سلام کے کیسے لیا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ مقبولِ الٰہی، مقبولِ ملائکہ اور مقبولِ انسان ہیں۔ اب یہ جاننا ہے کہ درود و سلام آپ کے نام کے علاوہ اور کس طرح بھیجا جا سکتا ہے تو یاد رہے یہ نماز کا ایک خاص حصہ ہے۔ یعنی نماز کی دوسری رکعت میں جائز اور آخری رکعت میں تشہد یعنی التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا لازمی ہے اسی

طرح دعا میں بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنا افضل ہے اس کے علاوہ ویسے ہی درود پڑھتے رہنا بڑے ثواب کا باعث ہے۔ اس لیے کثرت کے ساتھ درود پڑھنا چاہیے کیونکہ اس کی بڑی فضیلت ہے حدیث میں آتا ہے حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ دور ہوں گے اور اس کے دس درجے بلند ہوں گے۔'' (نسائی از اسوۂ حسنہ مصنفہ بنت الاسلام)

لیکن یاد رہے کہ درود کے مسنون الفاظ ہی پڑھنے زیادہ افضل و بہتر ہیں خود ساختہ، بناوٹی، اور جعلی الفاظ سے ہر صورت اجتناب کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ رسول ﷺ اور مومنوں کو تکلیف دینے والے ملعون لوگ

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾ ع

جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے (57) اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی تہمت سے ایذاء دیں جو انہوں نے کیا نہ ہو تو (اس طرح بہتان لگانے والے) انہوں نے صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھا''۔ (58)

تشریح: ان آیات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو لوگ اللہ کے احکام کی خلاف کر کے اس کے روکے ہوئے کاموں سے نہ رک کر اس کی نافرمانیوں پر جم کر اسے ناراض کر رہے ہیں اور اس کے رسول کے ذمے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں وہ ملعون اور معذب ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

نیز ان آیات میں ان لوگوں کے لیے بھی وعید ہے جو عام مومنوں مسلمانوں اور بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پہ اتہامات لگا کر انہیں پریشان کرتے ہیں۔

تمام اہل ایمان خواتین کو پردے کا حکم

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا

إِلَّا قَلِيلًا ۝٦٠ مَّلْعُونِينَ ۚ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝٦١ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝٦٢

اے پیغمبر ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ جب باہر نکلا کریں تو اپنے مونہوں پر چادر لٹکا کر گھونگٹ نکال لیا کریں اس طرح وہ پہچانی جا سکیں گی (کہ وہ مسلمان ہیں) تو کوئی اور ان کو تکلیف نہ پہنچائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(59) اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو مدینہ کے شہر میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں اپنے کردار سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ تمہارے پڑوس میں بھی نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن۔(60) وہ بھی پھٹکارے ہوئے جہاں بھی پائے جائیں گئے پکڑے جائیں گے اور جان سے مار ڈالے جائیں گئے۔(61) جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی مرضی رہی ہے اور تم اللہ کی عادت میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔(62)

تشریح: ان آیات میں تمام اہل ایمان خواتین کو پردے کا حکم دیا گیا ہے۔ پردے کے بارے میں یہی وضاحت ہو سکتی ہے کہ یہ معاشرے سے بہت سی برائیاں ختم کرتا ہے۔ یہ آیت دراصل اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عمر نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ کچھ بدقماش لوگ عورتوں کو تنگ کرتے ہیں۔ منع کرنے پر کہتے ہیں کہ "ہم نے سمجھا لونڈیاں ہیں"۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ حل پیش کیا کہ ہماری عورتیں پردہ کر کے باہر نکلیں تاکہ بدمعاشوں کو معلوم ہو کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں اور وہ ان سے شرارت نہ کریں۔ اس پر حکم ہوا کہ بڑی چادر سے جسم اچھی طرح لپیٹ لیں اور گھونگٹ نکال لیا کریں۔

پھر ان لوگوں کے بارے میں بڑی وضاحت سے بتایا گیا ہے جو بدقماش اور شیطان فطرت لوگ ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے پھٹکار ہے۔ اور عنقریب ان کی شرارتوں کی وجہ سے ان سے مدینہ کو پاک صاف کر دیا جائے گا اور ان کے بارے میں کہا گیا کہ جہاں ان کو پکڑو قتل کر دو کیونکہ یہ فحاشی کے علاوہ غلط افواہیں بھی شہر میں پھیلاتے ہیں۔ اللہ تو ایسے لوگوں کو کبھی بھی معاف نہیں کرتا۔ جب سرکش لوگ حد سے بڑھ جاتے ہیں تو پھر اللہ نیک بندوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کے ذریعے ایسے لوگوں کو نیست و نابود کر دیتے ہیں تاکہ ملک میں بدامنی نہ پھیلے۔

قیامت کب آئے گی

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝٦٣

لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب آئے گی؟ کہہ دو کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم ہے شاید

قیامت قریب ہی آ گئی ہو۔(63)

تشریح: اس آیت میں قیامت کا ذکر ہے رسول اللہ ﷺ دنیاوی عذاب کے سوا قیامت کے عذاب سے بھی ان بدکاروں، سرکشوں، منافقوں کو خوف دلایا کرتے تھے لیکن یہ ڈھیٹ لوگ مذاقاً پوچھتے ہیں کہ '' بھئی تمہاری قیامت کب آئے گی؟'' تو اللہ فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ ''اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے۔ تو آپ کیا جانے شاید وہ گھڑی قریب ہی ہو''۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی لوحِ محفوظ یعنی گرینڈ کمپیوٹر میں محفوظ کر رکھا ہے۔ اس کے مطابق اپنے وقتِ مقررہ پر آ جائے گی اور جب وہ آ جائے گی تو پھر ذرا سی بھی مہلت نہ ملے گی یہ سب کچھ اتنا اچانک اور فوراً ہوگا کہ کوئی سمجھ نہ سکے گا۔ اور اس کا پتہ لگانا کہ کب آئے گی؟ ناممکن ہے۔ چاہے ساری دنیا کے عالم، فاضل، سائنس دان، ہیت دان، وغیرہ وغیرہ اکٹھے ہو کر تجربات کریں مگر یہ جان نہ سکیں گے کہ قیامت کب آئے گی۔ تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا جب تم اپنی سزاؤں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے اور اپنے جسموں پر سہو گے۔ اگلی آیات میں ایسے لوگوں کے عذاب کا ذکر ہے جو ان کو مل کر رہے گا۔ اللہ کا یہی طریقہ ہے جو بدل نہیں سکتا۔

بُرے لوگوں اور رہنماؤں کا انجام

إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿٦٨﴾ ع ۸ / ۱۰

بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔(64) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے نہ کسی کو دوست پائیں گے اور نہ مددگار۔(65) جس دن ان کے منہ آگ میں الٹا دیے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش! ہم اللہ کی فرمانبرداری کرتے اور رسول اللہ کا حکم مانتے۔(66) اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو (سیدھے) رستے سے گمراہ کیا۔(67) اے ہمارے رب! ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔(68)

تشریح: گناہ اور بے حیائی سے گھر، محلے، شہر، ملک اور دنیا میں بے سکونی بدامنی اور انتشار پھیلتا ہے اسی لیے رسول کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے منع کیا ہے۔ سزا چھوٹے گناہ کی بھی ملے گی کیونکہ چھوٹا گناہ ہی بڑے گناہوں کی بنیاد بنتا ہے۔ ہوتا یوں ہے کہ ایک چھوٹی سی پنسل کی چوری ہی انسان کے لیے وبال جان بن جاتی ہے۔ کیونکہ اس چوری کا

پکڑا جانا انسان کی بے عزتی کا باعث بن سکتا ہے۔ اس پریشانی میں وہ اپنا سکون کھو بیٹھتا ہے۔ اگر وہ چوری پکڑی جائے تو انسان کی عزت برباد ہو جاتی ہے وہ اپنی کلاس میں چور مشہور ہو جاتے ہیں حالانکہ چوری بڑی معمولی تھی اور اگر چوری پکڑی نہ جائے تو چوری کرنے کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور اگلی دفعہ وہ ذرا اور بڑی چیز کی چوری کرتا ہے اور یوں برائی کی جڑ انسان کے اندر مضبوط ہونے لگتی ہے۔ یہ تو چھوٹی سی مثال ہے۔ برائی میں جھوٹ، چوری، غیبت، لڑائی جھگڑا، دنگا فساد اور جیسا کہ کفار کا ذکر کیا گیا ہے کہ غلط افواہیں پھیلاتے اور عورتوں سے بدتمیزی کرتے تھے۔ تو ایسے ہی تمام لوگوں کے لیے اللہ تعالی نے لعنت بھیجی ہے اور خبر سنائی ہے کہ جہنم کی آگ ان کے لیے تیار کی گئی ہے۔ وہاں بے یار و مددگار ہمیشہ کے لیے رہنا ہوگا۔ صرف آگ ہی تیار نہیں کی گئی بلکہ ان کو منہ کے بل دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ تعالی اس سے ہمیں محفوظ رکھے

ذرا سی آگ چھو جائے تو انسان چیخ اٹھتا ہے تو وہاں اتنی زیادہ آگ میں کیا حال ہوگا یہ بالکل سچ بات ہے کیونکہ اللہ جل شانہ نے کہی ہے، یہ غلط ہو ہی نہیں سکتی۔ اس وقت وہ عذاب کی سختی سے پریشان ہو کر آہ و فریاد کریں گے اور کہیں گے کہ اس میں ہمارا قصور نہیں ہمارے بڑوں نے ہمیں گمراہ کیا کاش ہم ان کی بجائے اللہ و رسول ﷺ کا کہا مانتے تو آج یہ حال نہ ہوتا! پھر کہیں گے کہ یا اللہ ہمارے ان والدین، پیشواؤں اور لیڈروں کو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ان سب کو دوگنا زیادہ عذاب دے اور ان پر دوہری لعنت بھیج کیوں کہ ان کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہوا ہے۔ ان کی اس بات سے خاص کر اور ویسے ہر لحاظ سے یہ بات تو طے ہے کہ یہی لوگ قوموں کو، افراد کو اور ایک فرد کو گمراہ کرنے کے بڑے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہی نیکی اور بدی کا بیج بوتے ہیں۔ حقیقت میں ان کو دہرا نہیں بلکہ کئی گنا زیادہ عذاب ملے گا۔ جس طرح نیکی کا ثواب اس کے پھیلنے تک اس شخص کو ملتا چلا جاتا ہے جہاں تک اور جس جس تک وہ نیکی پہنچتی چلی جاتی ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو اپنے رتبہ کے مطابق ہر کام نیکی اور سچائی کو سامنے رکھ کر کرنا چاہیے تاکہ وہ کئی گنا عذاب سے بچ سکے اور نیک نامی حاصل کر سکے یہ تو ہوگئی ان کی ذمہ داری مگر ایک گناہ گار اپنے گناہ کی سزا سے اس طرح بچ نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اچھی بھلی عقل اور سمجھ بندے کو دے رکھی ہے اور پھر صاف الفاظ میں یہ بھی حکم دیا ہے کہ والدین کی فرمانبرداری ضرور کرو ان کو کبھی اُف تک نہ کہو لیکن اگر کفر اور شرک کا حکم دیں تو ہرگز نہ مانو۔ کیونکہ کفر و شرک تمام روحانی بیماریوں کی جڑ ہیں دنیا میں بیشتر برائیاں انہی کی وجہ سے پھیلتی ہیں اور آخرت کا عذاب بڑا سخت عذاب ہوگا اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے (آمین)۔ قرآن میں صرف سزا کا ہی ذکر نہیں کیا گیا بلکہ انعام اور جنت کا ذکر بھی کیا گیا ہے اگلی آیات میں خوشخبری دی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کامیابی کے اصول

يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ

وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾

مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو عیب لگا کر رنج پہنچایا تو اللہ نے ان کو بے عیب ثابت کیا اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے۔ (69) مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ (70) وہ تمہارے سب اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرے گا تو بیشک وہ بڑی مراد پائے گا۔ (71)

تشریح: یہاں پہلے تو مومنوں کو مثال دے کر نصیحت کی گئی ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ کو ان کی قوم نے ہر طرح سے تکلیفیں پہنچائی حتی کہ وقتاً فوقتاً ان پر الٹے سیدھے بہتان اور عیب لگائے تم اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اس طرح سے پیش نہ آنا۔ خبردار رہو اس بات سے کہ جس طرح موسیٰ کو اللہ نے اپنی رحمت میں چھپا کر تمام پریشانیوں سے نجات دے دی اور ان کی بدکردار قوم پر لعنت بھیجی اور ان کو دربدر بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیا کہیں تم بھی اس طرح عذاب اور پریشانیوں میں نہ گھر جاؤ۔ کیونکہ نبی رسول تو اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں ان پر تو ہر وقت اللہ کی رحمت، مدد اور فضل ہوتا رہتا ہے۔ جبکہ ظلم و زیادتی کرنے والے اللہ کے عذاب اور غصہ سے ہرگز بچ نہیں سکتے۔

پھر مومنین کو یہاں کامیابی کے تین انتہائی اہم اصول بتائے۔ پہلا ''اللہ کا ڈر''۔ یہ انسانی کامیابی کی بنیاد ہے اور دوسرا ''کھری کھری بات کرو'' یعنی ایسی بات جس میں جھوٹ، کوئی ہیر پھیر نہ ہو کسی کی جانبداری نہ ہو بات جتنی ہو اتنی ہی کرو اس پر حاشیے نہ چڑھاؤ اس سے ممکن ہے وقتی طور پر کچھ نقصان بھی پہنچے تاہم اس کے نتائج بڑے مفید اور دوررس ہیں۔ اور تیسرا اصول ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرنا۔ ان مذکورہ اصول ثلاثہ پر عمل پیرا ہونے سے انسان کے اعمال درست ہو جائیں گے۔ جب اعمال درست ہو جائیں گے تو پھر اس پر دنیا و آخرت کی آسانیاں، رحمتیں، برکتیں اور بخششیں سب عام ہو جائیں گی تو اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو گی کہ بندہ دنیا میں بھی سرخرو ہو اور آخرت میں بھی جنت کا انعام حاصل کرے۔ آگے اس امانت کا ذکر ہے جو انسان کو دی گئی ہے۔

انسان ظالم اور جاہل ہے

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٣﴾ ع

ہم نے امانت کے بار کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ مگر انسان نے اس کو اٹھا لیا، بیشک وہ ظالم اور جاہل تھا۔(72) تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔(73)

تشریح: ان آیات میں امانت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر مفسرین نے اس کو خلافت ارضی سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن وحدیث میں یہ کہیں بھی نہیں کہ انسان خلیفۃ اللہ یعنی اللہ کا نائب ہے بلکہ خلیفہ کہا گیا ہے جس میں کئی احتمال ہیں انسان انسان کا نائب جیسا کہ سورہ طہٰ میں ہے اسی طرح انسان اپنے سے پہلی مخلوق مثلاً جنات وغیرہ کا نائب ہے یعنی زمین پر اللہ کا مقرر کردہ نائب اور اس لحاظ سے انسان کا درجہ بھی بڑھ گیا ہے ۔ کیونکہ مخلوقات تو سبھی عقل وشعور اور زندگی رکھتی ہیں مگر انسان کو کیونکہ خلیفہ بنایا گیا ہے اس لیے اس کو نیابت نبھانے کے لیے ایک دستور دیا گیا۔ وہ دستور کتابِ مقدس قرآن پاک کی صورت میں دیا گیا ہے۔ اس میں انسان کو پیدائش سے مرنے تک کے تمام اصول بتا دیے گئے ہیں۔ اب ان کو پورا کرنے یا کروانے کا مسئلہ آتا ہے۔ تو دنیا میں انسان کے لئے ہر نیکی کے ساتھ ایک بدی کا واسطہ پڑتا ہے تو یہاں اس کے لیے عقل وارادہ کا امتحان شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ شروع میں ہی حضرت آدم علیہ السلام کو جنت کی ہر نعمت دے کر امتحان کے لیے ایک درخت کی پابندی لگا دی کہ اس کے پاس نہیں جانا۔ انسان اپنی فطرت سے مجبور ہو کر نافرمانی کر بیٹھا۔ اب نافرمانی کی سزا موجود ہے اور فرمان برداری کا انعام موجود ہے۔ پھر ان دونوں کے درمیان اپنی بخشش کا دروازہ کھول دیا کہ اگر غلطی سے گناہ ہو جائے جو کہ یقینی ہے کیونکہ انسان تو غلطیوں کا پتلا ہے اس کو قدم قدم پر شیطان اور بدی سے لڑنا پڑتا ہے۔ ارادہ اور عقل دے کر انسان کو ہر وقت آزمائش کے چکر سے گزرنا پڑتا ہے۔ جبکہ اس آزمائش کے چکر سے دنیا کی ہر چیز آزاد ہے۔ وہ تو ایک حکم کے تحت چل رہے ہیں جبکہ انسانوں میں منافق، مشرک موجود ہیں۔ ان کو سزا اور جزا ضرور ملے گی۔ کیونکہ زندگی کا مقصد ہی یہی ہے کہ آخرت کے لیے عمل کئے جائیں اور اسی کے مطابق سزا ملے یا انعام۔ انسان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس کو دنیا میں جو بھی رتبہ سونپا گیا وہ اللہ کی طرف سے امانت ہے۔ اس لیے اس رتبہ کے تمام فرائض پورے خلوص اور محبت ودیانت داری سے ادا کرنے چاہیں کیونکہ ان کی پوچھ ضرور ہو گی۔ الحمد للہ سورۃ الاحزاب مکمل ہو گئی اس پر عمل کی توفیق رب العزت ہم سب کو عطا کرے (آمین)

خلاصہ سُورۃ الاحزاب

جیسا کہ قرآن باقی علوم کا مجموعہ ہے اور خاص طور سے کتاب ہدایت ہے۔ اس کی تمام سورتیں اپنی اپنی جگہ بہترین ہیں۔ سورۃ الاحزاب میں خاص طور سے بتایا گیا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ مگر عمل میں عقل وارادہ دے کر

اس کو سزاء و جزاء کا پابند بنا دیا گیا ہے۔ زندگی کے حقائق میں سے چند حقائق ان کے اصول وضوابط یہاں بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً لے پالک بیٹے کے مسائل، ازواج مطہرات کے درجات، فرائض اور پھر ان کی چھوٹی فرمائش پر ان کی فہمائش۔ منافقین کا طرز عمل۔ اور ان کے غلط رویہ کی وجہ سے مسلمان عورتوں کے لیے پردے کی پابندی۔ گھریلو مصروفیات سے دور رکھنے کے لیے یعنی آسانیاں پیدا کرنے کے لیے ان کو کچھ خاص رعاتیں دی گئیں تاکہ تبلیغ دین میں ان کو آسانی حاصل ہو۔ دوسروں کے گھروں میں جانے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ نبی ﷺ کا درجہ اور پھر ان پر درود وسلام بھیجنے کی تاکید اور فضیلت بتائی گئی ہے۔ آخر میں خلیفۃ ہونے کی وجہ سے جو ذمہ داریاں دی گئیں ان کو پورا کرنے کا عہد و پیمان وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ جس کو اللہ تبارک تعالیٰ نے امانت کا درجہ دیا ہے کہ یہ عہدہ جو انسان کو دیا گیا ہے۔ انسان کو اس پر پورا اترنا پڑے گا۔ تو جنت ملے گی ورنہ کوتاہی پر سزا بھگتنی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کو اس دنیا میں جو بھی ڈیوٹی دی گئی ہے جو بھی زندگی دی گئی ہے اس کو پوری دیانتداری سے قرآن وحدیث کی روشنی میں گزارنی ہوگی۔ چاہے وہ والدین ہیں، اولاد ہیں، لیڈر، استاد، رہبر، سپاہی، حاکم یا عالمِ دین ہیں۔ اپنے فرائض کو قرآن وسنت کی روشنی میں خوف خدا دل میں رکھ کر گزارنی ہو گی۔ ورنہ اس کی پکڑ بڑی سخت ہوگی۔ اللہ رحم کرے آمین۔

تعارف سورۂ سبا

یہ سورت مکی ہے اس میں چھ رکوع 54 آیات ہیں۔ یہ مکی زندگی کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ اس کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں پر ظلم وستم اور سختیوں کا دور شروع نہ ہوا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور آپؐ کی تعلیمات پر بہت زیادہ تنقید اور طنز و مزاح ہونے لگا تھا۔ آپ کی تعلیمات کیا تھیں؟ یہی کہ اللہ ایک ہے حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں نیک اور بد انسان کا فرق اور آخرت میں سزاء جزا۔ یہ سب کچھ حقیقت ہے مگر اس وقت کے اہل مکہ کے لیے یہ بالکل انوکھا مذہب تھا۔ اس سورت میں مسلمانوں کو اور تمام لوگوں کو یہ بات قوموں کی زندگیوں کی مثال دیکر سمجھائی گئی ہے۔ کہ حضرت داؤد وسلیمان نیک شکر گزار بندے بن کر رہے ان کی خوشحالی اور مال و دولت کی فراوانی نے ان کو اللہ سے دور نہیں کیا بلکہ ہر دم شکر ادا کرتے رہے تو انہوں نے دنیا و آخرت میں نجات پائی جب کہ انکے مقابلہ میں سبا کی قوم عزت، دولت، طاقت اور جاہ و جلال میں مست ہو کر اللہ سے دور اور ناشکری کے چکر میں پھنس کر بگڑتی چلی گئی تو ان کو دنیا میں تباہی و بربادی اور آخرت میں عذاب ہوگا ان دونوں مثالوں سے سمجھ میں آتا ہے کہ اچھا راستہ اور نجات وسکون کی زندگی کا راز کس طرز زندگی میں ہے آیئے اس کی تفصیلات دیکھتے ہیں۔

اللہ کی حمد وثناء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ②

سب تعریف اللہ ہی کی ہے۔ جو سب چیزوں کا مالک ہے یعنی یہ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور آخرت میں بھی اسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے۔(1) جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے جو اس میں سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس پر چڑھتا ہے سب اس کو معلوم ہے اور وہ مہربان اور بخشنے والا ہے۔(2)

تشریح: اللہ الہ العلمین ہے۔ رب العلمین ہے۔ خالق کون ومکان ہے۔ رب المشرقین و المغربین ہے۔ حافظ وناصر ہے۔ علی العظیم ہے۔ حی القیوم ہے یعنی اسی کا سب کچھ پیدا کیا ہوا ہے اسی کے حکم اور ارادے سے ہر چیز حرکت کرتی ہے۔ پیدا ہوتی ہے نشوونما پاتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے اور پھر اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ یہ سب کچھ کرنے میں نہ تو اس کو کسی کی مدد کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ انسانی عقل میں اللہ کا وجود نہیں آ سکتا اسی طرح اس کی تعریف اور اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف نہ تو انسان کے بس میں ہے اور نہ ہی کسی میں اتنی ہمت اور طاقت ہے کہ وہ اس کی تخلیقات کو گن سکے یا ان کی پوری طرح تعریف کر سکے۔ سارا جہاں ہماری نظروں کے سامنے ہے اور آخرت کے جہاں کا جو تصور ہمیں قرآن پاک میں دیا گیا ہے بس ہماری بساط تو اتنی ہی ہے گو کہ ان اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی انسان ہر وقت کوشش کرتا رہتا ہے۔ یہ کوشش اور علم بھی اللہ ہی کی طرف سے عطا کیا ہوا ہے۔ اسی حد تک سائنس دان، ہیئت دان طبیب اور حکماء تحقیق اور جستجو میں آگے نکل سکتے ہیں جتنی اللہ جل شانہ نے ان کو اجازت دے رکھی ہے۔ اور یہ کوشش بھی اللہ کی تعریف کرنے کا ایک انداز اور ذریعہ ہے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔ اسی لیے بندے کا کام ہے اس کی بندگی کرے کیونکہ وہ اللہ ہی ہمارا اصلی آقا ہے۔ اسی سے ہر وقت مانگے۔

جاری ہے فیض رب کا جو چاہے سو طلب کر
بہر دعا سراپا دست دراز ہو جا

اللہ کی قدرتیں اور کفار کی بے وقوفی اور ضد

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَیْبِ ۚ لَا

يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٣ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٤
وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝٥ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝٦ وَقَالَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ
جَدِيْدٍ ۝٧ اَفْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ
وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝٨ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ
نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ
عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝٩ ع

اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت کی گھڑی ہم پر نہیں آئے گی۔ کہہ دو کیوں نہیں آئے گی؟ میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آ کر رہے گی۔ وہ رب العزت غیب کا جاننے والا ہے ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز اس سے چھوٹی یا بڑی نہیں مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے۔(3) اس لیے کہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے ان کو بدلہ دے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔(4) اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی کہ ہمیں ہرا دیں ان کے لیے سخت درد دینے والے عذاب کی سزا ہے۔(5) اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو قرآن تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے اور اللہ جو غالب ہے اور تعریف کے قابل ہے اس کا رستہ بتاتا ہے۔(6) اور کافر کہتے ہیں کہ بھلا ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم مر کر بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے پیدا ہو گے۔(7) یا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا وہ پاگل ہے۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ آفت اور پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔(8) کیا انہوں نے اس کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے ہے۔ یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ اس میں ہر بندے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے ایک نشانی ہے۔(9)

تشریح: جیسا کہ پہلے اللہ کی حکمتوں کا ذکر ہو چکا ہے اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اور واحد ہے اس نے پوری کائنات کو تخلیق کیا تو اس کی ہر چیز کا حساب کتاب اس نے اپنے پاس لوحِ محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے یعنی پیدا ہونا پھولنا اور پھلنا پھر ختم ہو کر اللہ کی طرف ہی لوٹ جانا ہے کیونکہ اس نے کوئی چیز جاندار ہو یا بے جان بے مقصد پیدا نہیں کی۔ سب کی پیدائش کا ایک مقصد ہے۔ جو بھی اپنے مقصد سے ہٹ کر زندگی گزارے گا وہ ضرور دنیا میں تکلیف اٹھائے گا پھر اس

امتحان کی زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی آئے گی جو قیامت کے بعد شروع ہوگی اس وقت اس دنیا کے حساب کتاب سے نئی زندگی دی جائے گی جو بالکل اٹل ہے۔ مسلمان تو اس کو مانتے ہیں مگر کفار نہ اللہ کو مانتے ہیں نہ رسول کو اور نہ ہی قیامت کو اور نہ ہی پھر دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب دینے پر یقین رکھتے ہیں۔ اسی لیے اسلام کی تعلیمات سے محروم رہتے ہوئے کفر کی زندگیاں گزار رہے ہیں بلکہ دین اسلام اور پیغمبر خدا پر طنز و مزاح کرتے ہیں اور اللہ کی قدرت، رضا اور طاقت سے بالکل لاعلم ہیں۔ اگر وہ کوشش کریں تو یہ پھیلی ہوئی کائنات کی ہر چیز ان کے لیے اللہ کے وجود اور اس کی قدرت کا نشان بن سکتی ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ ان کے لیے تاریخی کہانی بیان کرتا ہے کیونکہ سبق دینے کا بہترین طریقہ کہانی بتانا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر اللہ کی مہربانیاں

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝١٠ اَنِ اعْمَلْ
سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝١١ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا
شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ
رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝١٢ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ
مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ
وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝١٣ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ
الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي
الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝١٤

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے برتری بخشی تھی اے پہاڑو! ان کیساتھ تسبیح کرو اور پرندوں کو ان کے تابع کر دیا اور ان کے لیے لوہے کو ہم نے نرم کر دیا۔ (10) کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو اور نیک عمل کرو۔ جو عمل تم کرتے ہو میں ان کو دیکھنے والا ہوں۔ (11) اور ہوا کو ہم نے سلیمان کا تابع کر دیا تھا اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ ہوتی اور شام کی منزل بھی مہینہ بھر کی ہوتی اور ان کے لیے ہم نے تانبے کا چشمہ بہا دیا تھا اور جنوں میں سے ایسے تھے جو ان کے رب کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم سے پھرے گا اس کو ہم جہنم کی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ (12) وہ جو چاہتے یہ ان کے لیے بناتے یعنی قلعے، مجسمے اور بڑے بڑے لگن جیسے تالاب اور دیگیں جو ایک ہی جگہ رکھی رہیں۔ اے داؤد کی اولاد! میرا شکر کرو اور میرے بندوں میں شکر گزار تھوڑے ہیں۔ (13) پھر جب ہم نے ان (سلیمان) کے لیے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے ان کا مرنا معلوم نہ ہوا مگر گھن کے کیڑے سے جو ان کے عصا کو کھاتا رہا جب عصا گر

پڑا تب جنوں کو معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔(14)

تشریح: ان آیات میں سب سے پہلے تو اللہ کے فضل وکرم کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو بھی اللہ کی تسبیح وتقدیس میں زندگی کا زیادہ حصہ گزارتا ہے تو وہ اللہ کا مقرب ترین بندہ بن جاتا ہے۔ عام لوگوں میں سے اللہ ان کو خاص بنا دیتا ہے یعنی ایسے بندوں میں سے بعض کو اللہ تعالی اپنے نبی رسول اور پیغمبر کی حیثیت سے منتخب کر لیتا ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے چن لیا، ان کو نبوت بھی دی اور حکومت بھی دی اور پھر بڑی بڑی نعمتوں سے ان کو نوازا۔ سب سے پہلے تو ان کو خوبصورت جسم اور خوبصورت آواز دی۔ آپ جب اپنی پرسوز آواز میں اللہ کی تسبیح وتقدیس کرتے تو سرور ومستی اس قدر پھیل جاتی کہ پہاڑ، چرند پرند سب بے اختیار آپ کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے ہر چیز جھومنے لگتی۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز شعور رکھتی ہے اور زندہ بھی ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی تعریف اور سریلی آواز واقعی روح کی غذا ہے کہ وہ ہر چیز میں جوش وجذبہ اور سرشاری پیدا کرتی ہے۔ پہاڑوں کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ تعالی کی بڑی خاص اور کار آمد تخلیق ہے۔ ایک بہت بڑا فائدہ تو قرآن میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ زمین میں میخوں کی طرح گاڑ دیے گئے ہیں۔ یعنی زمین کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے پہاڑ بنائے گئے۔ پہاڑوں کے تو اس کے علاوہ بھی بے شمار فوائد ہیں جن میں سے کچھ بیان ہو چکے ہیں اور کچھ آئندہ کر دیے جائیں گے ان شاء اللہ۔ تو اب دوبارہ آیات مذکورہ کی طرف آتے ہیں۔ کہ اللہ جل شانہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت، حکمت، حکومت، کتاب، صوت (پرکشش آواز) اور جسمانی و مالی لحاظ سے مضبوطی وغیرہ یہ سب انعامات عطا فرمائے۔ دوسرا خاص فضل یہ کیا کہ آپ کے اندر کچھ خاصیت پیدا کر دی کہ آپ لوہے کو اپنی مرضی کے مطابق گھما پھرا کر خوبصورت ذرہیں بناتے تھے۔ یعنی لوہا آپ کے ہاتھ میں یوں نرم ہو جاتا تھا جیسے گوندھی ہوئی مٹی۔ پھر زرہیں بنانے کے لیے کچھ خاص اصول بھی اللہ نے آپ کو سمجھا دیے کہ زرہیں کھلی اور مناسب بناؤ، ان کے جوڑ بند لگاتے وقت حلقے اور موٹائی کا خوب خیال رکھو کیونکہ اس غلطی کے ہونے سے زرہ بے کار اور تکلیف دہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالی نے آپ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "اور نیک عمل کرو بیشک جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے خوب دیکھ رہا ہوں"۔ یہ تمام ہدایات صرف حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے ہی نہیں بلکہ پوری عالم انسانیت کے لیے ہیں۔ کیونکہ جو بھی کام کیا جائے پورے خلوص، دیانتداری، توجہ اور محنت سے کرنا چاہیے جس کام میں یہ سب نہ ہوگا وہ بگڑ سکتا ہے۔ کام کی نوعیت چاہے کچھ بھی ہو۔ خواہ تدریس ہو، تربیت ہو، تحریر ہو، فن تعمیر ہو، فن سپاہ گری ہو، فن سائنس، طب یا ہیت ہو۔ غرض کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام ہو یا بڑے سے بڑا کام ہو اس میں خلوص، دیانتداری، توجہ اور محنت کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی تمام نعمتوں کو بڑے ہی طریقے اور سلیقے سے استعمال کیا اور کبھی مغرور نہیں ہوئے تھے بلکہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہتے تھے اس لیے آپ کو ایک اور بڑی بہترین نعمت دی گئی۔ اور وہ تھی آپ کی نیک اولاد یعنی حضرت سلیمان

علیہ السلام۔ان کو بھی حکومت، نبوت اور حکمت عطاء کی گئی۔ان کو کچھ اور بھی نعمتیں دی گئیں جن کا ذکر قرآن پاک میں گزشتہ آیات 12 اور 13 میں کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ کو وہ تمام کمالات دیے گئے جو عام انسانوں کے لیے ممکن نہیں۔یعنی ہوائیں، جن اور پرندے آپ کے حکم تابع کر دیے گئے تھے اور پھر یہ سب آپ کی خدمت میں اللہ کے حکم سے لگے رہتے تھے۔ایک اور نعمت کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ آپ کے لیے جاری کر دیا گیا تھا۔غرض آپ کے پاس بڑے بڑے قلعے، محلات، عبادت گاہیں اور عیش و آرام کی ایسی ایسی چیزیں تھیں کہ آپ کے بعد نہ آپ سے پہلے کسی کو دی گئیں۔ یہ سب کچھ حاصل کرنے پر بھی غرور اور تکبر نام کی کوئی چیز آپ میں پیدا نہ ہوئی تھی بلکہ ہر وقت سجدہ شکر ادا کرتے رہتے تھے۔

یہاں ایک بڑا اہم نکتہ بیان کیا گیا ہے جو جنات کے فخر وغرور کے بارے میں ہے۔وہ یوں ہے کہ جنات بڑا فخر کرتے تھے کہ ہمیں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ ہوا یوں کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ایک بہت بڑی عمارت بنانے میں لگے ہوئے تھے۔تو حضرت سلیمان کی نگرانی میں وہ کام میں سستی نہ کر سکتے تھے۔لہٰذا ان کی نگرانی کے لئے آپ ایک عصا کا سہارا لے کر کھڑے تھے کہ اسی حالت میں آپ کی موت واقع ہو گئی۔جنوں کو اس بات کی خبر تک نہ ہوئی۔اللہ کے حکم سے عصا کو دیمک لگ گئی اور ایک سال میں دیمک نے عصا کو کمزور کر دیا۔جب وہ کمزور ہو گیا تو آپ کے وزن سے عصا ٹوٹ گیا تو آپ بھی گر گئے تب جنات کو معلوم ہوا کہ آپ کو فوت ہوئے تو ایک عرصہ گزر چکا ہے اور ان کو پتہ ہی نہ چلا۔تب ان کا یہ غرور کہ ہم غیب کی باتیں جانتے ہیں پوری طرح ٹوٹ گیا۔اور دوسری بات جو اللہ نے ظاہر کر دی وہ یہ تھی کہ نبوت کی شان بڑی بلند ہے۔کسی بھی شخص کی موت کے بعد اس کے جسم میں تبدیلیاں ہونے لگتی ہیں جبکہ آپ ایک سال تک ٹیک لگائے کھڑے رہے نہ آپ میں تعفن پیدا ہوا نہ چہرے کا رنگ بدلا اور نہ ہی لباس میں کوئی ٹوٹ پھوٹ ہوئی۔''سبحان اللہ'' یہ اللہ کا ایک بہت ہی بڑا فضل ہے جو خاص طور سے نبیوں، پیغمبروں اور رسولوں کے لیے ہے۔کہ وہ دنیا میں صاحب کمال اور باعث عزت واحترام تو ہوتے ہی ہیں، مرنے کے بعد بھی ان کیلئے اللہ کی خاص رحمتیں اور برکتیں وقف کر دی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے برگزیدہ اور نیک بندے ہوتے ہیں۔ ہر شخص جس کو اللہ کی محبت سب سے زیادہ عزیز ہو وہ اسکے راستوں پر چل کر اللہ کا مقبول بندہ بن سکتا ہے۔اس کی رحمتوں، برکتوں اور فضل وکرم کا حقدار ہو سکتا ہے۔دنیا و آخرت کی نعمتیں اکٹھی کر سکتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری سے بچو''۔(البقرہ آیت 152) محمد موسیٰ روحانی بازی عفہ صاحب لکھتے ہیں۔''برادران کرام! اللہ عزوجل غیبی طریقوں سے اپنے اولیاء کی مدد کرتے ہیں، اہل اللہ فکر عبادت، ذکر، محبت خدا اور رسول میں غرق ہوتے ہیں۔اولیاء اللہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں کیونکہ ان کا محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے''۔(از گلستان قناعت صفحہ 190)

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر کاروبار دنیا نبھاتے ہوئے ان کو ہر قدم پر اللہ کا خوف اور اللہ کی محبت یاد رہتی ہے اور جس سے محبت ہو اور ڈر ہو اس کے حکم سے انسان کبھی ادھر ادھر ہو کر کام نہیں کر سکتا۔ اسی لیے جو اس سے محبت کرتا ہے وہ ایسے آدمی کو کبھی کسی وقت کسی صورت بھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ یہ عام زندگی میں تجربہ سے ثابت ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ کے مقبول ترین بندے بننے کی سعادت دے آمین۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقابلہ میں اب سبا کی کہانی بیان کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

اہل سبا کی ناشکری اور اس کی سزا

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

اہل سبا کے لیے ان کے مقام یعنی بستی میں ایک نشانی تھی یعنی دو باغ ایک داہنی طرف اور ایک بائیں طرف۔ اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ یہاں تمہارے رہنے کو یہ پاکیزہ شہر ہے اور وہاں بخشنے کو اللہ معاف کرنے والا۔(15) تو انہوں نے شکر گزاری سے منہ پھیر لیا پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور ان کے باغوں کے بدلے دو باغ ایسے دیے جن کے میوے بدمزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔(16) یہ ہم نے ان کو ناشکری کی سزا دی اور ہم ناشکرے ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔(17) اور ہم نے ان کے اور شام میں ان کی بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی ایک دوسرے سے متصل دیہات بنائے تھے جو سامنے نظر آتے تھے اور ان میں آمد و رفت کا اندازہ مقرر کر دیا تھا کہ رات دن بے خوف و خطر چلتے رہو۔(18) تو انہوں نے دعا کی کہ ''اے رب ہماری مسافتوں میں دوری اور طول پیدا کر دے اور اس سے انہوں نے اپنے حق میں ظلم کیا تو ہم نے انہیں مٹا کر ان کے افسانے بنا دیے اور انہیں بالکل منتشر کر دیا۔ اس میں ہر صابر و شاکر کے لیے نشانیاں ہیں۔(19)

تشریح: ابن کثیر نے فرمایا کہ ''سبا یمن کے بادشاہوں اور اس ملک کے باشندوں کا لقب ہے۔ قوم سبا اور ملکہ بلقیس کا

واقعہ جو سورۃ النحل میں گزر چکا ہے وہ بھی اسی قوم میں سے تھی"۔ یہ بڑے خوش حال اور فارغ البال تھے مگر ناشکری اور نافرمان قوم تھی انبیاء ان کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے مگر یہ نہ سدھرے یہ لوگ ہر طرح سے پُرآسائش زندگیاں گزار رہے تھے کیونکہ ان کا علاقہ یمن کا ایک حصہ تھا۔ اور یہ لوگ کافی ترقی یافتہ اور محنتی تھے۔ نقشہ پر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یمن کا اکثر حصہ کوہستانی ہے کوئی دریا نہیں بہتا بس بارش کے پانی سے جو ندی نالے بہتے انہی سے کہیں کہیں کھیتی باڑی ہوتی تھی مگر ملکہ بلقیس کے زمانے میں ایک زبردست بند Dam بنایا گیا اور یہ اتنا بڑا ڈیم تھا کہ سال بھر کے لیے اس کا پانی کافی ہو جاتا تھا۔ اس میں سے 12 نہریں نکالی گئی تھیں جو ملک کے ہر حصہ کو پانی پہنچاتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ پانی کے اس زبردست انتظام کی بدولت دائیں بائیں دور دور تک سرسبز و شاداب باغات اور ہر قسم کی اجناس بڑی مقدار میں پیدا ہوتی تھیں اور ہر طرف ان کی خوشحالی، عزت اور دولت کے چرچے ہوتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے رب کے دیے ہوئے رزق سے خوب کھاؤ پیئو، اس کی دی ہوئی نعمتوں سے خوب عیش کرو مگر خبردار کہ اس کی شکر گزاری میں ہرگز سستی نہ کرنا۔ کیونکہ اس نے تمہیں ایک ایسا خوبصورت ملک دیا ہے کہ جس کی آب و ہوا انتہائی پاکیزہ، صاف ستھری اور زمین بے حد زرخیز اور وسیع ہے۔ ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے پاکباز زندگیاں گزارو اگر غلطی سے گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرو کیونکہ اللہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ کچھ عرصہ یہ لوگ شکر و عبادت کرتے ہوئے زندگیاں گزارتے رہے مگر بالآخر ناشکری اور فسق و فجور کے چنگل میں پھنس کر شیطان کے راستے پر چلنے لگے۔ اور نصیحت کرنے والے کو صاف صاف کہتے کہ "تم اپنے رب سے کہو اگر طاقت ہے تو ہماری نعمتیں چھین لے اور آئندہ نعمتیں نہ دے۔" اللہ کے غضب کو انہوں نے خود دعوت دی۔ لہٰذا زوردار طوفانی بارشیں ہونے لگیں جن کی وجہ سے بند کا پانی بے قابو ہو کر بہہ نکلا اور اس نے وہ تباہی مچائی کہ شہروں کے شہر چٹیل میدان بن گئے ہر چیز نیست و نابود ہو گئی اور پورا ملک سنسان و ویران ہو گیا تمام رونقیں اور خوشیاں ختم ہو گئیں۔ اور پھر وہاں دو خشک میدان ظاہر ہو گئے جن میں سوائے کڑوے کسیلے پھلوں، جھاؤ اور تھوڑی سی جنگلی بیریوں کے اور کچھ پیدا نہ ہوتا تھا۔ یہ کہانی نافرمان، ناشکرے اور نعمتوں سے اترائے ہوئے لوگوں کی سنائی گئی ہے۔ کیونکہ اس وقت اہل مکہ بھی یہی کچھ کر رہے تھے۔ ان کو یہ کہانی سنائی گئی تاکہ عبرت حاصل کریں اور نیکی کی راہ اپنائیں۔

اور یہ ہم سب انسانوں کے لیے ایک بہت بڑی مثال ہے کہ ہمیں بھی ایک فرد اور ایک قوم کی حیثیت سے خیال رکھنا چاہیے کہ رحمتوں، برکتوں اور کامیابیوں کی آرزو ہے تو پھر ہر نعمت کو جائز طریقہ سے استعمال کریں اور اس عزت، آسائش اور رحمت کے اوپر اکڑ کر مغرور ہو کر اللہ سے دوری اور ناشکری کا طریقہ اختیار نہ کریں کیونکہ اللہ کو ناشکرے اور مغرور لوگ ہرگز پسند نہیں وہ پھر نعمتیں چھین لینے کی پوری طاقت بھی رکھتا ہے۔ اور جو اس کے بتائے ہوئے راستوں پر خوشدلی، خلوص اور نیک نیتی سے چلتا ہے تو اللہ اس کو زحمتوں اور آفات سے بچائے رکھتا ہے۔ جب وہ خوشحالی اور آرام کی زندگیاں گزار رہے تھے تو

اس وقت سبا کے علاقے سے جو یمن میں ہے۔ ملک شام تک عرب کے تجارتی قافلے ہر وقت چلتے رہتے تھے۔ ہندوستان کا مال یمن سے اٹھا کر شام لے جاتے پھر عقبہ کے راستے مصر تک پہنچاتے تجارتی قافلوں کی آمدورفت کی وجہ سے تمام راستے پر رونق رہتے اور جگہ جگہ خوبصورت ہوٹل اور آبادیاں موجود تھیں جن کی وجہ سے دن ہو یا رات چوری ڈاکے، بھوک اور پیاس کا کوئی خطرہ نہ ہوتا تھا اور یوں سفر بڑی آسانی اور خوبی سے پورے ہو جاتے تو یہ قوم اس قدر نا اہل اور بے وقوف ہو گئی کہ ان تمام عیش و آرام سے اکتا گئے اور بنی اسرائیل کی طرح کفران نعمت کرنے لگے جیسے انہوں نے کہا تھا کہ ہم من وسلویٰ کھاتے کھاتے اکتا گئے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی تکلیف دہ سفر ویران راستوں کی تمنا کرنے لگے تو اللہ نے انکی تمنا پوری کر دی۔ تمام ملک تباہی و بربادی کی لپیٹ میں آ گیا۔ آبادی تتر بتر ہو گئی۔ جس کو جہاں راہ ملی بھاگ نکلا۔ ان کی خوشحالی، تجارت اور رونق سب برباد ہو گئی اور باقی رہ گئے خشک میدان اور جھلسنے والی گرمی۔ سب تجارت وغیرہ بند ہو گئی۔ کیونکہ یونانیوں اور رومیوں کا شام اور مصر پر قبضہ ہو گیا اور ہندوستان سے تجارت بحری راستے سے ہونے لگی۔ ان تمام واقعات اور تاریخی کہانیوں سے عقل مند انسان اور عقل مند قومیں بڑا سبق حاصل کر سکتی ہیں۔ حدیث میں آیا ہے "اللہ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے"۔ (ترمذی)

دوسری جگہ آیا ہے "جب تو نے الحمد للہ رب العلمین کہا تو اللہ کا شکر کیا پھر وہ تجھ کو نعمت زیادہ دے گا"۔ (طبرانی)

تیسری حدیث یہ ہے۔ "بے شک اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو کھانا کھائے تو اس کی تعریف کرے، پانی پیئے تو اس کی تعریف کرے یعنی الحمد للہ کہے۔ (مسلم)

ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر چھوٹی بڑی نعمت پر ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے اللہ کی رضا اور نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ آخر میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ "کہ اس میں (اس واقعہ میں) ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے پتے کی باتیں ہیں"۔ (آیت 19)

شیطان کی کاروائی

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾ ع 2/12

اور شیطان نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا کہ مومنوں کی ایک جماعت کے سوا باقی سب اس کے پیچھے چل پڑے۔ (20) اور اس کا ان پر کوئی زور نہ تھا مگر ہمارا مقصود یہ تھا کہ جو لوگ آخرت کے متعلق شک رکھتے ہیں ان سے ان

لوگوں کو جو اس پر ایمان رکھتے ہیں ان سے جدا کرلیں اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔(21)

تشریح: ان آیات میں نیکی اور بدی، ایمان اور کفر کا مقابلہ کیا گیا ہے۔نیکی کا تعلق انسان کی روح کے ساتھ ہے جبکہ بدی کا تعلق انسان کے نفس کے ساتھ ہے شیطان نفس کو بہکاتا ہے۔اس لیے کہ اس نے اعلان کیا تھا جب اس پر لعنت بھیجی گئی تھی۔اعلان یہ کیا تھا کہ ''میں آدم اور اس کی اولاد میں سے بہت سوں کو سیدھے راستے سے بہلا کر اور پھسلا کر ہٹا دوں گا''۔تو وہ ہر وقت اپنی کوشش میں لگا رہتا ہے کمزور ایمان والے لوگ اس کی راہ پر چل نکلتے ہیں اور دنیا و آخرت میں ذلیل ہو جاتے ہیں جبکہ مضبوط ایمان والے لوگ ہرگز اس کی راہ پر نہیں چلتے۔ان کی نگاہ اللہ اور آخرت پر ہوتی ہے۔شیطان کو یہ طاقت کہ لوگوں کو بدراہ کرے صرف اللہ نے اس لیے دی ہے تاکہ بندوں کی آزمائش کر سکے۔ورنہ وہ تو ہر چیز، شخص اور ہر واقعہ سے قبل از وقت واقف ہے۔کیونکہ یہ تمام نظام کائنات اس نے (لوحِ محفوظ) میں پہلے سے لکھ رکھا ہے۔اس پر کچھ لوگ کہتے ہیں'' تو پھر ہمارا کیا قصور؟'' اللہ کے اس طرح کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم اس قدر وسیع اور مکمل ہے کہ وہ جانتا ہے یہ شخص یا قوم کس قدر مضبوط ارادہ اور ایمان رکھنے والی ہے اور یہ قوم کمزور ارادہ اور کمزور ایمان رکھنے والی ہے۔یہ بڑا باریک فرق ہے اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ہر انسان کو چاہیے کہ نیکی اور بدی کی آزمائش میں پورا اترے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ ہوتا ہے۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیطان کا گھر انسان کا نفس ہوتا ہے۔اور فرشتے کا مقام انسان کی روح میں ہے''۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ نیک بندہ اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ دل کی بات مان کر بدی کی طرف ہرگز نہیں جاتا، جب کہ بد انسان اپنے اوپر پوری طرح کنٹرول نہیں کر سکتا اور برے راستے پر چل نکلتا ہے۔ایک دفعہ چل پڑا تو بس پھر چلتا ہی چلا جاتا ہے۔اسی کو دل پر مہر لگنا کہتے ہیں۔ایسے بندے کا نیکی کی طرف آنا خاصہ مشکل ہو جاتا ہے۔تاہم ناممکن نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ مددگاروں سے بے نیاز ہے

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ۭ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿٢٦﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ

شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

کہہ دو کہ جن کو تم اللہ کے سوا معبود خیال کرتے ہو۔ان کو بلاؤ۔وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں اور نہ ہی ان کی دونوں میں کوئی حصہ داری ہے۔اور نہ ہی ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔(22) اور اللہ کے پاس صرف اسی کی سفارش فائدہ دے گی جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے گا یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے بے چینی دور کر دی جائے گی تو کہیں گے "تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟" فرشتے کہیں گے "جو فرمایا ہے حق فرمایا ہے اور وہ سب سے اوپر بڑا ہے۔(23) پوچھو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے؟ کہو کہ اللہ اور ہم یا تم سیدھے راستے پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں۔(24) کہہ دو کہ جو گناہ ہم کریں گے اس کا سوال تم سے نہیں ہوگا اور جو تم کرو گے اس کا اس کا ہم سے نہیں۔(25) کہہ دو کہ ہمارا رب ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دے گا۔وہ خوب فیصلہ کرنے والا اور علم رکھنے والا ہے۔(26) کہہ دو کہ مجھے وہ لوگ تو دکھاؤ جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے؟ کوئی نہیں، بلکہ وہی اکیلا اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔(27)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی وحدانیت، بڑائی، عظمت، علیم (علم رکھنے والا)، غالب اور حکمت والا ہونا مثالوں سے بتایا گیا ہے بلکہ ثابت کیا گیا ہے۔کوئی اسے کسی نام سے بھی پکارے مگر اس کے "وجود" سے ہرگز کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ آسمانوں اور زمین پوری کائنات کا ذرہ ذرہ صرف اسی کے قوانین کے تحت چل رہا ہے۔انسان جیسے جیسے علم میں ترقی کرتا چلا جا رہا ہے اللہ کے وجود کا زیادہ پکا یقین کرنے لگا ہے۔کہہ سکتے ہیں کہ سائنسی ترقی انسان کو روحانیت کی طرف تیزی سے لا رہی ہے۔یہی تعلیم نبی اکرم ﷺ نے بھی دی "لا الہ الا اللہ" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔پھر رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے۔ملاحظہ کیجئے۔

ساری انسانیت کے لیے نبوت

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اور اے محمد ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے،لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(28) اور کہتے ہیں اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟(29) کہہ دو کہ تم سے ایک دن کا وعدہ ہے جس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہو گے نہ آگے بڑھو گے۔(30)

تشریح: حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ڈاکٹر غلام مرتضی صاحب نے اپنی تفسیر انوار القرآن میں بہت خوبصورت لکھا ہے میں اپنی تشریح کرتے ہوئے ان کی تحریر سے استفادہ کرنا چاہوں گی۔

حضور ﷺ آخری نبی ہیں کیونکہ تمام نبیوں پر آپ کو اس لحاظ سے فضیلت دی گئی ہے کہ آپ پوری دنیا کے لیے رہبر بنے۔ آپ کی کتاب وسنت اتنی مکمل اور وسیع ہے کہ اس میں وقت، زمانے اور علاقے کی قید کی ضرورت نہیں یعنی اس کے اصول دنیا کی ہر جگہ اور ہر زمانے کے ہر قسم کے لوگوں کے لیے قابل قبول، آسان اور قابل عمل ہیں۔ اسلام کا دوسرا بنیادی اصول رسالت محمدی پر ایمان لانا ہے۔ کیونکہ جب ہم مخلوقات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل انسانی نے اس کو دوسری مخلوقات پر برتری دلائی ہے کیونکہ عقل کی وجہ سے اس کی رہنمائی ہوتی ہے اور انسان عقل کی وجہ سے اچھے برے کی تمیز کرتا ہے جبکہ جانور نہیں کرسکتا، اس کی ایک فطرت اللہ نے بنادی ہے۔ جیسے اس کو چرنا چگنا سکھا دیا ہے بس ویسے ہی وہ چرتا چگتا رہے گا۔ جب کہ انسان نے اپنے کھانے پینے رہنے سہنے کے بے شمار نئے نئے طریقے نکال لیے ہیں۔ مگر اخلاق کردار، دین و ایمان اور بہترین راستوں کی رہنمائی کے لیے انسان کو ہمیشہ کسی راہبر، کسی استاد یا کسی لیڈر کی ضرورت رہی ہے اور ان تمام راستوں کا ایک منبع ہے اور وہ ہے دین جو کسی پیغمبر یا رسول کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے۔ دین اسلام جو انتہائی معقول، مکمل، آسان اور انسانی فطرت کے مطابق ہے اور دنیا کے ہر شخص کے لیے ہے، چاہے وہ مشرق میں رہتا ہو، شمال میں، جنوب میں یا مغرب میں اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں آپ ﷺ انٹرنیشنل پیغمبر ہیں۔ اسی طرح آپ کی دی گئی ہدایات بھی انٹرنیشنل ہیں کیونکہ وہ انتہائی آسان ہیں، فائدہ مند ہیں اور ہر جگہ ہر انسان کے لیے بالکل مناسب ہیں۔ اس لحاظ سے ہم آپ کو انٹرنیشنل لاء کے بانی بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ آپ نے بین الاقوامی قانون دیا۔ قانون یہ تھا کہ جب جنگ کرو تو بوڑھوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، عبادت گاہ میں عبادت گزار پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، بچوں عورتوں پر ہاتھ نہ اٹھاؤ، درختوں اور فصلوں کو برباد نہ کرو۔ یہ حقیقت ہے کہ اس سے پہلے کبھی یہ دستور دیکھا نہ گیا تھا کیونکہ اس سے پہلے تو جنگل کا قانون تھا۔ فاتح کو حق حاصل ہوتا تھا کہ عورتوں کو لونڈیاں، مردوں کو غلام اور جس کو چاہیں قتل کردیں اور جتنا چاہیں مال لوٹ لیں۔ آپ نے امن، سکون اور انسانیت کا احترام کرتے ہوئے جنگ کرنا سکھایا۔ آپ کی جنگی تدابیر کا ایک تاریخی واقعہ فتح مکہ ہے۔ جس میں صرف تدبیر سے جنگ جیت لی گئی۔ ہوا اس طرح کہ پہلے تو دس ہزار کا لشکر لے کر آپ چل پڑے اور یہ راز بڑا سخت پوشیدہ رکھا کہ کہاں جارہے ہیں۔ اِدھر اُدھر سے چلتے پھرتے ہوئے اچانک مکہ کے قریب پہنچ گئے۔ پھر دوسری حکمت عملی یہ کی کہ پوری فوج کو کہا اپنا اپنا کھانا خود تیار کرو مطلب یہ تھا کہ دشمن جب دس ہزار چولھے جلتے دیکھے گا تو نفسیاتی طور پر دباؤ میں آجائے گا کہ بھئی یہ تو بہت بڑا لشکر ہے ہم بھلا اس سے کیسے لڑ سکتے ہیں یہی ہوا، بغیر لڑائی کے اہلِ مکہ نے شکست مان لی اور آپ اس فتح پر سر جھکائے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے بڑے آرام سے مکہ میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوگئے۔ آپ نے کبھی دنیاوی مقصد کے تحت صرف ملک گیری کے

لیے لڑائی نہ کی تھی بلکہ آپ کا مقصد تو صرف دین اسلام کی تبلیغ اور انسانیت کی اصلاح تھا۔ جس میں آپ پوری طرح کامیاب ہوئے جیسا کہ تاریخی واقعات سے ظاہر ہے۔ آپ نے زندگی میں 83 جنگیں لڑیں مگر دونوں طرف سے صرف 533 لوگ قتل ہوئے اور پھر اتنا بڑا انقلاب! ایسا انقلاب کہ جس نے بہت کم مدت بہت کم جانی نقصان سے دنیا کو توحید کا پیغام دیا اور کفر و شرک کی بنیادیں ہلا دیں۔ اسی لیے تو آپ کو خوشخبری سنانے والا یعنی مومنین کو جنت کی خوشخبری سنانے والا اور کفار و منافقین کو دوزخ کا نقشہ دکھا کر عذاب عظیم سے ڈرانے والا کہا گیا ہے۔ جب ہم آپ کی خطابت، علم، حکمت اور فراست پر غور کرتے ہیں تو بے اختیار آپ کے آخری نبی ہونے پر یقین ہو جاتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ آپ کو اللہ کی خاص مہربانی سے ملا تھا کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی استاد یا کتاب سے نہ پڑھا نہ سیکھا تھا۔ تو کتاب جو لوگوں کو انہوں نے دی وہ دنیا کی اعلیٰ ترین کتاب کہ جس کی ایک آیت بھی کوئی انسان نہ بنا سکے۔ آپ کی سچائی اور قرآن کی سچائی کے لیے اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ آپ پر حجت بازی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ”قیامت کب آئے گی؟ یعنی تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔ تو رب العزت اپنے پیارے نبی سے کہتے ہیں کہ ان کو بتا دو قیامت کا وقت مقرر ہو چکا ہے وہ اس مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تمہارے کہنے سے نہ تو وہ ایک سیکنڈ پہلے آ سکتی ہے نہ بعد میں۔ اور سب سے زیادہ پریشانی کی گھڑی ان ہی لوگوں کے لیے ہوگی جو قیامت کی جلدی مچا رہے ہیں۔

قیامت اور خراب رہنماؤں کی پریشانی

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳۱ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۳

اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں گے اور نہ ان کتابوں کو جو ان سے پہلے کی ہیں اور کاش تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے سے بحث مباحثہ کر رہے ہوں گے۔ جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے وہ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ (31) بڑے لوگ

کمزوروں سے کہیں گے کہ بھلا ہم نے تمہیں حق بات سے روکا تھا جب وہ تمہارے پاس آ چکی تھی؟ ایسا نہیں ہے بلکہ تم ہی گنہگار تھے۔(32) کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ نہیں بلکہ تمہاری دن رات کی چالوں نے ہمیں روک رکھا تھا۔ جب تم ہم سے کہتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور اس کا شریک بنائیں۔ اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو دل میں پشیماں ہوں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ بس جو عمل وہ کرتے تھے انہی کا ان کو بدلہ ملے گا۔(33)

تشریح: ان آیات میں قیامت کی سختی اور عذاب کا ذکر کیا گیا ہے پھر ان گنہگاروں کا ذکر کیا گیا ہے جو خوف اور دہشت سے گھبرا کر اپنے سرداروں اور لیڈروں پر الزام دیں گے اور لیڈر و رہنما ان پر الزام دیں گے، بہر حال معافی کسی کو بھی نہ ملے گی اور سب اپنے اپنے گناہوں کی سزا ضرور بھگتیں گے۔ مختصر یہ ہے کہ اس عالم کے خاتمے کے بعد اللہ ایک دوسرا عالم بنائے گا اور اس میں تمام انسان جو شروع دن سے آخر دن تک پیدا ہوئے ہوں گے مرنے کے بعد زندہ کر کے سب کو اکٹھا میدان حشر میں جمع کرے گا۔ ان کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا حساب لے گا اور پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔

نیک اعمال کی اہمیت

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۴

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔(34) اور یہ بھی کہنے لگے کہ ہم بہت سا مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔(35) کہہ دو کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(36) اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا پسندیدہ بنا دے، ہاں ہمارا پسندیدہ وہ ہے جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔ ایسے ہی لوگوں کو ان کے اعمال کی وجہ سے دگنا بدلہ دیا جائے گا اور وہ آرام سے بالا خانوں میں بیٹھے ہوں گے۔(37)

تشریح: صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ مال اولاد اور رتبہ قیامت میں چھڑا نہ سکے گا صرف اعمال کے بدلے میں ہی جنت

ملے گی یا دوزخ ملے گا۔ رزق تو اللہ اپنی مرضی اور اپنے حساب کتاب یعنی نظام دنیا کو چلانے میں توازن رکھنے کے لیے دیتا ہے۔ اور پھر اس دنیا میں آزمائش کا سب سے بڑا ذریعہ اولاد اور مال ہی تو ہے۔ یہ سب حقیقتیں بتانے کی وجہ سے ہی تو حضرت محمد ﷺ کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا کہا گیا ہے، نذیر اور بشیر

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

(اقبال)

عذاب کے حق دار

وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

جو لوگ ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں ہرادیں وہ عذاب میں پکڑے ہوئے آئیں گے۔(38)

تشریح: کفر و شرک کی جڑ و بنیاد ہی یہ ہے کہ اللہ کی آیات کو جھٹلایا جائے۔ اسی لیے ان کے لیے عذاب کو خاص کر دیا گیا ہے۔

رزق کی تقسیم

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

کہہ دو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اس کا تمہیں بدلہ دے گا۔ وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔(39)

تشریح: رزق کی تقسیم کا مسئلہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ یہ بات بندے کے بس سے باہر ہے۔ بس ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ خیر الرّٰزقین ہے۔ اور پھر اپنے بندوں کا سب سے بڑا خیر خواہ بھی جس کو جس قدر رزق کی ضرورت ہوتی ہے اتنا ہی دیتا ہے۔ کیونکہ بعض کے لیے رزق کی زیادتی بدترین آزمائش ثابت ہوتی ہے اور بعض کے لیے کمی آزمائش بن جاتی ہے۔ یہ اندازے اور مقدار تو اللہ جل شانہ کے پاس لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اس پر مکمل بحث گزشتہ اسباق میں گزر چکی ہے۔ بہرحال سب سے بڑی دولت قناعت ہے۔ شیخ سعدی کا قول ہے۔ ''تونگری بہ دل است نہ بہ مال است''۔ یعنی تونگری دل کے ساتھ ہے نہ کہ مال کے ساتھ۔ مقصد یہ ہے کہ مالدار آدمی امیر نہیں ہوتا بلکہ قناعت کرنے والا امیر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا دل امیر ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ ''وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے''۔ تو پھر انسان کو حلال حرام کی تمیز ضرور کرنی

چاہیے اور ذخیرہ اندوزی بھی نہیں کرنی چاہیے۔حرام مال اور ذخیرہ اندوزی سے اللہ نے منع کیا ہے کیونکہ یہ دونوں عمل ایمان اور ملکی معیشت کو نقصان پہچانے والے ہیں ان سے ملکی نظام میں بڑا خلل پڑتا ہے۔محمد موسیٰ روحانی بازی لکھتے ہیں ''انسان کے علاوہ باقی حیوانات ذخیرہ اندوزی نہیں کرتے سوائے چار قسم کے حیوانات کے۔انسان، چیونٹی، چوہا اور کوا۔انسان کو تو ذخیرہ اندوزی سے منع کیا گیا ہے۔مگر چوہا، کوا اور چیونٹی کی یہ ضرورت ہوگی جو اللہ نے اس کی فطرت میں یہ چیز رکھ دی ہے۔ مگر انسان کو حکم دیا ہے کہ جو مال تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔اس میں سے اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق خرچ کرو وہ اس کا تمہیں بدلہ دے گا۔بہر حال مال زیادہ ہو یا کم۔انسان امیر ہو یا غریب ہر صورت اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔حلال حرام کی تمیز کرنی چاہیے۔ذخیرہ اندوزی اور بخل سے بچنا چاہیے۔عزیز، رشتہ دار، غریب، مسکین اور محتاجوں کا حصہ ضرور اپنے مال سے نکالتے رہنا چاہیے۔مسلمان کے لیے یہی ہدایات ہیں۔اللہ ہمیں ان پر عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین

مشرکین اللہ کے سامنے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾ قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ فَٱلْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ ذُوقُوا۟ عَذَابَ ٱلنَّارِ ٱلَّتِى كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا'' کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے؟(40)وہ کہیں گے تو پاک ہے تو ہی ہمارا ولی ہے نہ کہ یہ لوگ۔یہ جنات کو پوجا کرتے تھے اور اکثر انہی کو مانتے تھے۔(41)تو آج تم میں سے کوئی کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے، مزہ چکھو۔(42)

تشریح: یہاں ان مشرکین کا ذکر ہے جو غلط تعلیم و تربیت کی وجہ سے مشرک بنے رہے۔ایسے لوگوں کو بتایا جارہا ہے کہ کوئی فرشتہ کوئی دیوی، کوئی دیوتا تمہیں اس آگ کے عذاب سے ہرگز نہ بچا سکے گا جس کا ذکر دنیا میں بے شمار دفعہ ہوتا رہا ہے اور تم نے نہ توجہ دی نہ اس کو سچ سمجھا۔قیامت کے دن یہ چیزیں یعنی اللہ کے سوا ان کے بنائے ہوئے معبود مثلاً جن، دیو، پتھر وغیرہ وغیرہ، ان کے نہ تو کچھ کام آسکیں گے نہ اور نہ ہی عذاب سے بچا سکیں گے۔یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں اللہ ہے مگر پوجتے غیروں کو ہیں اور انہیں ہی اپنا مشکل کشا، حاجت روا، بگڑی بنانے والا، اولاد دینے والا سمجھتے ہیں اور پھر انہیں کے آگے جھکتے اور سجدہ ریز ہوتے ہیں حالانکہ ان تمام صفات و عبادات کے لائق تو صرف ایک اللہ ہی کی ذات ہے۔اسے ہی اپنا مشکل کشا

، حاجت روا، بگڑی بنانے والا، اولاد دینے والا سمجھنا چاہیے اور ہر قسم کی قولہ، فعلی عبادت بھی صرف اسی کے لیے بجالانی چاہیے۔ اسی کو سجدہ کرنا چاہیے۔ اسی سے مانگنا چاہیے اگر یہ سب غیر اللہ کے لیے کیا تو یہ شرک بن جائے گا جسے اللہ نے ظلم عظیم قرار دیا ہے۔

کفار کو غور و فکر کی دعوت

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ
اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ
اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ
نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ ع
تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾
قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾
قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا
يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ
سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾

اور جب ان کو ہماری روشن آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ ایک شخص ہے جو چاہتا ہے کہ جن چیزوں کی تمہارے باپ دادا پرستش کیا کرتے تھے ان سے تم کو روک دے" اور یہ بھی کہتے ہیں کہ "یہ قرآن بالکل جھوٹ ہے جو اپنی طرف سے بنالیا گیا ہے"۔ اور کفار کے پاس جب حق آیا تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ "یہ تو صریح جادو ہے۔ (43) اور ہم نے نہ تو ان مشرکوں کو کوئی کتابیں دیں جن کو یہ پڑھتے ہیں اور نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا مگر انہوں نے تکذیب کی۔ (44) اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے جھٹلایا تھا اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا تھا یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے تو انہوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میرا عذاب کیسا ہوا؟ (45) کہہ دو کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے کام کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ دو دو اور ایک ایک کر کے پھر غور کرو تمہارے رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو آنے والے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہے۔ (46) کہہ دو کہ میں نے تم سے کوئی معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی ہو۔ میرا معاوضہ تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے۔ (47) کہہ دو کہ میرا رب اوپر سے حق اتارتا ہے اور وہ غیب کی باتوں کا

جاننے والا ہے۔(48) کہہ دو کہ حق آ چکا اور باطل نہ پہلی بار پیدا کر سکا اور نہ دوبارہ پیدا کرے گا۔(49) کہہ دو کہ اگر میں گمراہ ہوں تو میری گمراہی کا نقصان مجھی کو ہوگا اور اگر ہدایت پر ہوں تو یہ اس کی وجہ سے ہے جو میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بیشک وہ سننے والا اور نزدیک ہے۔(50)

تشریح: ان آیات میں کفار مکہ کو دعوت ایمان دی گئی ہے مگر ہمیشہ کی طرح یہی اعتراضات کہ نبی جھوٹا ہے ہمیں اپنے آباؤاجداد کے مذہب سے ہٹانا چاہتا ہے۔ دوسرا بڑا اعتراض کہ یہ قرآن اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب نہیں بلکہ خود اپنے پاس سے ہی بنالی گئی ہے۔ تیسری بات یہ کہ سب کچھ جادو ہے۔ یہی سب باتیں ہر زمانے میں ہر پیغمبر کو سننی پڑی تھیں۔ لوگ اسی طرح پیغمبر کو جھٹلاتے جادوگر کہتے، مجنوں کہتے اور پھر خوب اذیتیں دیتے بلکہ بہت سے تو اپنے پیغمبروں کو قتل ہی کر دیتے۔ یہی کچھ نبی ﷺ کے ساتھ ان کے ہم وطنوں نے کیا۔ مندرجہ بالا آیات میں انہی کے حالات، خیالات، اعتقادات اور اعمال کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کو درست کرنے کے لیے مختلف قسم کی ہدایات اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجی ہیں۔ آخر میں حضرت محمد نے ان سے کہا کہ "میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بیشک وہ سننے والا اور نزدیک ہے۔

ایمان لانے کا مقام دنیا ہے آخرت نہیں

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝ ع 6/9 12

اور کاش تم دیکھو جب یہ گھبرا جائیں گے تو عذاب سے بچ نہیں سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔(51) اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اور اب اتنی دور سے ان کا ہاتھ ایمان لینے کے لیے کیونکر پہنچ سکتا ہے؟(52) پہلے تو اس سے انکار کرتے رہے اور بغیر دیکھے دور ہی سے خیالی تیر چلاتے رہے۔(53) اور ان میں ان کی خواہش کی چیزوں میں پردہ حائل کر دیا گیا جیسا کہ پہلے ان جیسے لوگوں سے کیا گیا وہ بھی الجھن میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔(54)

تشریح: انسانی فطرت کا بیان ہے کہ جب تک اس کے اندر یقین کی کیفیت پیدا نہ ہو جائے وہ کچھ نہیں کر سکتا یہ صرف مکہ والوں کا حال ہی نہیں بلکہ یہ ان سے پہلے اور ان سے بعد میں آنے والے سب لوگوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔ موجودہ زمانہ ترقی اور علم وعرفان کا زمانہ ہے مگر جب ہم کفار ومشرکین اور مسلمانوں کی تعداد کا حساب لگاتے ہیں تو نسبتاً مسلمان پوری دنیا میں کم

تعداد رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اس وقت دنیا کی آبادی کا تقریباً ایک چوتھائی ہیں۔ اکثر مسلم ممالک اقوام متحدہ کے رکن ہیں اور یہ کل ارکان کا ایک تہائی ہیں۔ باقی کل آبادی یہ بھی جانتی ہے کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ وہی ان کو روزی دیتا ہے۔ وہی مارتا ہے مگر پھر بھی یہ کچھ تو اپنے آباؤ اجداد کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے اور کچھ بے یقینی اور شیطان کے چکر میں پھنس کر اللہ کی طرف نہ تو پوری طرح رجوع کرتے ہیں اور نہ ہی ٹھیک فیصلہ کر کے اللہ کے بھیجے ہوئے سچے دین کو یا نتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی زندگیاں اور عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اسی لیے تو علامہ اقبال نے فرمایا:

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح علم

جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

کفار و مشرکین کی کفر و شرک کی زنجیریں تب کٹیں گی جب میدان حشر میں ان کو سزا سنائی جائے گی اور دردناک عذاب ان کے سامنے آموجود ہوگا تب وہ کہیں گے ہم ایمان لائے جو کہ بیکار ہوگا۔ ایمان لانے اور عمل کرنے، جنت کمانے کا وقت صرف اس دنیا میں زندگی کے دوران ہے۔ مرتے وقت یا مرنے کے بعد میدان حشر میں توبہ اور ایمان کا وقت گزر چکا ہوگا۔ کیونکہ وہ وقت حساب کے لیے مقرر ہے۔ یہاں تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ!

اب پچھتاوے کیا ہووت

جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

خلاصہ سورۃ السبا

یہ سورہ مبارکہ اپنے اندر توحید، رسالت، ایمان اور آخرت کی بہترین دلیلیں رکھے ہوئے ہے۔ کیونکہ بڑی وضاحت سے اس کامل و اکمل ذات کی تعریف کی گئی ہے جو اس پوری کائنات کا واحد خالق و مالک ہے پھر اس کے بھیجے ہوئے مرد کامل حضرت محمد ﷺ کی برتری اور شان کو دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کیونکہ وہ آخری نبی ہیں اس لیے ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن پاک بھی مکمل اور بہترین آخری کتاب ہے۔ ان کا پیش کیا گیا دین بھی کامل دین ہے۔ اس کے اصول وضوابط نسل انسانی کے لیے اس قدر مفید اور بہترین ہیں کہ وہ ایک عام انسان کو خاص انسان بنا دیتے ہیں۔ اور یہ خاص انسان جو اللہ کو ایک مانتا ہے، رسول و قرآن کو اللہ کا آخری رسول اور آخری کتاب، اسلام کو آخری دین مان کر خود بھی ایک کامیاب مقبولِ خدا اور کامل انسان بن جاتا ہے۔ جبکہ منکرین کا مسئلہ بالکل مختلف ہے۔ وہ سب کچھ مانتا ہے مگر پھر بھی کچھ نہیں مانتا، اسی کو کہتے ہیں آنکھوں والا اندھا۔ اس ترقی یافتہ زمانے میں بھی ایسے لوگ بے شمار موجود ہیں جو جانتے ہیں کہ ان کو اللہ نے پیدا کیا ہے مگر پھر بھی پتھر کے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ کوئی گائے، ہاتھی، جن، چاند، سورج، دریا یا آگ کی پوجا کرتا ہے اور

کوئی امیر کبیر سرداروں کے آگے جھکتا ہے کوئی مزاروں پر جا کر اولیاء اللہ کو ہی سب کچھ سمجھنے لگتا ہے۔ یہی شرک ہے۔ یہی ظلم ہے جو یہ لوگ اپنے اوپر جان بوجھ کر کرتے ہیں اور آخرت میں ان کو دردناک سزاء کے علاوہ کچھ نہ ملے گا۔ جبکہ مرد کامل مسلمان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ یہ سزا کا پیغام اور بہترین اجر کا انعام کسی معمولی ہستی کا قول نہیں بلکہ الہ العلمین، قادر مطلق مالک یوم آخرت اور مالک کون ومکاں کا قول ہے جو بالکل سچ ہے۔

مجھے سمجھ نہیں آتی آخر لوگ اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کی پوجا کیوں کرتے ہیں؟ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ جس نے ان چیزوں کو اور خود اُن کو بنایا ہے اصل سجدے اور شکر کا حق دار تو وہی ہے۔ شکر ہے کہ بیسویں صدی میں سائنس کے اندر جو انقلاب آیا ہے اس نے خود سائنسی نقطہ نظر سے مذہب کی اہمیت ظاہر کردی ہے۔ جدید سائنس نے نیوٹن کے دوسوسالہ نظریہ کو غلط ثابت کر کے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ''سائنس ہمیں صرف جزوی علم دیتی ہے''۔ اب سائنسدان نے ایک نئی جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔

''انگریز ماہر ریاضیات اور فلسفی الفرڈ نارتھ وائٹ ہیڈ (1861-1947) کے نزدیک جدید معلومات یہ ثابت کرتی ہیں کہ Nature is Alive (P.84) یعنی فطرت بے روح مادہ نہیں بلکہ زندہ فطرت ہے۔ انگریز ماہر فلکیات سر آرتھر اڈنگٹن (1882-1944) نے موجودہ سائنس کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ''کائنات کا مادہ ایک شے ذہنی ہے''۔ اسی طرح ریاضیاتی طبیعیات کا انگریز عالم سر جیمز جینز (1877-1946) جدید تحقیقات کی تعبیر ان الفاظ میں کرتا ہے کہ ''کائنات مادی کائنات نہیں بلکہ تصوراتی کائنات ہے'' یہ انتہائی مستند سائنسدانوں کے خیالات ہیں جن کا خلاصہ جے ڈبلیو۔ این سولیون کے الفاظ میں یہ ہے کہ ''کائنات کی آخری ماہیت ذہن ہے''۔ میرے اپنے علم کے مطابق یہ تمام باتیں قرآن سے مطابقت رکھتی ہیں۔ ''آخری حقیقت ذہن ہے یا مادہ۔ دراصل سوال یہ ہے کہ کائنات مادہ کے ذاتی عمل سے خود بخود بن گئی ہے یا کوئی غیر مادی ہستی ہے جس نے بالارادہ اسے تخلیق کیا ہے یعنی کوئی مشین خود بخود دلوہے اور پٹرول سے جادو سے تیار نہیں ہوسکتی بلکہ انجینیر کا ذہن ایک خاص ڈیزائن سے اس کو بنا کر چلاتا ہے۔ اسی طرح علمی مطالعہ کا یہ نتیجہ کہ کائنات کی آخری حقیقت ذہن ہے، یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے مذہب کی تصدیق (سچائی) ہے اور الحاد کی تردید''۔ ''مزید یہ کہنا صحیح ہوگا کہ علم کا دریا پچھلے چند سالوں سے ایک نئے رخ پر مڑا ہے۔ اور یہ جدید علم ہم کو مجبور کرتا ہے کہ ہم دنیا کے بارے میں اپنے خیالات پر نظر ثانی کریں جو ہم نے جلدی میں قائم کر لیے ہیں۔ اب ہم نے دریافت کرلیا ہے (یعنی ملحد سائنس دانوں نے کیونکہ مسلمان تو پہلے ہی مانتا ہے) کہ کائنات ایک منصوبہ ساز یا حکمران کی گواہی دے رہی ہے۔ یہ اس طرز پر سوچنے کے اعتبار سے ہے جس کو ہم ریاضیاتی ذہن کے الفاظ (Mathematical Mind) میں ادا کر سکتے ہیں۔

(The Mysterious Universe, PP. 136-38 از کتاب مذہب اور سائنس)

اب یہ سوچ لینا کہ تمام سائنس دان ضرور اللہ پر ایمان لے آتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے یہ لوگ بھی تعصب کے چکر

میں اسی طرح پھنسے ہوئے ہیں جس طرح مکہ کے لوگ تعصب میں پھنسے ہوئے تھے۔ بہر حال جو بھی انسان اپنے اوپر اللہ خالق کائنات کے اوپر غور کرتا ہے اللہ اس کو راستہ ضرور دکھا دیتا ہے جیسے حضرت ابراہیم کو راہ دکھائی۔ لیکن جو لوگ چاہتے ہی نہیں اور اپنے آپ کو بے یقینی کی دلدل میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں وہ بھلا کیونکر راہ پا سکتے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے۔ ''اے ہمارے رب جب تو ہمیں ہدایت کر چکا تو ہمارے دلوں کو نہ پھیر اور اپنے ہاں سے ہمیں رحمت عطا فرما، بیشک تو بہت زیادہ دینے والا ہے''۔ (سورت آل عمران آیت:8)

شکر کی تعریف بھی اللہ نے بہت کی ہے اس کے مقابلے میں فخر وغرور کو انتہائی ناپسند کیا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت سلیمان و داؤد علیہم السلام اور سبا کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ سبق اور عبرت کی بہترین کہانی۔ پھر ذکر کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔ الحمدللہ سورۃ السبا مکمل ہوگئی۔

تعارف سورۂ فاطر

یہ سورت مکی ہے اور تقریباً درمیانہ زمانہ تھا ہجرت سے پہلے اور نبوت کے بعد۔ یہ قرآن پاک کی پینتسویں سورت ہے اس میں 45 آیات اور 5 رکوع ہیں۔ یہ سورت بھی پیغامِ الٰہی کی تصدیق کرتی ہے۔ اللہ کی وحدانیت، بڑائی اور حاکمِ اعلیٰ ہونے کی دلیلیں دیتی ہے۔ کیونکہ انسان کی جسمانی نشوونما اور آسائشوں کے لیے پوری کائنات بنائی گئی ہے اور روحانی ترقی کے لیے رسول و آسمانی کتابیں بھیجی گئیں۔ یہ دونوں حق ہیں۔ اور قرآن وحی کے ذریعے نازل فرمایا اور وحی یعنی اللہ کا پیغام فرشتے لے کر نازل ہوتے تھے جو اللہ کی قدرت سے آسمان سے زمین تک پرواز کی طاقت رکھتے ہیں پھر آخرت کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ زندگی نہ بے مقصد ہے اور نہ ہی بے کار۔ اس کا نتیجہ ضرور نکلے گا اور پھر اس کے مطابق نئی زندگی میں انعام یا سزاء ضرور ملے گی۔

آسمان زمین اور فرشتے سب اللہ کے بنائے ہوئے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے۔ جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پَر ہیں وہ اپنی مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (1)

تشریح: یہ آیت علم وعرفان کا خزانہ ہے۔ جیسے جیسے ہم اوپر نیچے دیکھتے ہیں اللہ کی کاریگری کے بے شمار عجوبے نظر آتے

ہیں۔آسمان کو دیکھیں تو بہترین اور عجیب، زمین کو دیکھیں تو وہ بھی بہترین اور عجیب۔ یہ کب پیدا ہوئے؟ کیسے بنے؟ اور کس نے بنائے؟ قرآن پاک ان تمام سوالوں کا جواب مختصراً دیتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ نے اپنی قدرت سے انسان کے لیے اور باقی تمام مخلوقات کے لیے بنائے ہیں کیونکہ وہ ہر چیز، ہر بات، ہر وقت اور ہر زمانے پر پوری قدرت رکھتا ہے اس لیے یہ سب بنانے کے لیے اس نے بغیر کسی کی مدد بغیر نقشے اور بغیر مادے کے صرف یہ فرمایا ''کن'' ''ہو جا''۔ ''فیکون'' ''اور وہ ہو گیا''۔اب سائنس دان اور cosmology کے ماہر اس جستجو میں اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ کیسے ہوا؟ بہت محنت کے بعد جدید دور میں پہلی مرتبہ یہ کہا گیا کہ ''آج سے تقریباً دس سے بیس ارب سال قبل ایک خاص قسم کے دھماکے سے وجود میں آئی جسے big Bang کہا جاتا ہے''۔ یہ اعداد و شمار ڈاکٹر دلدار احمد قادری کی کتاب سے لیے گئے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

''BigBang کے بعد 0.0001 سکینڈ (ایک سکینڈ کا ہزارواں حصہ) سے قبل کائنات بلند توانائی کی روشنی میں مشتمل تھی۔اس کا درجہ حرارت 10^{12} کیلون سے زیادہ اور کثافت (Density) $5x10^{13}$ گرام فی مکعب سینٹی میٹر تھی۔ یہ روشنی بہت چھوٹی طول موج کی گاما شعاعوں پر مبنی خیال کی جاتی ہے۔ جس کی توانائی بہت زیادہ خیال کی جاتی ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ ہم کائنات کی تاریخ صفر وقت سے یعنی جب کائنات کا آغاز ہوا شروع نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے سائنسی قوانین اس صورتِ حال کو جو اس وقت تھی بیان نہیں کر سکتے''۔ (از کائنات قرآن اور سائنس صفحہ:43)

یہ تو صرف انسانی کاوش ہے جو بدل بھی سکتی ہے مگر قدرت کے قوانین اٹل، بہترین اور پائیدار ہیں۔اس کے بعد اس مخلوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کو آج تک کوئی سائنسدان معلوم نہیں کر سکا اور وہ ہیں ''فرشتے''۔اللہ تعالیٰ نے چند الفاظ میں ان کی وضاحت کر دی ہے یعنی وہ انتہائی تیز رفتار پروں والی مخلوق ہے۔اس کی رفتار اس قدر تیز ہے کہ انسانی آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی۔اس کے بے شمار کام ہیں جن میں سے یہاں صرف پیغام رسانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتابوں سے ان کا نام حضرت جبریل معلوم ہوا ہے۔اللہ نے اس کی جسمانی ساخت صرف اتنی ہی بتائی ہے کہ ان کے پر ہوتے ہیں کسی کے دو دو، کسی کے تین تین اور کسی کے چار چار اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ جبریل علیہ السلام کے متعلق بعض مستند روایات میں ہے کہ ان کے چھ سو پر ہیں (بخاری) تو ہو سکتا ہے کہ اس سے زیادہ پروں والے بھی ہوں یہ تو اللہ کی مرضی پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔انسان پھر کھوج میں چل نکلا تو معلوم ہوا کہ یہ غیر مادی مخلوق ہیں اور ان میں اپنے کام کی مطابقت سے کوئی خاص قسم کی توانائی ہے۔ سلطان بشیر محمود صاحب لکھتے ہیں۔ ''فرشتے وہ اعلیٰ حقیقت ہیں جسے عقلِ انسانی سمجھ نہیں سکتی۔ لیکن وہ ہر جگہ ہر آن ایسے ہی موجود ہیں جیسے فضا کے نکتہ نکتہ میں ٹیلی ویژن کی آوازیں اور تصویریں موجود ہیں لیکن یہ سب ہمیں نظر نہیں آتیں ان کو دیکھنے کے لیے ایریل اور ٹی وی سیٹ چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمین و آسمان کے چپے چپے پر ستر ہزار فرشتے موجود ہیں لیکن ان کو دیکھنے کے لیے (روحانی طاقت) قلبی آنکھیں چاہئیں۔'' از (قیامت اور حیات بعد الموت)

قرآن وحدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مشہور ترین تین فرشتے ہیں جو مختلف اہم کاموں پر معمور کیے گئے ہیں۔
(۱) جبریل (۲) اسرافیل (۳) میکائیل علیہم السلام یہ سب اللہ کی قدرتیں ہیں۔

شیطان انسان کا دشمن ہے

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ
يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ
كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا
تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ
عَدُوًّا ۚ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۷﴾ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ ع 13
حَسَنًا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ
حَسَرٰتٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۸﴾

اللہ جو اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں اور جو وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اسے کھولنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔(2) لوگو! اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں ان کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق اور رازق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔(3) اور اے پیغمبر اگر یہ لوگ تم کو جھٹلائیں تو تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے گئے ہیں اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔(4) اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ شیطان فریب دینے والا تمہیں فریب دے۔(5) شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ کو صرف اسی لیے بلاتا ہے تا کہ وہ سب دوزخی ہو جائیں۔(6) جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔(7) بھلا جس کو اس کے برے اعمال اچھے کر کے دکھائے جائیں اور وہ ان کو بہترین سمجھنے لگے تو کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ لہٰذا آپ کی جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے واقف ہے۔(8)

تشریح: اوپر دی گئی آیات کو جب ہم غور سے پڑھ لیتے ہیں تو ہمیں اللہ کی قدرت کا پورا یقین ہو جاتا ہے پھر ہمیں اس کا

پروگرام سمجھ آنے لگتا ہے اور یوں توکل مضبوط ہو جاتا ہے۔ پھر مضبوط ایمان وارادہ ہمیں شیطان سے نمٹنے کی پوری طاقت دے دیتا ہے اور ہم اپنے نیکی کے فرشتوں کی مدد سے اس کو ہرا دیتے ہیں اسی کو کہتے ہیں مردِ کامل یعنی کامیاب انسان۔
فرشتوں کا ذکر ہو چکا اب ذرا شیطان کا مطلب بھی سمجھ لیا جائے تو شیطان جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے برائی کرنے والا، برا راستہ دکھانے والا۔ انسان کی پیدائش پر شیطان ناراض ہو گیا تھا کیونکہ یہ بھی انسان کی طرح عمل اور ارادہ کی طاقت رکھتا ہے اور اس لیے دنیا میں اسی کی چہل پہل تھی تو اللہ نے انسان کو اس سے برتر مخلوق بنا دیا تبھی تو انسان کو سجدہ کروایا اس وقت شیطان اکڑ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو آگ سے بنا ہوں، یہ مٹی سے بنا ہے لہٰذا میں بڑا ہوں، میں اس کو سجدہ نہیں کروں گا۔ اللہ نے اس پر لعنت بھیج دی اور اس نے کہا کہ میں ہمیشہ تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا۔ جب سے انسان کے ساتھ دو مخلوق اور بھی منسلک ہو گئیں یعنی فرشتے اور شیطان۔ شیطان کو صرف اتنی ہی طاقت دی گئی ہے کہ وہ ہر برے کام میں اتنی کشش اور اچھائی بیان کرتا ہے کہ کمزور بندہ نیکی کی راہ چھوڑ کر اس کے کہنے میں آ جاتا ہے۔ جبکہ مضبوط ایمان والا انسان اس کے بہلانے پھسلانے میں ہرگز نہیں آتا۔ ورنہ تو اگر وہ انسان کو مجبور کرنے کی طاقت رکھتا ہوتا تو کوئی بھی اس کی گرفت سے نہ بچ سکتا۔ آیت نمبر 5 میں اللہ فرماتا ہے۔ ''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن سمجھو''۔ نیک فطرت لوگوں کے لیے اللہ نیکی کی راہیں کھول دیتا ہے اور بدفطرت کے لیے بدی کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں۔
تو نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ تسلی دیتے ہیں کہ آپ گمراہوں کے لیے جان ہلکان نہ کریں۔ بس اللہ کا پیغام کھول کھول کر بیان کرتے جائیں۔ عمل کرنا، نہ کرنا، ان لوگوں کا اپنا کام ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اللہ اپنے وعدے کے مطابق ان کی ضرور خبر لے گا۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔

اللہ کی قدرتیں اور اس کا نظام

وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝٩ مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًا ؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ
الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِیْنَ یَمْكُرُوْنَ السَّیِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ
وَمَكْرُ اُولٰٓىِٕكَ هُوَ یَبُوْرُ ۝١٠ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا
تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ
كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝١١

اور اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اس کو ایک بے جان شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر زمین کو

اس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں اسی طرح مُردوں کو بھی جی اٹھنا ہوگا۔(9) جو شخص عزت کا طلب گار ہے تو عزت سب اللہ ہی کی ہے۔اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں اور جو لوگ بُرے مکر کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر برباد ہو جائے گا۔(10) اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا اور کوئی مادہ نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس اللہ کے علم میں ہے اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر سب کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ بیشک یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔(11)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی بڑائی، طاقت اور عظمت کو دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے سب سے پہلے ہواؤں کا ذکر ہے۔ ہوا ہر قسم کی مخلوقات کے لیے بے حد ضروری ہے۔کیا حیوانات، نباتات یا جمادات ہوں سب کی بقائ (زندگی) کے لیے ہوا اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ پانی، خوراک اور روشنی ہے۔ ہوا کے ذریعے پانی کا بندوبست ہوتا ہے جو مردہ اور خشک زمین کو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے۔زمین سرسبز ہو جاتی ہے اور انسان و حیوان کے لیے چارہ اور خوراک اگنے لگتا ہے۔

اب ہواؤں کے عمل کو ذرا وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔سورج کی کرنیں ہر اس جگہ سے پانی بھاپ بنا کر اوپر اڑانے لگتی ہیں۔ یہ بھاپ اتنی بلندی پر چلی جاتی ہے جہاں وہ بادلوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے اب ہواؤں کا کام شروع ہوتا ہے۔ وہ ان بادلوں کو اڑا کر دور دراز علاقوں میں لے جاتے ہیں جہاں بادل اللہ کے حکم سے اپنا کام مکمل ہونے پر برس پڑتے ہیں اور یوں دنیا کے مختلف حصوں کو سیراب کر دیتے ہیں۔ یہ پانی دوبارہ بھاپ کے عمل کے لیے یا تو زمین میں جذب ہو جاتا ہے یا ندی نالے اور چشموں کو بھر دیتا ہے یا پھر سمندر میں جا گرتا ہے۔سطح زمین کا 70 فیصد حصہ سمندروں سے ڈھکا ہوا ہے۔لہٰذا بھاپ، ہوا اور بادل کا عمل پھر سے شروع ہو جاتا ہے اور وقفہ وقفہ سے ضرورت کے مطابق انسان کو پانی کی سپلائی مستقل ہوتی رہتی ہے۔ یہ پانی کی سپلائی خالصتاً اللہ جل شانہ، کے ہی ہاتھ میں ہے۔موجودہ دور میں جو انسان مصنوعی بارش کی کوشش کر رہا ہے تو اس کے بارے میں فرانسیسی دفترِ موسمیات کے ایک ماہر ایم اے فارسی نے بارش کے عنوان کے تحت انسائیکلو پیڈیا یاونی ورسالیس میں حسبِ ذیل بیان دیا ہے جس کو مورس بوکائے صاحب نے یوں لکھا ہے۔”یہ بات کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکے گی کہ کسی ایسے بادل سے جس نے ابر میر (برسنے والے بادل) کی مناسب خصوصیات حاصل نہ کر لی ہوں یا ابھی ارتقاء کے مناسب مرحلہ پر نہ پہنچ گئے ہوں بارش برسائی جا سکے۔“ (از بائبل قرآن اور سائنس)

لہٰذا اللہ کے اس طے شدہ پروگرام میں دخل اندازی مشکل کام ہے مہنگا اور پھر کچھ تکلیف دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ذرا سوچیں کہ دنیا کے اتنے دور دراز علاقوں میں جہاں دریا، ندی نالے یا پانی پہنچانے کا کوئی اور وسیلہ نہیں وہاں سوائے اللہ کے بنائے ہوئے نظام، بادل اور ہواؤں کے اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے؟ بے شمار زمین بارانی ہے جہاں صرف بارش کے پانی سے ہی زراعت کا کام چلتا ہے۔ سبحان اللہ واقعی اللہ کی شان اور قدرتیں لا جواب ہیں۔ اب یہاں سے ایک نکتہ اور بتایا جا رہا ہے کہ

جو لوگ مرنے کے بعد زندہ ہو جانے پر شک وشبہ کرتے ہیں ان کو زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جانے کو دیکھ کر سمجھ لینا چاہیے کہ اسی طرح انسان بھی اللہ کے حکم سے دوبارہ ضرور زندہ ہوگا۔ ہلوک نور باقی صاحب اپنی کتاب میں اسی کی وضاحت سائنسی نکتۂ نظر سے یوں کرتے ہیں: ''ہمارا دوبارہ زندہ ہونا اللہ کے حکم کے مطابق ہمارے زندگی کے قوانین code کی مثل ہے۔ جو زمین میں باقی رہتے ہیں۔ یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ جس طرح بارش ایک مردہ زمین سے نامیاتی کوڈ کو بروئے کار لاتی ہے (زمین کے اندر چھپے ہوئے مردہ اجسام) اور فوراً زندگی جلا پاتی ہے (مردہ اجسام زندہ ہو جاتے ہیں) جو زمین کے اندر پڑے ہوتے ہیں، بارش سے زندہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے حکم یا مرضی سے انسانی کوڈ بھی ایک کمپیوٹر کی رفتار سے دوبارہ زندہ ہو جائے گا کہ 'زندہ ہو جاؤ اٹھو'۔ جس طرح اللہ بارش کی معرفت زیر زمین زندگی کو جلا (زندگی) دیتا ہے اسی طرح وہ جب چاہے گا ہمیں دوبارہ زندگی دے دے گا۔ حضرت آدمؑ کے وقت سے تقریباً دس ارب انسان دنیا میں رہ چکے ہیں ہر انسان کا کوڈ ایک مائیکرون (سائز میں ایک میٹر کا دس لاکھواں حصہ) کے برابر ہے۔ اگر ان تمام کوڈ کو اکٹھا کیا جائے تو یہ ایک گلاس کو بھی نہ بھر سکیں اگر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے تولیدی کوڈ Genetic code زمین میں بکھیر کر حکم دیں ''بن جاؤ'' تو تمام انسان آنکھ جھپکتے ہی پیدا ہو جائیں۔'' (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

یہ مضمون گزشتہ اسباق میں بھی دیا جا چکا ہے۔ دوبارہ اس لئے دیا جا رہا ہے کیونکہ کفار ملحد اور غیر مسلم اس بات کو ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں تو ان کے لیے دہرایا جا رہا ہے۔ اور زمین کی تشبیہ سائنسی قانون کے تحت دی جا رہی ہے کہ جس طرح پانی سے مردہ اور خشک زمین میں ہرا بھرا ہونے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح اللہ کے لیے انسان کے حیاتیاتی تولیدی کوڈ (Biological Genetic Code) کو دوبارہ زندہ کر دینا کوئی مشکل بات نہیں۔ کیا یہ اللہ کی عظمت کا ایک بہترین نمونہ نہیں ہے؟ پھر انسان کو عزت وقار اور کامیابیاں حاصل کرنے کا بہترین راستہ بتایا گیا ہے کہ تمام عزت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اسی سے مانگو، نیک عمل کرو، اللہ کے بندوں کی مدد کرتے رہو، اچھی باتیں، نیک نیت اور خلوص کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لو تو یہ سب راستے تمہیں اللہ کے ہاں مقبول بنانے والے ہیں اور یوں اللہ تبارک تعالیٰ تمہیں نہ صرف دنیا میں ہی بلکہ آخرت میں بھی شاندار عزت بہترین مقام اور کامیابیاں عطاء کرے گا۔ شیطان اور دشمن کی چالیں اللہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اللہ اس قدر رحیم وکریم ہے قدرت، والا ہے کہ اس نے پہلے تو تمہیں مٹی سے بنایا جیسا کہ سورۃ البقرہ میں اور کئی سورتوں میں بتایا جا چکا ہے پھر نطفہ سے بنایا۔ اس تولیدی نظام کے لیے جوڑے بنائے مثلاً عورت مرد اسی طرح تمام حیوانات اور نباتات میں تولیدی نظام یعنی پیدائش کا نظام جوڑوں کے ذریعے ہی مکمل کیا گیا ہے۔ اللہ کی وحدانیت کا یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ وہ واحد ہے اور دنیا و آسمان میں کوئی چیز اس لحاظ سے اس کے ساتھ مماثلت نہیں رکھتی۔ ہر چیز جوڑوں کی صورت میں وجود رکھتی ہے یعنی گو کہ ہر چیز بنیادی طور پر آپس میں مشابہت رکھتی ہے مگر اکیلی نہیں بلکہ اس کی بقاء دو میں ہے۔

مثلاً مرد عورت، نرمی سختی، گرمی سردی، یعنی دو چیزیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہونے کے باوجود اپنی خاصیت اور اثر کے لحاظ سے ایک دوسرے کی مخالف ہو سکتی ہیں۔ یہ جوڑوں کا تصور طبیعیات میں بنیادی اصول ہے کیونکہ کائنات میں ہر ذرے کا ایک برقی بار (charge) اور چکر (Spin) ہوتا ہے۔ جب ایک جوہر بنتا ہے تو اس کا مخالف جڑواں (Opposite Twin) بھی بن جاتا ہے۔ جو ثابت کرتا ہے کہ ہر چیز جوڑوں میں بنتی ہے۔ یہ بحث کافی طویل ہے ان شاء اللہ آئندہ اس پر مفصل بات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بیان کرنا پوری طرح سے بہت مشکل کام ہے۔ مگر اس علیّ العظیم نے ہر بندے بشر کے بارے میں اپنے پاس لکھ رکھا ہے۔ یہ بات بڑی مشکل ہے کیونکہ انسان تو اپنے آبا واجداد کو بھی پچھلی نسلوں تک نہیں جانتا مگر اللہ علیم وحکیم کے لیے یہ کوئی مشکل بات نہیں کہ ہر پیدا ہونے والے، ہر زندگی بسر کرنے والے اور ہر مر جانے والے کا علیحدہ علیحدہ حساب اس نے اپنے پاس لکھ کر رکھا ہے جس میں کسی غلطی کا امکان نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی پیدا کرتی ہے مگر اس (اللہ) کے علم میں ہے۔ اور نہ کسی بڑی عمر والے کو زیادہ عمر دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے، مگر سب کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ بیشک یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ اللہ اکبر، اللہ الصمد مذکورہ آیات میں اللہ کی کبریائی، وحدانیت اور عظمت کے ثبوت میں یہ سب بیان کیا گیا ہے یعنی:

۱۔ ہواؤں کا چلنا۔ ۲۔ بادلوں کا بننا۔ ۳۔ زمین کا دوبارہ زندہ ہو جانا۔

۴۔ اسی طرح انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جانا۔

۵۔ انسان کی پیدائش مٹی سے کی اور پھر نطفہ سے۔

۶۔ ہر چیز جوڑوں میں پیدا کی گئی کیونکہ واحد صرف اللہ کی ذات ہے۔

اللہ کی قدرتیں اور جھوٹے معبودوں کی بے بسی

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ
تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا
مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ
سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ ع 14

اور دونوں دریا مل کر یکساں نہیں ہوتے یہ تو میٹھا ہے، پیاس بجھانے والا، جس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ کھاری ہے، کڑوا۔ اور

ان سب دریاؤں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو، جسے پہنتے ہو اور تم دریا میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی کو پھاڑتی چلی آتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل سے معاش تیار کرو اور تاکہ شکر کرو۔(12) وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک ایک وقت مقررہ تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے بھی مالک نہیں۔(13) اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کرسکیں اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے، اور آپ کو ایک پوری خبر رکھنے والے (اللہ) کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔(14)

تشریح: ان آیات میں بھی اللہ رب العزت کی نعمتوں اور رحمتوں کا ذکر دوبارہ کیا گیا ہے۔ قدرت کے بہترین شاہکار یعنی (۱) میٹھے اور کھاری پانی کا ایک ساتھ بہنا اور آپس میں مکس نہ ہونا اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔(۲) پانی کی یہ خاصیت کہ وہ کشتیوں کو انسانوں اور مال سمیت لیکر تیرتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں مدد کرتا ہے اور یہ نقل وحمل کا ایک سستا ذریعہ ہے۔(۳) رات اور دن کا باری باری آنا۔ انسان کے لیے بہترین نعمت ہے۔ یہ بہترین طبیعیاتی نظام ہے۔ جو صرف اللہ کے اختیار میں ہے (۴) کائنات کے نظام کا قیام اس قدر حیرت انگیز ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔

مولانا وحید الدین خان صاحب لکھتے ہیں ”زمین، سورج، چاند، ستارے سب کے سب گردش میں ہیں۔ یہ ساری حرکت حیرت انگیز طور پر نہایت تنظیم اور باقاعدگی کے ساتھ ہو رہی ہے، اور نہ ان میں ٹکراؤ ہوتا ہے نہ رفتار میں کوئی فرق پڑتا ہے۔ زمین کی حرکت سورج کے گرد ہر درجہ منضبط ہے اسی طرح اپنے محور کے اوپر اس کی گردش اتنی صحیح ہے کہ صدیوں کے اندر بھی اس میں ایک سیکنڈ کا فرق نہیں آنے پاتا، زمین کا سیارہ جس کو چاند کہتے ہیں، اس کی گردش بھی پوری طرح مقرر ہے، اس میں جو تھوڑا سا فرق ہوتا ہے وہ بھی ہر سال ½18 سال کے بعد نہایت صحت کے ساتھ دہرایا جاتا ہے، یہی تمام اجرام سماوی کا حال ہے، حتیٰ کہ ماہرینِ فلکیات کے اندازے کے مطابق اکثر خلائی گردش کے دوران ایک پورا کہکشانی نظام، جو اربوں ستاروں پر مشتمل ہوتا ہے، دوسرے کہکشانی نظام میں حرکت کرتا ہوا داخل ہوتا ہے، اور پھر اس سے نکل جاتا ہے۔ مگر باہم کسی قسم کا ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔ اس عظیم اور حیرت انگیز تنظیم کو دیکھ کر عقل کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ اپنے آپ قائم نہیں ہے بلکہ کوئی غیر معمولی طاقت ہے جس نے اس اتھاہ نظام کو قائم کر رکھا ہے“۔

اور وہ طاقت وہی ہے جسے اللہ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی معبود ہونے کے قابل نہیں کیونکہ جہاں اللہ کی اتنی بے شمار قدرتیں اور طاقتیں ہیں تو اس کے مقابلہ میں کفار جن جن چیزوں کی پوجا کرتے ہیں ان میں تو اتنی معمولی قدرت بھی نہیں کہ وہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو ہلکا سا چھلکا ہوتا ہے وہ بھی بنا سکیں۔ اللہ رحمن ورحیم نے کتنی زبردست مثال دی ہے اگر کفار سمجھنا چاہیں تو بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں مگر ان لوگوں کی تو عقلیں ہی ماری گئی

ہیں۔ان کو اتنا بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ یہ چیزیں تو خود اللہ کی محتاج ہیں یہ بھلا ان کی حاجات کو کیسے پورا کر سکتے ہیں؟ یہ تو خود اللہ کے رحم وکرم پر ہیں، قیامت کے دن یہ ان کی کیا مدد کر سکیں گے اور ان کو عذاب سے کیسے بچا سکیں گے لہذا ان لوگوں کو اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ مشکل ڈالنے والا اور مشکل سے نکالنے والا بندے کی سننے والا اور بندے کو راہ دکھانے والا صرف اور صرف ایک اللہ ہی ہے کیونکہ اتنی کائنات اور اس کی ہر چیز کو بنانے والا، چلانے والا اور پھر مقررہ وقت پر ختم کرنے والا، پھر اپنی طرف واپس لے جانے والا اور ہر ہر چیز کی خبر رکھنے والا اور وقت پر خبردار کرنے والا صرف ایک اللہ ہی ہے۔ جو واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ لا الہ الا اللہ، واحدہ لاشریک لہ۔ وہ اکیلا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ کتنی سیدھی اور آسان بات ہے مگر ان لوگوں کی عقلوں پر ایسے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ ان کو سمجھ ہی نہیں آتی پھر مزید اللہ تعالیٰ اعلان کرتا ہے۔

سچ تو یہ ہے جو اللہ نے اعلان کیا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ ﴿۱۵﴾ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ
جَدِيۡدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰى
حِمۡلِهَا لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَىۡءٌ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ؕ اِنَّمَا تُنۡذِرُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَيۡبِ
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنۡ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفۡسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسۡتَوِى
الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوۡرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الۡحَرُوۡرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ
وَلَا الۡاَمۡوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسۡمِعُ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ بِمُسۡمِعٍ مَّنۡ فِى الۡقُبُوۡرِ ﴿۲۲﴾ اِنۡ اَنۡتَ اِلَّا
نَذِيۡرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ بِالۡحَـقِّ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ؕ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنۡ
يُّكَذِّبُوۡكَ فَقَدۡ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ۚ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالۡكِتٰبِ
الۡمُنِيۡرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَكَيۡفَ كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۲۶﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ع 12 15
فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا
وَغَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى
اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمۡ

أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ
الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ
اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۖ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ ۖ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ
بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٣٢﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ
أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا ۖ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا
الْحَزَنَ ۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٣٤﴾ الَّذِي أَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِن فَضْلِهِ ۖ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا
نَصَبٌ وَلَا يَمَسُّنَا فِيهَا لُغُوبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۖ لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا
وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا ۖ رَبَّنَا
أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ
وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ ۖ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ ﴿٣٧﴾ إِنَّ اللَّهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ ع 4 11 16
وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣٨﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَن كَفَرَ
فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ
كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا
خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ
بَلْ إِن يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَن
تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾ وَأَقْسَمُوا
بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ
نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ
إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَلَن تَجِدَ
لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ﴿٤٣﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن
قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي
الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿٤٤﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا

مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ
بَصِيْرًا ۝٤٥ ع

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے پرواہ سب تعریفوں والا ہے۔(15) اگر چاہے تو تم کو نیست و نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا کر آباد کر دے۔(16) اور یہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔(17) اور (قیامت کے دن) کوئی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والا نہ ہوگا۔ اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا اپنے بوجھ کو بٹانے کو کسی کو بلائے تو کوئی اس میں سے کچھ نہ اٹھائے گا، اگرچہ قرابتدار ہی ہو۔ اے پیغمبر آپ انہی لوگوں کو نصیحت کر سکتے ہو، جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں۔ جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لیے ہی پاک ہوتا ہے اور سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(18) اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں۔(19) نہ اندھیرا اور روشنی۔(20) اور نہ سایہ اور دھوپ۔(21) نہ زندہ اور مُردے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور تم ان کو جو قبروں میں دفن ہیں نہیں سنا سکتے۔(22) تم تو صرف ڈرانے والے ہو۔(23) ہم نے تم کو حق کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت نہیں مگر اس میں ڈرانے والا گزر چکا ہے۔(24) اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں بلاشبہ تو جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلا چکے ہیں۔ ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح دلیلوں کے ساتھ اور صحیفوں کے ساتھ اور روشن کتاب کے ساتھ آتے تھے۔(25) پھر میں نے کفار کو پکڑ لیا، سو دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا ہوا؟(26) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے مینہ برسایا تو ہم نے اس سے طرح طرح کے رنگوں کے میوے پیدا کیے اور پہاڑوں میں سرخ اور سفید رنگوں کے قطعات ہیں اور بعض کالے سیاہ ہیں۔(27) انسانوں، جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں، بیشک اللہ غالب اور بخشنے والا ہے۔(28) جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں وہ اس تجارت کے فائدے کے امیدوار ہیں جو کبھی تباہ نہیں ہو گی۔(29) کیونکہ اللہ ان کو پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی دے گا وہ تو بخشنے والا اور قدردان بھی ہے۔(30) اور یہ کتاب جو ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے برحق ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے کی ہیں۔ بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار اور ان کو دیکھنے والا ہے۔(31) پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔ تو کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ رو ہیں اور کچھ اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں، یہی بڑا فضل ہے۔(32) ان لوگوں کے لیے رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ جائیں گے۔ وہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کے لباس ریشمی ہوں گے۔(33) وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا بیشک ہمارا رب بخشنے والا اور قدردان ہے۔(34) جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے والے گھر میں اتارا۔ یہاں نہ تو ہم کو رنج پہنچے گا اور نہ ہمیں تھکاوٹ ہی ہوگی۔(35) اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے

دوزخ کی آگ ہے، نہ انہیں موت آئے گی کہ مر جائیں اور نہ اُس 2 کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہم ہر ایک ناشکرے کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(36) وہ اس میں چلائیں گے کہ ''اے رب ہم کو نکال لے اب ہم نیک عمل کیا کریں گے۔ نہ کہ وہ جو پہلے کرتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہتا سوچ لیتا، اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، تو اب مزے چکھو، ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔(37) بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے، وہ تو دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔(38) وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین بنایا تو جس نے کفر کیا اس کے کفر کا نقصان اسی کو ہے، اور کافروں کے حق میں ان کے کفر سے پروردگار کے ہاں ناخوشی ہی بڑھتی ہے اور کفار کو ان کا کفر ہی زیادہ نقصان دیتا ہے۔(39) بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی یا بتاؤ کہ آسمانوں میں ان کی شرکت ہے یا ہم نے ان کو کتاب دی ہے جس کی وہ سند رکھتے ہیں؟ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں بلکہ ظالم ایک دوسرے کو ہی صرف فریب کا وعدہ دیتے ہیں ہے۔(40) اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل نہ جائیں، اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے بیشک وہ بردبار اور بخشنے والا ہے۔(41) اور یہ اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ہدایت کرنے والا آئے تو ہر ایک امت سے بڑھ کر ہدایت پانے والے ہونگے۔ مگر جب ان کے پاس ہدایت کرنے والا آیا تو اس سے ان کو نفرت ہی بڑھی۔(42) انہوں نے ملک میں غرور کرنا اور بری چال چلنا اختیار کیا، اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔ یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں، سو تم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے۔(43) کیا انہوں نے زمین میں کبھی سیر نہیں کی؟ تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا۔ حالانکہ وہ قوت میں ان سے بہت زیادہ تھے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے۔ وہ علم والا اور قدرت والا ہے۔(44) اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا تو روئے زمین پر ایک بھی چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا، لیکن وہ ان کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دیے جاتا ہے، سو جب ان کا وقت آجائے گا تو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اللہ تو اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔(45)

تشریح: ان آیات کی وضاحت کیا کی جائے یہ تو بذات خود علم و عرفان اور کلام الٰہی کی انتہائی آسان اور عام فہم مضمون کا مجموعہ ہیں۔ اہلِ علم کو معلوم ہے کہ مومن کو آنکھوں والا، زندہ اور نور سے تشبیہ دی گئی ہے جبکہ کافر کو اندھا، تاریکی اور مردہ کہا گیا ہے۔ پھر کفار کی ایک خاص خصلت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اتنا ہٹ دھرم اور ضد کا پکا ہوتا ہے کہ ہمیشہ نبیوں کو جھٹلاتا رہتا ہے اس لیے حضرت محمد ﷺ کو بار بار یہ تاکید کی گئی ہے کہ آپ ان کی ضد پر پریشان نہ ہوا کریں بس آپ ان کو سمجھاتے رہیں ان سے نمٹنا اللہ کا کام ہے۔ بار بار کفار کے لیے دوزخ اور مومن کے لیے جنت کا اعلان کیا گیا ہے۔ سزا اور جزا کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ پھر دوزخ اور جنت کے بھی درجات ہوں گے جیسا کہ اہل ایمان کے بھی تین گروہ ہوں گے۔ یعنی علماء،

صالحین اور ملکے وزیادہ نیک بندے۔ بہر حال اللہ غفور رحیم، عزیز غفور، خبیر بصیر اور غفور شکور ہے۔ اسی لیے اس نے قرآن ورسول بھیجا اور بار بار اپنی تخلیقات اور رحم وکرم کا ذکر کیا کہ لوگ نیکی اختیار کر کے فلاح پائیں۔

ڈاکٹر ولدار احمد قادری صاحب اس کو بڑے اچھے انداز میں بیان کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔ ''خالصتاً مذہبی پلیٹ فارم سے آزادانہ تحقیق وجستجو، غور وفکر اور تعقل وتدبیر کی دعوتِ تحریک دے کر قرآن نے تاریخ انسانی میں ایک نئے فکری دور کی بنیاد رکھی ہے۔ قرآنی تعلیمات نے علم وشعور کے فروغ کے لیے قوت محرکہ کا کام کیا۔ اور یہ قرآنی تعلیمات ہی کا نتیجہ تھا کہ کسی بھی قسم کے علم وفن سے عاری، تہذیب کے روایتی تاریخی مراکز سے دور شرک وبت پرستی اور توہمات کا شکار ایک جاہل قوم تاریخ انسانی کے ایک ڈیڑھ صدی کے حیرت انگیز طور پر مختصر ترین عرصہ میں علم وفن اور تہذیب وتمدن کا عالمی مرکز بن گئی۔ تاریخِ انسانی کا غیر جانبدارانہ مطالعہ بتاتا ہے کہ دنیا کی تمام تر موجودہ علمی وتہذیبی ترقی اسی علمی وفکری تحریک کا تسلسل اور نتیجہ ہے جسے قرآن نے چودہ سو سال قبل برپا کیا تھا۔ یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اگر قرآن نازل نہ ہوتا تو انسانیت ہمیشہ کبھی نہ ختم ہونے والے تاریک دور میں مبتلاء رہتی۔'' (از کائنات قرآن اور سائنس)

ماہرِ تاریخ مائیکل ٹارٹ نے اپنی مشہور کتاب ''The 100'' میں اس حقیقت کا اقرار کیا ہے ''کہ نبی اکرم ﷺ نے انسانی تاریخ پر تمام بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ اثر مرتب کیا ہے''۔ اور یہ احسان اصل میں اللہ رحیم وکریم خالق اعلیٰ نے اپنے بندوں پر کیا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی پہچان اس سے محبت اس پر ایمان اور بھروسہ آدمی کی ہر پریشانی، غم اور فکر کی دوا ہے کیونکہ یہ اندرونی طاقت روحانی روشنی، غم اور فکر کی دوا ہے کیونکہ یہ اندرونی طاقت روحانی روشنی، اللہ کی محبت انسان کو تمام فکروں سے نجات دلا کر بے حد سکون، فرحت اور مسرت عطاء کرتی ہے۔ جب کہ موجودہ سائنسی ایجادات نے انسان کو بلند وبالا عمارات، شاندار مشینیں بہترین سہولیات دی ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ ان سائنس اور ٹیکنالوجی کی چار سو سالہ ایجادات نے انسان کو ذہنی سکون اور قلبی خوشی سے کافی حد تک دور کر رکھا ہے۔ صاف دکھائی دے رہا ہے کہ سائنس کا اگلا قدم مذہب کی طرف ہوگا۔ مثلاً زندگی کی بہترین تنظیم کے لیے آخرت کا تصور دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔

مولانا وحید الدین صاحب لکھتے ہیں کہ ''والٹیر کسی مابعد الطبیعی حقیقت کو نہیں مانتا مگر اس کے نزدیک ''اللہ اور دوسری زندگی کے تصور کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ وہ اخلاقیات کے (Postulates of Moral feeling) کا کام دیتے ہیں۔ اس کے نزدیک صرف اسی کے ذریعہ سے بہتر اخلاق کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔ اگر یہ عقیدہ ختم ہوجائے تو حسن عمل (نیک عمل) کے لیے کوئی محرک باقی نہیں رہتا، اور اس طرح سماجی نظام کا برقرار رہنا ناممکن ہوجاتا ہے''۔

(History of Philosophy by Windelband, P, 496 از مذہب اور جدید چیلنج)

سیدھی سی بات ہے کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے وہ اکیلا ہے اس کو کسی بھی کام میں کسی قسم کے مددگار کی ضرورت نہیں۔ اس نے تمام مخلوقات سے بہترین مخلوق انسان کی صورت میں پیدا کی۔ اس کی پیدائش بے معنی اور فضول نہیں۔ اس کو عقل، سمجھ اور

ہدایت دی ہے۔ اور بتا دیا گیا ہے کہ یہ دنیا عمل اور امتحان کی دنیا ہے۔ آخرت میں حساب کتاب کے بعد سزا اور جزا ضرور ملے گی اگر یہ ڈر نہ ہو تو انسان شتر بے مہار کی طرح زندگی گزارنے لگے۔ اور 1 یوں بے اصول اور بے مقصد زندگی انسان کو سکون، چین اور نظم وضبط سے بالکل بے فکر کر دے تو پھر جنگل کی حیوانی زندگی اور انسان کی تہذیبی زندگی میں کوئی فرق ہی نہ رہ جائے۔ مذہبی عقیدے کی اسی اہمیت کی بنا پر سترھویں صدی کے آخر کے ایک نامور جھینٹھو ھیل نے کہا ہے۔ ''یہ کہنا کہ مذہب ایک فریب ہے، ان تمام ذمہ داریوں اور پابندیوں کو منسوخ کرنا ہے جن سے سماجی نظم کو برقرار رکھا جاتا ہے''۔

(از Religion without revelation P-115)

تمام مذاہب جو گزر چکے تمام رسول جو گزر چکے سب نے ہی توحید کی تعلیم دی امن وسکون اور تصورِ آخرت کا سبق دیا۔ مگر مذہب اسلام کی یہ خاصیت ہے کہ اس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اور ہم مسلمانوں پر اس کا خاص فضل، خاص کرم اور مہربانی ہے۔ کہ ہم امت محمد ہیں۔ وہ بدنصیب لوگ ہیں جو اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ دعا: ''میں اس اللہ سے بخشش اور معافی چاہتی ہوں جو حیّ قیوم ہے اور اس کے حضور میں توبہ کرتی ہوں''۔ (ترمذی)

خلاصہ سورۂ فاطر

اس سورہ مبارکہ میں انسان کے لیے کچھ ایسی بہترین حقیقتیں اس جہاں کی اور اگلے جہاں کی بتائی گئی ہیں جن کو ہم اپنے اوپر اللہ کا خاص فضل وکرم کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ ہیں۔ بہترین معبود، بہترین رسول، بہترین کتاب، بہترین دین، بہترین انسان، بہترین زندگی دنیوی وآخروی، بہترین راستہ اور بہترین انعام۔ جس کو ہم اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ الہ العلمین بہترین معبود ہے۔ حضرت محمد ﷺ بہترین رسول، قرآن پاک بہترین کتاب، اسلام بہترین دین، مسلمان بہترین انسان، بہترین زندگی تقویٰ کی زندگی اور بہترین راستہ اللہ ورسول کا پاکیزہ راستہ اور پھر بہترین انعام جنت الفردوس ہے۔ اس کے علاوہ، ہر معبود، ہر راستہ، ہر عقیدہ اور شیطان کی دوستی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بدترین سزاء کا موجب بنتا ہے اور بدترین ٹھکانا دوزخ بتایا گیا ہے۔ اللہ نے سب کچھ تفصیل سے بتا دیا ہے انسان کو اختیار دیا گیا ہے جو راستہ چاہے اختیار کرے۔ اور فرشتوں کو پیغام دینا سکھایا گیا ہے اور ایسی طاقت دی گئی ہے کہ حیرت انگیز رفتار سے اوپر سے نیچے سفر کر سکیں۔

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا سجود بھی حجاب میرا قیام بھی حجاب

(علامہ اقبال)

تعارف سورۂ یٰسٓ

سورہ یٰسٓ مکی زندگی کے تقریباً درمیانہ دور میں نازل ہوئی اس میں پانچ رکوع 83 آیات ہیں اور ترتیب کے لحاظ سے چھتیسویں سورت ہے۔ یہ بھی خالصتاً رشد وہدایت پر مبنی ہے۔ شروع میں ان تین عقائد کے بارے میں کہا گیا ہے جو دین کی بنیاد ہیں (۱) توحید (۲) رسالت (۳) آخرت ان تین بنیادی عقائد کو بڑے موثر اور مدلل طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی لیے اس سورت کو قرآنِ پاک کا دل قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح دل جسم کو پاک صاف خون مہیا کر کے حرکت میں رکھتا ہے اسی طرح اس سورت میں بیان کئے گئے بہترین اور موثر قوانین، ہدایات اور دینی نکات انسانی روح کو تازگی دیتے ہیں اور کفر وشرک کی گندگی سے روح کو پاک صاف کر کے چمکا کر نئی زندگی دیتے ہیں اور یوں گمراہی اور لاپرواہی، ایمان اور اصول پسندی میں بدل جاتی ہے۔ آخر میں وضاحت کرتی چلوں کہ اللہ سے دوری اختیار کرنا بڑا نقصان دہ ہے۔ کیونکہ جب انسان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ زندگی بے مقصد نہیں بلکہ یہ وقفہ امتحان کے لیے دیا گیا ہے اور اس کا نتیجہ قیامت کے بعد ضرور ملے گا۔ کیونکہ لوگ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور ضرور پیش ہوں گے اور پھر اعمالِ دنیا کے مطابق جنت ملے گی یا جہنم ملے گا۔ اور یہ اس قادرِ مطلق کا فرمان ہے جو بلند وبالا، ہر عیب سے پاک اور قدرت رکھنے والا ہے۔ اس لیے یہ ہو کر رہے گا۔ تو پھر انسان ہر کام کرتے ہوئے نیکی وبدی کا خیال رکھتا ہے۔

رسول کی تعلیمات اور لوگوں کا ردِعمل

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ
الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ
اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ
اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ
فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿١١﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ
اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٢﴾ ع 12/18

یٰس ۔(1) قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔(2) اے محمد ﷺ! بیشک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔(3) سیدھے رستے پر۔(4) یہ قرآن اللہ غالب اور مہربان نے نازل کیا ہے۔(5) تا کہ تم ان لوگوں کو جن کے باپ دادا کو متنبہ

نہیں کیا گیا تھا متنبہ کردو، کیونکہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔(6) ان میں سے اکثر پر اللہ کی بات پوری ہو چکی ہے، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔(7) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ ٹھوڑیوں تک پھنسے ہوئے ہیں تو ان کے سر اوپر کو اٹھا دیے ہوئے ہیں۔(8) اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے بھی پھر ان پر پردہ ڈال دیا تو یہ دیکھ نہیں سکتے۔(9) اور تم ان کو نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے، وہ ایمان نہیں لانے والے۔(10) تم تو صرف اس شخص کو نصیحت کر سکتے ہو جو نصیحت کی پیروی کرے اور اللہ سے غائبانہ ڈرے۔ سو اس کو مغفرت اور بڑے ثواب کی بشارت سنا دو۔(11) بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور جو ان کے نشان پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کو لکھتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن یعنی لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔(12)

تشریح: اللہ نے قرآن کی قسم قرآن کی فضیلت کے لیے کھائی ہے۔ جیسا کہ کئی دفعہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قرآن اتنی مکمل اور بہترین کتاب ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں رہ گئی کہ اب کوئی اور کتاب بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے بھیجی جائے۔ پھر اس کو بھیجنے والا غالب اور مہربان ہے۔ غالب اس طرح کہ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں کہ جس کو بیان کرنا رہ گیا ہو۔ بلکہ اس میں تو ان تمام چھپی ہوئی اور آنیوالے زمانے کی باتیں بھی بڑی وضاحت اور آسان الفاظ میں بیان کر دی گئی ہیں۔ مثلاً فرشتوں کے بارے میں، آخرت کے بارے میں، قیامت کے بارے میں، یہ سب علم الغیب ہے۔ مہربان اس لیے کہ اس نے زندگی کے ہر قدم کو وضاحت سے بتا دیا کہ لوگ لاعلمی میں نقصان نہ اٹھائیں اور ہر طرح سے شیطان کی شرارت سے بچ کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہوسکیں۔ پھر اس مبارک کتاب کو ایسے بہترین رسول کے ذریعہ بھیجا کہ جو کسی صورت بھی معمولی انسان نہیں بلکہ وہ محسن انسانیت ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ مدت دراز کے بعد نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یعنی صدیاں بیت گئی تھیں کہ سرزمین عرب میں کوئی نبی نہیں بھیجا گیا تھا۔ اس لیے عرصہ دراز تک گمراہ رہنے کے باعث لوگوں کے دل و دماغ عقل وفہم اور سمجھ بوجھ سے بالکل ہی عاری ہو چکے تھے۔ انہوں نے جب آپ ﷺ سے توحید کا پیغام سنا تو سٹ پٹا گئے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے بتایا کہ ان لوگوں کو ایمان کی طرف لانا کوئی آسان کام نہیں۔ انہوں نے کبھی ایسی ہدایت کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ اس لیے آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ کفر و گناہ کی دلدل میں گردنوں تک پھنسے ہوئے ہیں ان کے لیے ایمان کی روشنی سے منور ہونا یا ہدایت کا راستہ دیکھنا ممکن ہی نہیں وہ ایسے ہی کریں گے، ہرگز ایمان نہیں لائیں گے مگر پھر بھی کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو تھوڑی سی عقل سمجھ رکھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ گو اللہ صاف دکھائی نہیں دیتا مگر ہے ضرور۔ تو پھر اللہ ایسے لوگوں کی مدد ضرور کرتا ہے جو تھوڑی روشنی رکھتے ہوں ان کی روشنی میں اضافہ اللہ اپنی مہربانی اور قدرت سے ضرور کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ہمارا یہ پیغام ضرور پہنچا دو کہ اللہ زبردست قدرت والا ہے۔ وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر اس دنیا میں نیک و بد کاموں کی سزا و جزا ضرور ملے گی۔ پھر ان کو یہ بھی بتاؤ کہ اللہ اس قدر عظیم، حکیم اور خبیر ہے

کہ وہ ہر شخص کے ہر کام کو لوحِ محفوظ میں درج کر لیتا ہے۔ یہ دونوں باتیں کہ مرنے کے بعد زندہ کیے جائیں گے اور اللہ ہمارے کاموں کو دیکھ رہا ہے درج کر رہا ہے اور حساب کتاب کرے گا۔ یہ سب تو آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ بڑے بڑے علماء نے قرآن میں سے دلیلیں لے کر ان باتوں کو واضح کرنے کی بڑی کوشش کی ہے۔ بشیر محمود صاحب اس مسئلہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ''مادہ کبھی تباہ نہیں ہوتا بلکہ مختلف شکلوں میں تحلیل ہو کر بکھر جاتا ہے مگر اس کا ایک ایک ایٹم قیامت تک محفوظ رہے گا بلکہ وہ اپنے ساتھی ایٹم کو بھی یاد رکھتے ہیں جب بھی اُنہیں قریب آنے کا اتفاق ہو تو وہ ایک دوسرے کو پہچان بھی لیں گے۔ ہمارے جسم کا مادہ ایٹمز کا مجموعہ ہے۔ اس لیے قبر خواہ مٹی کی ہو، پانی کی ہو، یا آگ میں ہو عناصر کی حد تک جسم قائم رہتے ہیں۔ نفس بھی اپنے بکھرے ہوئے عناصر کو یاد رکھتا ہے اور جب بھی حکم ہوگا وہ دوبارہ اکٹھے ہو کر پھر سے محفوظ شدہ ڈیزائن کے مطابق زندگی کی محفل نشاط برپا کریں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔'' (از قیامت اور حیات بعد الموت) اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اور ہر چیز کو ہم نے کتابِ روشن یعنی لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے''۔

انطاکیہ کی ایک بستی میں داعیانِ حق کی روئیداد

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٣ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ
فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝١٤ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ
اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝١٥ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۝١٦
وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝١٧ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ
وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٨ قَالُوْا طَاۗىِٕرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَىِٕنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
مُّسْرِفُوْنَ ۝١٩ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝٢٠ اتَّبِعُوْا
مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٢١

اوران سے گاؤں والوں کا قصہ بیان کرو جب ان کے پاس پیغمبر آئے۔(13) یعنی جب ہم نے ان کی طرف دو پیغمبر بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرے سے تقویت دی، تو انہوں نے کہا کہ ہم تمہاری طرف پیغمبر ہو کر آئے ہیں۔(14) وہ بولے کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہماری طرح کے آدمی ہو اور اللہ نے کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، تم صرف جھوٹ بولتے ہو۔(15) انہوں نے کہا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں۔(16) اور ہمارے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے اور بس۔(17) وہ بولے کہ ہم تم کو منحوس دیکھتے ہیں اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہم سے دکھ دینے والا عذاب پہنچے گا۔(18) انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا اس لیے کہ تمہیں

نصیحت کی گئی بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو حد سے بڑھ گئے ہو۔(19) اور شہر کے دوسرے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ "اے میری قوم پیغمبروں کے پیچھے چلو۔(20) ایسوں کے جو تم سے صلہ نہیں مانگتے اور وہ سیدھے رستے پر ہیں۔(21)

تشریح: ان آیات میں بھی انسانی فطرت کا بیان ہے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ جب بھی کسی قوم کے پاس ہدایت کے لیے کوئی پیغمبر بھیجا گیا انہوں نے اس کو جھٹلایا سوائے چند افراد کے انہوں نے اکثر پیغمبروں کو قتل بھی کر دیا۔ اسی سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ کو کہا گیا ہے کہ آپ ان کفار کی نافرمانی سے ہرگز پریشان نہ ہوں بلکہ ان کو عبرت دلانے کے لیے اس گاؤں کا قصہ سناؤ۔ یہ عبرت ناک قصہ صرف اہل مکہ کے لیے ہی نہیں بلکہ تا قیامت تمام لوگوں کے لیے یہ سبق کا مقام ہے۔

قصہ یوں ہے کہ شام میں ایک گاؤں انطاکیہ تھا وہاں پر لوگوں کو ہدایت دینے کے لیے دو رسول بھیجے گئے۔ بعض روایات میں ان کے نام یوحنا اور شمعون بتائے گئے ہیں واللہ اعلم تو حسب معمول لوگوں نے ان کو جھٹلایا تو ان کی مدد کے لیے ایک تیسرا رسول بھیجا گیا مگر قوم اس قدر بگڑی ہوئی تھی کہ کسی کی بات ماننے کو تیار نہ تھی۔ اسی دوران ایک حبیب نامی شخص پیغمبروں کی خبر سن کر بھاگتا ہوا آیا تو اس نے بھی لوگوں کو یہی کہا۔ اصل میں یہ شخص فطرتاً نیک انسان تھا۔ اور گاؤں کے قریبی غاروں میں تنہائی میں اللہ کی عبادت کرتا تھا اور اس کو اللہ نے اتنی عقل سمجھ دی تھی کہ ٹھیک اور غلط راستے کی پہچان کر سکے اسی لیے جب وہ بستی میں آیا تو اس نے لوگوں کو کہا کہ "تم پیغمبروں کی مخالفت کیوں کرتے ہو۔ یہ تو بالکل ٹھیک بات کہتے ہیں۔ ہمیں اللہ نے ہی پیدا کیا ہے اس لیے وہی عبادت کے لائق ہے۔ وہی ہمیں پیدا کرنے، پالنے، پھر مارنے اور اپنے پاس واپس بلانے والا ہے۔ کوئی بھی ایسی طاقت اس کے علاوہ ایسی نہیں جو یہ سب کچھ کر سکے یا صرف اتنا ہی کر سکے کہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی مصیبت پر اللہ سے سفارش کر کے دور کروا سکے۔ اس لیے اتنی سی بات کو سمجھو اور مانو۔ کیونکہ سب نے مرنے کے بعد اسی اللہ کے پاس ہی چلے جانا ہے"۔ یہ سب باتیں بستی والے کہاں ماننے والے تھے انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ تھا سیدھا جنت میں گیا۔ اب یہاں سے ایک نکتہ نکلتا ہے، کیونکہ مسلمان کو تو عالمِ برزخ کے بعد جنت میں جانا ہو گا۔ یہاں شہید کی فضیلت ظاہر کی گئی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا"۔ (بیہقی شریف)

یوں ثابت ہو گیا کہ عالمِ برزخ تو ضروری ہے مگر شہید کی قبر کو ہی پر آسائش بنا دیا جاتا ہے۔ اسی لئے تو مسلمان باقی دعاؤں کے ساتھ قبر کے عذاب سے بھی پناہ مانگتا ہے۔ اصل میں اس قبر کے قیام کی بھی اتنی حالتیں ہوتی ہیں۔ نیک انسان اس سونے کی مدت کو پُرسکون پُر آسائش اور بہترین خوابوں کی صورت میں انجوائے کرتا ہے۔ جبکہ درمیانہ نیک بندہ نیند میں رہتا ہے پرسکون نیند میں اور بد انسان اس نیند میں خوفناک خوابوں سے اسی طرح بے سکون رہتا ہے جیسا کہ کوئی نائٹ میئر (ڈراؤنے خواب) سے خوفزدہ اور بے چین ہو جاتا ہے۔

وَمَالِيَ

قوم موسیٰ سے ایک مومن کا تذکرہ اور رسولوں کی تکذیب کرنیوالوں پر افسوس

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ
بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ
بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ
وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا
مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسْرَةً عَلَي الْعِبَادِ ۚ مَا
يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ
اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾ ع ۲

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف تم کولوٹ کر جانا ہے۔(22) کیا میں اس کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں؟ اگر اللہ میرے حق میں نقصان کرنا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں۔(23) تب تو میں کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔(24) میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں سو میری بات سن رکھو۔(25) حکم ہوا کہ ''بہشت میں داخل ہو جا'' وہ بولا ''کاش میری قوم کو خبر ہو۔(26) کہ اللہ نے مجھے بخش دیا اور عزت والوں میں کیا۔(27) اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے ہی تھے۔(28) وہ تو صرف ایک چنگھاڑ تھی آتشیں سو وہ اس سے ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔(29) بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا کہ اس کے ساتھ تمسخر کرتے (30) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا تھا اب وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے۔(31) اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔(32)

تشریح: ان آیات میں بھی انسانی فطرت کا بیان ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ تھا سیدھا جنت میں گیا۔ اب یہاں سے ایک نکتہ نکلتا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو تو عالم برزخ کے بعد جنت میں جانا ہوگا۔ یہاں شہید کی فضیلت ظاہر کی گئی ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔ ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا''۔ یوں ثابت ہو گیا کہ عالمِ برزخ تو ضروری ہے۔ اسی لئے تو مسلمان باقی دعاؤں کے ساتھ قبر کے عذاب سے بھی پناہ مانگتا ہے۔ اصل میں اس قبر کے قیام کی بھی اتنی حالتیں ہوتی ہیں۔ نیک انسان اس سونے کی مدت کو پر سکون پر آسائش اور بہترین خوابوں کی صورت میں انجوائے کرتا ہے۔ جبکہ درمیانہ نیک بندہ نیند میں رہتا ہے پر سکون نیند میں اور بد

انسان اس نیند میں خوفناک خوابوں سے اسی طرح بے سکون رہتا ہے جیسا کہ کوئی نائٹ میئر (ڈراؤنے خواب) سے خوفزدہ اور بے چین ہو جاتا ہے۔ ہم پھر گاؤں والوں کی طرف آتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ کا دستور ہے وہ اپنے بندوں کو مہلت دیتا ہے کہ سدھر جائیں۔ ان کو بھی ہدایت دی گئی مہلت دی گئی مگر وہ نہ سمجھے تو پھر ان کی سزا کا وقت آ گیا۔ ایک زوردار آواز اٹھی (دھماکہ ہوا) اور سب لوگ برداشت نہ کر سکے اور اللہ کے حکم سے سب کے سب مر گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ ایسے کاموں کے لیے ہم آسمان سے فوج نہیں اتارا کرتے۔ بس ایک چنگھاڑ تھی پھر اسی دم سب بجھ کر رہ گئے۔ (یس آیات:28-29)

ان آیات سے کئی سبق ملتے ہیں۔

پہلا: یہ کہ انسان کی حیثیت بڑی ناپائیدار ہے اس لحاظ سے کہ کفر و شرک میں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں اسقدر اکڑ خوں ہو جاتا ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو ہی بھول جاتا ہے۔ تو جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو صرف ایک کڑک ہی سب کو ختم کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔

دوسرا: مبلغ کے کچھ اوصاف بتائے گئے ہیں۔ پہلا۔ بلا معاوضہ رشد و ہدایت، درس و تدریس اور تبلیغ کا کام پوری کوشش سے کرے دوسرا یہ کہ وہ خود بھی ہدایت یافتہ ہو۔ یعنی ہر لحاظ سے عملی، اخلاقی اور روحانی طور پر انتہائی متقی انسان ہو۔ آخر میں اللہ تعالیٰ ان نافرمان لوگوں پر افسوس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بعد میں آنے والے لوگوں کو ان نافرمان لوگوں کی تباہی و بربادی سے سبق سیکھنا چاہیے اور ایک حقیقت واضح کر دی کہ جو مر گیا وہ دوبارہ اس دنیا میں ہرگز کسی صورت واپس نہیں آ سکتا۔ ہاں البتہ یہاں سے رخصت ہونے والے تمام لوگ حشر کے میدان میں اکٹھے اللہ کے حضور ضرور پیش ہوں گے۔ آیت 32 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''اور ان میں سے کوئی نہیں جو اکٹھے ہمارے پاس پکڑے ہوئے نہ آئیں۔''

اللہ تعالیٰ کے انعامات انسان کے لیے

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿٣٩﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿٤٠﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿٤١﴾

وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿٤٤﴾

اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا پھر یہ اس میں سے کھاتے ہیں۔(33) اور اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور اس میں چشمے جاری کر دیے۔(34) تاکہ یہ ان کے پھل کھائیں اور ان کے ہاتھوں نے تو ان کو نہیں بنایا تو پھر کیا یہ شکر نہیں کرتے؟(35) وہ اللہ پاک ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔(36) اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اس وقت ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔(37) اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ اللہ غالب اور دانا کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔(38) اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں۔ یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔(39) نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔(40) اور ایک نشانی ان کے لیے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔(41) اور ان کے لیے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں (اور ہوں گے)(42) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچے اور نہ چھڑائے جائیں۔(43) مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔(44)

تشریح: پچھلی آیات میں رسولوں اور انسانوں کا معاملہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ رسول اللہ کی طرف سے بہت بڑی رحمت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے دلوں کے زنگ کو دور کرتے ہیں، جنت کے راستے کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ہمیں ہر قسم کی جھاڑ جھنکار، اونچ نیچ اور کھائیوں سے بچاتے ہیں۔ کیونکہ ان کا پیغام بڑا پاکیزہ اور سادہ ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ''اللہ کو مانو رسول کو مانو اور آخرت پر یقین کرو''۔ مگر بدنصیب انسان ان سے نفرت کرتے ہیں ان پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ لیکن یہ ظلم و زیادتی اصل میں وہ خود اپنے اوپر کر رہے ہوتے ہیں۔ جب کہ نیک لوگ، ان سے محبت کرتے ہیں اور یوں اللہ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ اگر انسان ذرا سا بھی غور و فکر کرے تو اس کو دنیا کے چپے چپے پر اللہ کا وجود اور اپنا مرنا اور پھر زندہ ہونا صاف دکھائی دے سکتا ہے۔ جس طرح زمین خشک ہو جاتی ہے پھر تر و تازہ ہو جاتی ہے اسی طرح انسان بھی مر جاتا ہے اور اللہ کے حکم سے پھر زندہ ہو جائے گا۔ انسان کا دنیا میں آنا، درختوں کا معمولی بیج سے اتنا بڑا تناور درخت بن جانا، چشموں کا زمین اور پہاڑوں میں سے پھوٹنا اور پھر زمین اور پانی و بیج کے ملاپ سے قسم قسم کے پھل پھول اور فصلوں کا لہلہانا، کیا یہ سب کچھ کوئی انسان کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں کوئی بندہ کتنا ہی بڑا عالم فاضل، طاقتور اور امیر و کبیر ہو وہ ایک انچ زمین اپنی قدرت سے نہیں بنا سکتا۔ حیرت کی بات ہے کہ انسان ہر لمحہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، استعمال کرتا ہے، پھر جب

موت آتی ہے تو اس کو کسی صورت ٹال نہیں سکتا، پھر بھی وہ اللہ کو نہیں مانتا اور اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اب ذرا اور آگے چلیں تو اللہ کی حکمتیں اور قدرتیں اور بھی زیادہ نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔ ہر چیز میں نر و مادہ کا ہونا، سولھویں سترھویں صدی کی تحقیق ہے۔ جبکہ قرآن پاک میں یہ بیالوجی کا اتنا بڑا اصول چودہ سو سال پہلے بتا دیا گیا کہ نر و مادہ انسان، حیوان، نباتات، جمادات اور بہت سی ایسی چیزیں جو ابھی ہماری تمہاری نظر سے چھپی ہوئی ہیں ان سب میں تخلیقی عمل کے لیے جوڑوں کا ہونا ضروری ہے۔ اور پھر اس خیال کی بھی تردید کر دی کہ تم جو نباتات و جمادات کو بے جان سمجھتے ہو تو یہ بھی غلط ہے بلکہ جس طرح انسان زندہ ہے اسی طرح دنیا کا ذرہ ذرہ زندگی سے بھرپور ہے۔ موجودہ سائنسی تحقیق قرآن پاک کی اس آیت کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ جو سورت یٰسؔ کی آیت 36 میں بتایا گیا ہے۔ پھر کائنات کے اس نظام کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے دن اور رات وجود میں آتے ہیں۔ یہ زبردست نظام صرف وہ زبردست علیم و حکیم ہی بنا سکتا ہے جو اس کے بارے میں پوری پوری معلومات رکھتا ہے۔ ان آیات کی تفسیر ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب بڑے اچھے انداز میں یوں کرتے ہیں لکھتے ہیں۔ ''قرآن مجید سب کو سیارگان قرار دے رہا ہے اور سب کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا فلک ہے اور ہر ایک کا اپنا اپنا مدار ہے اور یہ تیر رہے ہیں۔ یہ بالکل وہ تصور ہے جو اس دور کی فزکس نے آ کر انسان کو دیا ہے کہ فلک کے اندر ستارے تیر رہے ہیں۔ جو خلا میں ہے اور پھر اس کو ہمارے لیے نشانی قرار دیا۔ آپ جانتے ہیں کہ زمین اپنے محور سے ساڑھے تیئس کے زوایے پر ٹیڑھی کھڑی ہے، بالکل سیدھی نہیں اگر ٹیڑھی نہ ہوتی تو دن رات کا اس طرح آنا جانا ممکن نہ ہوتا۔ صرف زمین ہی نہیں دیگر سیارگان بھی اس زاویے پر ٹیڑھے ہیں اور اسی طرح وہ اپنے مدار کے گرد اور پھر اپنے فلک اور نظام شمسی میں حرکت کر رہے ہیں۔ صاف کہا گیا ہے کہ سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے''۔ (از انوار القرآن)

چاند کی رفتار اور اس کی منزلیں مقرر ہیں۔ جس سے دن مہینے اور سال کی گنتی ہوتی ہے۔ سمندر میں مدوجزر کا عمل ہوتا ہے اس کے علاوہ بے شمار فائدے ہیں انسان کے لیے چاند گھٹتا بڑھتا ہر ماہ 28 منزلوں میں سے گزرتا ہے۔ کسی سیارے کی مجال نہیں کہ اپنے معمول سے ہٹ کر کسی دوسرے سیارے میں جا گھسے۔ ہر سیارہ اپنے اپنے دائرہ کے اندر مقررہ نظام وقت اور رفتار کے مطابق گھوم رہا ہے۔ کوئی ایک سیارہ بھی ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ یہ پورا نظام انتہائی منظم طریقے سے چل رہا ہے کہ اللہ کی قدرتیں نظر آتی ہیں۔ کون ہے جو اس نظام میں ایک ذرہ برابر بھی دخل اندازی کر سکے۔ یہ سب کچھ اللہ کی وحدت اور قدرت کی بہترین نشانیاں ہیں بات تو بڑی ہی وسیع و عریض ہے مگر یہاں چھوٹی چھوٹی نشانیوں سے اس خدائے برتر کی کبریائی کو ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اب انسانی سواریوں میں سے ایک سواری کشتی اور ہوائی جہاز کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ کشتی کا بنانا بڑا انیا تجربہ تھا تو یہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو الہام کے ذریعے سکھایا۔ کیونکہ طوفان آنے والا تھا اور اللہ کی قدرت سے نافرمان لوگوں کا خاتمہ کرنا تھا مگر نسلِ مخلوقات جاری رکھنے کے لیے ایک ایسی سواری ایجاد کرنے کا حکم دیا گیا

جو پانی پر چلتی ہے۔ انسانوں کو سفر کرنے اور تجارت کرنے کا طریقہ سکھایا گیا کہ یہ اللہ کی قدرت سے پانی پر بڑے سے بڑے بوجھ اٹھا کر تیر سکتی ہے۔ اور پھر کشتی جیسی کچھ اور سواریوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور فرمایا کہ یہ سب کچھ صرف اللہ ہی کی قدرت سے ہو رہا ہے وہ چاہے تو ڈبو دے اور اس کے یہ چاہنے میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ یہ آیت بڑی پُر معنی ہے۔'' اور ان کے واسطے ہم نے کشتی جیسی چیزوں کو بنا دیا جس پر سوار ہوتے ہیں'' (یا ہوں گے) اس کی تفسیر مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بڑے پیارے انداز میں یوں کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔'' قرآن میں ہوائی جہاز کا ذکر، مگر یہ ظاہر ہے کہ قرآن نے اس جگہ اونٹ یا کسی خاص سواری کا نام نہیں لیا بلکہ مبہم چھوڑا ہے جس میں ہر ایسی سواری شامل ہے جو انسان اور اس کے اسباب وسامان کو زیادہ سے زیادہ اٹھا کر منزل مقصود پر پہنچا دے، اس زمانے کی نئی ایجاد ہوائی جہاز نے یہ واضح کر دیا کہ - کا سب سے بڑا مصداق ہوائی جہاز ہیں۔ اور کشتی کے ساتھ اس کی تمثیل بھی اس کی زیادہ مؤید ہے، کہ جس طرح پانی کا جہاز پانی پر تیرتا ہے، پانی اس کو غرق نہیں کرتا، ہوائی جہاز ہوا پر تیرتا ہے، ہوا اس کو نیچے نہیں گراتی، اور عجب نہیں کہ قرآن حکیم نے اسی لیے '' مِنْ مِثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ '' ترجمہ (اور ان کے لیے ویسی ہی اور چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں'' (یا ہوں گے) کو مبہم رکھا ہو۔ تا کہ قیامت تک ایجاد ہونے والی سب سواریاں اس میں شامل ہو جائیں''۔ واللہ اعلم، آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔'' مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں''۔ (از معارف القرآن جلد 7 صفحہ 394)

کفار کی فضول باتیں

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے آگے اور جو تمہارے پیچھے ہے اس سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (45) اور ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی نہیں آئی مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ (46) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق تم کو اللہ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ'' بھلا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا تم تو صریح غلطی میں ہو۔ (47)

تشریح: جب مسلمان کفار سے کہتے کہ دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرو اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے غریبوں محتاجوں کو دیا کرو تو وہ عجیب حجت بازی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ'' جب اللہ ان کو کھلانا نہیں چاہتا تو ہم کون ہیں کھلانے والے'' حالانکہ یہ کام تو صرف انسان کو آزمانے کے لیے کیا جاتا ہے۔'' کہ کون انسانی ہمدردی کرتا ہے اور کون نہیں کرتا''۔

ورنہ رزق دینا اللہ کا کام ہے جس کو جتنا چاہے دے یا نہ دے اور پھر اس دنیا میں کسی کو مال و دولت دے کر آزمایا جارہا ہے اور کسی کو بھوکا رکھ کر آزمایا جارہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر صورت اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے امیروں کو چاہیے اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے ضرورت مندوں، محتاجوں، رشتہ داروں اور مسکینوں کا حصہ ضرور ادا کریں اور غریبوں کو چاہیے کہ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے مال حاصل کرنے کے لیے حرام کا راستہ اختیار نہ کریں بلکہ حلال اور جائز طریقوں سے محنت کر کے روزی کمائیں اور صبر و شکر سے کام لیں۔

حشر کا میدان اور نیک و بد کا انجام

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ
وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ع 3 18 2
فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا
مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِن كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا
مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾ إِنَّ
أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ
مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿٥٨﴾
وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ ۖ
إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا
كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا
كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ
نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَن نُّعَمِّرْهُ ع 4 17 3
نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾

اور کہتے ہیں "اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا"؟ (48) یہ تو ایک چنگھاڑ کے منتظر ہیں جو ان کے اس حال میں باہم جھگڑ رہے ہوں گے آ پکڑے گی۔ (49) پھر نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں میں واپس جا سکیں گے۔ (50) اور

جس وقت صور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔(51) کہیں گے''اے ہے ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے جگا اٹھایا''؟ یہ وہی تو ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔(52) صرف ایک زور کی آواز کا ہونا ہوگا کہ سب کے سب ہمارے روبرو آ حاضر ہوں گے۔(53) اس روز کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔(54) اہلِ جنت اس دن عیش ونشاط میں مشغول ہوں گے۔(55) وہ بھی ان کی بیویاں بھی سایوں میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔(56) وہاں ان کے لیے میوے اور جو چاہیں گے موجود ہوگا۔(57) رب مہربان کی طرف سے سلام کہا جائے گا۔(58) اور گنہگارو! تم آج الگ ہو جاؤ۔(59) اے آدم کی اولاد! ہم نے تم سے کہہ نہیں دیا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔(60) اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔(61) اور اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا تھا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟(62) یہی وہ جہنم ہے جس کی تمہیں خبر دی جاتی تھی۔(63) سو جو تم کفر کرتے رہے ہو اس کے بدلے آج اس میں داخل ہو جاؤ۔(64) آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے ان کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور ان کے پاؤں اس کی گواہی دیں گے۔(65) اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو مٹا کر اندھا کر دیں پھر یہ رستے کو دوڑیں تو کیسے دیکھ سکیں گے۔(66) اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ان کی صورتیں بدل دیں پھر وہاں سے نہ آگے جا سکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔(67) اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں اوندھا کر دیتے ہیں تو کیا یہ سمجھتے نہیں۔(68)

تشریح: یہاں کفار مکہ کا اور آج کل کے ملحد وغیرہ لوگوں کا ذکر ہے کہ وہ قیامت کو نا قابل یقین سمجھتے ہوئے کہتے ہیں کہ کب آئے گی قیامت؟ قیامت جب آئے گی تو اتنی اچانک اور شدید ہوگی کہ کسی کو سمجھ میں ہی نہ آئے گا کہ کیا ہو گیا ہے۔ قیامت سے پہلے چھوٹی قیامتیں اور ہلکے پھلکے عذاب تو انسانوں کی نافرمانی کی وجہ سے آتے رہتے ہیں جن کا مقصد انسانوں کو جھنجھوڑنا ہوتا ہے۔ کہیں طوفانِ بادو باراں، کہیں زلزلہ اور کہیں کسی دوسری شکل میں آفاتِ ارضی وسماوی۔ اسی طرح بڑی اور فیصلہ کن قیامت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی مگر یہ بھی صرف اس دنیا کی قیامت ہوگی پوری کائنات قائم ودائم رہے گی کیونکہ پوری کائنات میں ہر روز کئی سیارے ٹوٹتے ہیں کئی وجود میں آتے ہیں یہ توڑ پھوڑ تو کائنات کا معمول ہے۔ بہر حال ہماری قیامت میں حشر کا نقشہ ان آیات میں بڑا ہولناک کھینچا گیا ہے۔ اس لحاظ سے سورہ یٰسٓ اگر قرآن پاک کا دل ہے تو یہ آیات اس سورت کا دل ہیں۔ کیونکہ یہاں اُس عالم غیب کا نقشہ اس پُر اثر انداز میں کھینچا گیا ہے کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح جنت اور دوزخ کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے کہ گویا ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ان کو غور سے پڑھنے کے بعد کون چاہے گا کہ حشر کے میدان میں رسوا ہو کر اللہ کے غضب کا نشانہ بنے اور آخرت کی تکلیف دہ سزاؤں کا شکار ہو جو تھوڑی سی عقل بھی رکھتا ہوگا وہ ضرور اس جہان میں شیطان سے بچ کر نیک راہیں اختیار کرے گا۔ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے

گا اور جنت کی پُرآسائش زندگی حاصل کرے گا۔ جو نقشہ ان آیات میں جنت کا پیش کیا گیا ہے وہ کیا ہی خوبصورت تصور دیا گیا ہے۔ کون بے وقوف ہے جو اس پُرآسائش اور ہمیشہ رہنے والے مقام کو حاصل کرنے کے لیے اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اور اس مٹ جانے والے جہاں کی تمام آسائشیں، دلچسپیاں اور پرکشش ماحول کو جنت کے حصول پر قربان نہ کر دے گا۔ اللہ کی طرف سے انسان کے لیے یہ خبریں وقت سے پہلے پہنچا دینا کس قدر محبت اور شفقت کی نشانیاں ہیں۔ یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اپنے بندوں سے بے حد پیار کرتا ہے۔ اس نے مغفرت کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ جس سے گناہ ہو جائے وہ معافی مانگ سکتا ہے اللہ غفور رحیم ہے۔ وہ تو خوش ہو کر معاف کر دیتا ہے لیکن اسی طرح وہ ان لوگوں کے لیے جبار و قہار بھی ہے جو ناشکرے، نافرمان، ہٹ دھرم، ضدی اور مشرکین ہیں ان کو پورے انصاف سے ضرور سزا دی جائے گی۔ اللہ تو قادرِ مطلق ہے وہ پیدا کرتا ہے۔ انسان بچپن، لڑکپن، جوانی اور پھر بڑھاپے تک پہنچ جاتا ہے تو یہ تمام زندگی بے مقصد نہیں بلکہ بامقصد ہے۔ بڑھاپے میں انسان کی تمام قوتیں ماند پڑ جاتی ہیں اور اس کے زیادہ طویل ہونے پر انسان یونہی لاچار ہو جاتا ہے جیسا کہ بچہ لاچار ہوتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے شدید بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے۔ حدیث شریف ''اے اللہ بہت بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں'' (بخاری) جو اللہ انسان کو پیدا کر کے اس کو یوں مختلف درجوں سے گزار سکتا ہے وہ مردوں کو زندہ کیوں نہیں کر سکتا؟ ضرور کر سکتا ہے اور ضرور کرے گا۔

پیغمبر کی بعثت اور نعمتوں کا مقصد

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿69﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿70﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿71﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿72﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿73﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿74﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿75﴾

اور ہم نے اس پیغمبر کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ ان کے شایان ہے یہ تو صرف نصیحت اور صاف صاف حکمت والا قرآن ہے۔ (69) تاکہ اس شخص کو جو زندہ ہو ہدایت کا رستہ دکھائے اور کفار پر بات پوری ہو جائے۔ (70) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنی قوت سے بنائیں ان میں سے ہم نے ان کے لیے چارپائے پیدا کر دیے اور یہ ان کے مالک ہیں۔ (71) اور ان کو ان کے قابو میں کر دیا تو کوئی تو ان میں سے ان کی سواری ہے اور کسی کو یہ کھاتے ہیں۔ (72) اور ان میں ان کے لیے فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا یہ شکر نہیں کرتے؟ (73) اور انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا لیے ہیں کہ شاید

ان سے ان کو مدد ملے۔(74) مگر وہ ان کی مدد کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے اور وہ ان کی فوج ہو کر حاضر کیے جائیں گے۔(75)

تشریح: کفار مکہ جب قرآن پاک کی تلاوت سنتے تو وہ اس بات کو ضرور مانتے کہ اس کلام میں بڑی معقولیت ہے یہ بڑا پر اثر کلام ہے تو بجائے ایمان لے آنے کے وہ لوگ کہتے کہ یا تو محمد ﷺ شاعر ہیں یا پھر جادوگر ہیں۔ان کے جواب میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں اور ساتھ ہی نبی ﷺ کی شان اور اللہ کی بڑی بڑی نعمتوں میں سے چار پایوں کی نعمت کا ذکر بھی اس لیے کیا گیا کہ شاید ان عقل کے اندھوں کو کچھ سمجھ آ جائے اور یہ کفر و شرک سے باز آ کر اپنی عاقبت سنوار لیں۔اور سمجھ جائیں کہ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں ان کے جھوٹے معبود ان کے کام آئیں گے اور نہ ہی وہ ان کو آخرت کے دردناک عذاب سے بچا سکیں گے حالانکہ میدان حشر میں ان کے جھوٹے معبودوں کو بھی حاضر کیا جائے گا جو کہ تعداد میں بے شمار ہوں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''وہ ان کی مدد کی ہرگز طاقت نہیں رکھتے اور وہ ان کی فوج ہو کر حاضر کیے جائیں گے۔'' (آیت 75 یس)

لوگوں کے دوبارہ پیدا کیے جانے کے قرآنی دلائل

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ
مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ
الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿٧٩﴾
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿٨٠﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ
اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ ع 5/16/4

توان کی باتیں تمہیں غمناک نہ کر دیں یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ہمیں سب معلوم ہے۔(76) کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا پھر وہ صریح جھگڑنے والا ہو گیا۔(77) اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ جب ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا۔(78) فرما دیں کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔(79) وہی جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس کی ٹہنیوں کو رگڑ کر آگ نکالتے ہو۔(80) بھلا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان کو وہ پھر ویسے ہی پیدا کر دے؟ کیوں نہیں اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا علم والا ہے۔(81) اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی

ہے۔(82) وہ پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔(83)

تشریح: اللہ جل شانہ اپنے پیارے نبی کو تسلی دیتا ہے کہ آپ ان کی باتوں سے یعنی کفار کی حجت بازی سے پریشان نہ ہوں۔ میرے علم میں یہ بات بخوبی ہے کہ اصل میں یہ آپ کی حقیقی خوبیوں کو جانتے ہیں مانتے ہیں مگر صرف ضد بازی میں آپ کے سامنے اور لوگوں کے سامنے یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ انسان ہے کیا چیز! اگر یہ اپنی پیدائش پر غور کرے تو اسے اپنے سارے سوالوں کے جواب دلیلوں کے ساتھ مل جائیں۔ انہوں نے اگر مردہ کو زندہ ہوتے نہیں دیکھا تو کیا ہوا؟ ہر وقت یہ ہر طرف انسان، چرند پرند، پھول پھل اور ہر قسم کی نباتات کو پیدا ہوتے پھولتے پھلتے نہیں دیکھتا؟ کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ میں جو اس قدر قدرتیں رکھتا ہوں کہ ویسے ہی کسی چیز کی موجودگی کے ہونے پر صرف ''کن'' ہو جا کہوں اور وہ ''ہو جائے'' اس کے علاوہ یہ ہر طرف پھیلی ہوئی دنیا اور اس میں موجود تمام چیزیں میری طاقت کی گواہی نہیں دیتیں؟ پھر یہاں خاص طور سے ایسے درخت کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب آگ پیدا کرنے کا طریقہ انسان کو معلوم نہ تھا تو سرسبز ٹہنیوں کے آپس میں رگڑنے سے آگ پیدا کر دی تا کہ انسان کے لیے آگ کا بندوبست بھی کر دیا جائے کیونکہ انسانی ضروریات میں یہ بھی اہم چیز ہے تو جو اللہ اتنا کچھ اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ جس کا ذکر پچھلی آیات میں کیا جا چکا ہے کر سکتا ہے تو اس کے لیے یہ کیسے مشکل کام ہے کہ وہ تمہارے جسم کے بکھرے ہوئے ذرات کو جمع کر کے دوبارہ ایک جیتا جاگتا انسان نہ بنا سکے؟ تم نے اگر ابھی اس کو نہیں دیکھا تو اللہ تمہیں یہ ضرور دکھا دے گا اور اب تو ترقی یافتہ سائنس دان بھی اس کو مان گئے ہیں کہ یہ سائنسی نکتہ نگاہ سے بالکل ممکن ہے اس کی تفصیلات پچھلے اسباق میں گزر چکی ہیں۔ اب اس بات کو ماننا کوئی مشکل مسئلہ نہیں رہا۔ اور جب ہم یہ مان لیتے ہیں کہ اللہ موجود ہے تو اس کی کہی ہوئی ہر بات کو اسی طرح ماننا پڑتا ہے جس طرح اس کے وجود کو بغیر دیکھے ہم مانتے ہیں۔ پھر کوئی بات بلکہ بہت سی باتیں بہت سی چیزیں اور بہت سی حقیقتیں ایسی ہیں جو علم غیب سے تعلق رکھتی ہیں جن کو ہم قرآن پاک کے دریچہ سے دیکھتے ہیں اور عقل و تجربہ پر اس کو پرکھ کر اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے اگر ہمیں یہ پتہ ہو کہ ہمیں پوچھنے والا کوئی نہیں جو مرضی ہے کریں، جیسے مرضی ہے رہیں، ظلم کریں، گناہ کریں، جھوٹ بولیں، قتل کریں، غیبت کریں یا کسی کا حق مار لیں وغیرہ وغیرہ اور سوچ لیں کہ بس دنیا میں سزا سے بچ گئے تو بچ گئے مر گئے تو کون پوچھنے والا ہے۔ تو دنیا کا ہر فرد اسی طرح گناہ و فریب میں ڈوب کر زندگی گزار دے گا۔ سوائے چند ایک خاص لوگوں کے اکثریت یہی کرے گی۔ کیونکہ شیطان ہمیشہ گناہ کو مزین کر کے دکھاتا ہے۔ لیکن جب یہ معلوم ہے کہ ہر عمل ہمارے سامنے اس وقت آ جائے گا جب ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور پھر انہی اعمال کے نتیجہ میں ہمیشہ کے لیے جنت یا دوزخ ملے گی تو ہماری سوچ اور ہمارے اعمال میں بڑی احتیاط پیدا ہو جائے گی۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عقیدہ آخرت انسان کے لیے نیکی کی طرف چلنے اور برائی سے بچنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں بار بار ذکر ہے کہ وہاں کسی کے ساتھ ناانصافی ہرگز نہیں ہوگی۔ وہ اللہ غالب و خبیر، علیم و

حکیم کی عدالت ہوگی دنیا کی عدالت نہیں ہوگی۔ وہاں تو ایک ذرہ کے برابر نیکی اور ایک ذرہ کے برابر بدی چھپ نہ سکے گی۔ کون ہے جو یہ سب کچھ جان کر بھی شیطان سے دوستی کرے گا عقیدۂ آخرت ہمیں ایسی روشنی اور ایسی محبت عطا کر دیتا ہے عبادت، محبت، قربانی، انتظام، شفقت، بڑوں کی عزت، علم، شرم وحیا، ہمدردی، حب رسول، حبِ وطن اور خوف الٰہی کا بہترین درس دیتی ہے۔ کتنا خوبصورت عقیدہ ہے یہ کہ اس سے فرد ہو، قوم، یا پوری دنیا ہو سکون ہی سکون ملتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ یہی تو باتیں ہیں جو مسلمانوں کو دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہیں۔

اتر کر حرا سے سُوئے قوم آیا — اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مسِ خام کو جس نے کندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا — اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

(مولانا الطاف حسین حالی)

خلاصہ سورۂ یٰس

سورۂ یٰس دل ودماغ کو روشن کرنے کی بہترین دوا ہے۔ کیونکہ انسان نے علوم وفنون میں بہت کافی ترقی کر لی ہے۔ مگر اس کی یہ ترقی انسان کو ظلم وجہالت، بے چینی، بے سکونی حرص ولالچ کی بھٹی میں روز بروز دھکیلتی چلی جارہی ہے۔ انسان اپنے بنائے ہوئے معیار زندگی کے چنگل میں پھنس کر حیران و پریشان پھر رہا ہے اس کو اتنی فرصت ہی نہیں کہ خود کو ڈھونڈے۔ اگر خود کو ڈھونڈ لے تو اللہ تعالیٰ اس کو صاف دکھائی دینے لگیں کیونکہ انسان کی اپنی جسمانی فیکٹری اس کو اس کے خالق تک لے جانے کے لیے بہت بڑا وسیلہ ہے کیونکہ تمام سائنس دان مفکر پوری کوشش کے باوجود ایک چڑیا کا بچہ خود نہیں بنا سکا انسان تو بڑی چیز ہے۔ دین اسلام کے اصول وضوابط کو اپنانے سے ہی سکون ملتا ہے

اس کو جب پتہ چلا کہ وہ یونہی کھیل تماشے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی زندگی امتحان کا وقفہ ہے اور اس وقفے کے بعد وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جائے گا مگر یہ رخصت ایک نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ جس میں اس کو اپنے کئے گئے اعمال کے مطابق حساب کتاب کے بعد نئی زندگی جنت یا جہنم کی شکل میں دی جائے گی جس کی شرط یہ ہے کہ وہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ یعنی اللہ پر ایمان، کتابوں پر، فرشتوں پر، رسولوں پر، عقیدہ آخرت اور تقدیر کے اچھا اور برا ہونے پر ایمان انسانی زندگی کو بے حد سکون، روشنی، توانائی اور بہترین رہنمائی دے کر ایک کامل انسان بنا سکتا ہے۔ سورۃ یٰس انہی تمام حقائق کو وضاحت سے بیان کرتی ہے اور یوں ہمارے اندر نئی روح، نیا جذبہ اور ولولہ پیدا ہو جاتا ہے جو شیطان کو بھگانے کا بہترین

ہتھیار ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی دعا ''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں''۔ (صحیح مسلم)

الحمدللہ سورہ یسٓ مکمل ہوگئی

نوٹ: ایک چھوٹی سی پیاری سی بات جس نے میری روح کو بہت پاکیزہ کر دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں مجھے زندگی دی گئی ہے اور یہ بہت تھوڑی سی ہے۔ کیونکہ پھر جلد ہی اچانک کسی وقت میں مرجاؤنگی۔ میری روح اللہ کے پاس واپس چلی جائے گی اور میرا جسم زمین میں دبا دیا جائے گا پھر ایک خاص وقت جو کہ اللہ کے پاس لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے مجھے اور تمام لوگوں کو اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے انبیا کرام کے ذریعے سے لوگوں تک پہنچادی، کیونکہ یہ باتیں بتانے کا کام اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے ذمے لگا رکھا تھا ان انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت، روشن اور بہترین کتابیں اور شریعت کے احکامات دیے کہ اس کے مطابق لوگوں کو زندگیاں گزارنے کا طریقہ اور سلیقہ سکھاؤ۔ شریعت کے احکامات سے ہمیں یہ بھی بتا دیا گیا یہ بھی بتادیا کہ اگر زندگی طریقہ اور سلیقہ سے نہ گزاروگے تو اللہ تمہیں جب اپنے پاس بلائے گا تو ضرور سزا دے گا۔ اس کی سزا بڑی ہی سخت ہوگی اور ہوگی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ اور اگر طریقہ اور سلیقہ سے زندگی گزاروگے تو تمہیں بے حد شاندار، خوبصورت اور پُرآسائش زندگی دی جائے گی اور یہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دی جائے گی۔ کتنے مزے کی بات ہے۔

بس اب تو میں ایک قدم بھی ایسا نہیں اٹھانا چاہتی کہ جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو۔ اللہ کی مرضی کیا ہے؟ یہی نا! کہ میں غلط کام نہ کروں۔ غلط کام کیا ہے؟ غلط کام وہ ہے جو میں چھپ کر کروں یا جس کو لوگوں سے چھپاؤں تاکہ کوئی مجھے ڈانٹ نہ سکے، بس وہی غلط کام ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ مجھے اپنے اس ارادے میں کامیاب کرے اور اِس راستے کو میرے لیے آسان کردے اور قیامت کے روز میرا حساب آسان لے۔ (آمین ثم آمین)

تعارف سورۂ صافات

یہ سورۂ مبارکہ مکی سورت ہے قرآن پاک کی 37 ویں سورت ہے۔ اس میں 182 آیات اور پانچ رکوع ہیں۔ اس کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بعثت کے بعد درمیانی دور کے آخری حصہ میں نازل ہوئی۔ کیونکہ کفار کی ایذاء رسانی سے تنگ آکر بہت سے مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور اس وقت تقریباً 40 صحابہ کرام آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ کفار بڑے پُراُمید تھے کہ مسلمان اس قدر پریشانی کی حالت میں ہیں اس لیے زیادہ دیر باقی نہ رہ سکیں گے اور یہ تحریک جلد ہی نیست و نابود ہو جائے گی۔ عین اس وقت یہ آیات اتریں جن سے مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کی ہمت افزائی کی گئی اور کفار کو سمجھا دیا گیا کہ ان کی امیدیں جلد اور ضرور مٹی میں مل جائیں گی۔ کیونکہ تاریخی واقعات اس بات کے گواہ ہیں کہ حق و باطل کی جنگ میں

حق ہی کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ خاص طور سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جان نثاری، قربانی اور ایمان کی مضبوطی کا ذکر یوں کیا گیا کہ مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی ہوگئی اور ہمت بلند ہوگئی اور کفار کے حوصلے پست ہونے لگے۔ توحید کا پیغام بڑے ہی موثر انداز میں اور آخرت کا یقین دلائل سے دیا گیا ہے۔

فرشتوں کی قسمیں اور شیاطین کے لیے عذاب

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

صف باندھ کر کھڑے ہونے والے (فرشتوں) کی قسم۔(1) پھر ڈانٹنے والوں۔(2) پھر پڑھنے والوں کی یاد کر کے۔(3) یقیناً تمہارا معبود ایک ہی ہے۔(4) آسمانوں اور زمین اور جو چیزیں ان میں ہیں سب کا مالک ہے اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے۔(5) بیشک ہم ہی نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔(6) اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔(7) کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے ان پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔(8) تاکہ وہ بھاگ کھڑے ہوں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔(9) ہاں جو کوئی فرشتوں کی کسی بات کو چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا انگارا اس کے پیچھے لگتا ہے۔(10)

تشریح: یہ آیات بھی ایمان کی بنیادی باتوں پر منحصر ہیں۔ یعنی توحید، رسالت اور آخرت۔ انسانی زندگی کا پورا انحصار ہی ان عقائد پر ہے اس لیے بار بار اور مختلف دلیلوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کروانا چاہتے ہیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اپنی دنیوی زندگیاں سنوار کر آخرت میں جنت میں جا سکیں۔ یہاں اسی بات پر زور دینے کے لیے اللہ تعالیٰ ان تین چیزوں کی قسم کھاتا ہے۔ کیونکہ عام زندگی میں انسان کسی بات میں، وزن اور یقین پیدا کرنے کے لیے قسم کھاتا ہے۔ تو بندوں کو سمجھانے کے لیے بندوں کے طریقے کے مطابق اللہ تین چیزوں کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ بیشک سچا اور پکا معبود صرف ایک ہی ہے کیونکہ اس کی قدرتیں بے شمار اور اس کی تخلیقات لاجواب اور اس کی طاقت و حکمت بے مثال ہے۔ اللہ نے اس تنظیم کی قسم کھائی جو فرشتوں کی سیدھی قطاروں میں ہے یا جو نمازیوں کی قطاروں میں ہے یا جو مجاہدین کی پریڈ میں یعنی صف بندی میں ہے۔ دوسری قسم یہ کھائی کہ جو صفت ان میں شیطانی طاقتوں کو روکنے کے لیے پائی جاتی ہے۔ تیسری قسم اس

بندگی اور ذکر الٰہی کی کھائی ہے جو ان صفوں میں کھڑے ہونے والے ہر دم کرتے رہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ تمہارا معبود برحق صرف ایک ہی ہے کیونکہ تمہارے اوپر نیچے آگے پیچھے جو کچھ موجود ہے۔ سب اللہ کی ملکیت ہے۔ جو تم دیکھتے ہو اور جو تمہارے علم سے باہر ہے وہ سب بھی صرف اللہ بزرگ و برتر ہی کی ملکیت ہے۔ یہاں ہلکا سا اشارہ کائناتی نظام کی طرف کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے آسمان کئی ہیں جو ستارے دکھائی دیتے ہیں یہ دنیا کے قریب ترین آسمان پر ہیں یعنی اس سے کائنات کی بے انتہاء وسعت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پھر کئی مشرقوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس بات کا اشارہ ہے جو سورج کی روزانہ کی طلوع ہونے کی تھوڑی سی مختلف جگہ ہوتی ہے۔ جو کہ زمین، چاند، سورج اور ستاروں کی گردش اور پھر موسم، دن ہفتے، مہینے اور سالوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ اس پورے معاملے پر سورۃ الحجر میں مفصل بیان گزر چکا ہے۔ ایک بات اور بھی ہے کہ جغرافیائی لحاظ سے ہر ملک میں سورج کے نکلنے کی جہت فرق ہوتی ہے۔ اسی لیے مشارق یعنی مشرق کی جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ پھر ذکر کیا گیا ہے شہابِ ثاقب کا۔ اس کی وضاحت بھی سورہ حجر میں گزر چکی ہے۔ یہاں ان کو شیطانوں کو دور بھگانے کا ایک ذریعہ کہا گیا ہے۔ کہ جو شیطان عالمِ غیب کی باتیں سننے کے لیے اوپر جاتے ہیں ان کو انگارے مار کر بھگا دیا جاتا ہے۔ بہر حال یہ افلاک کے نظم وضبط کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہی ہے کہ آسمانی ماحول کو ہر قسم کی غلاظت سے پاک صاف رکھنے کے لیے جو نظام رب العزت نے بنا رکھا ہے اس کو آج تک علم الافلاک کے ماہرین سائنسی نکات کی روشنی میں بیان نہیں کر سکے اس لیے آخری اور پہلا بیان قرآن کا ہی حق ہے۔ جو قرآن نے کہا ہے ہم اس کو مانتے ہیں کیونکہ یہ بیان اس وحدہ لاشریک لہ کا ہے جو اپنی اس وسیع وعریض لامحدود کائنات کا مالک ہے اور وہی اس کے سربستہ رازوں سے بھی اچھی طرح واقف ہے تو کیا اس عالم الغیب، علیم وحکیم کے علاوہ کوئی اور ہو سکتا ہے کہ جس کی عبادت کی جائے؟ ہرگز نہیں۔ عبادت اس کی ہی کی جاتی ہے جو سب سے بڑا ہو اور جو انسان کی عقل میں ہی نہ آسکے جس کی کاریگری، حکمت ودانائی کسی بندے کی عقل میں نہ آسکے جو ہر صفت میں بے مثال اور ہر کام میں مختارِ کل ہو۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ

مرنے کے بعد زندہ ہونا

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪ بَلْ عَجِبْتَ
وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑯ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑰
قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ⑱

تو ان سے پوچھو کہ ان کا بنانا مشکل ہے یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ہے اس کا بنانا؟ انہیں ہم نے چپکتے گارے سے بنایا ہے۔ (11) ہاں آپ تو تعجب کرتے ہیں اور وہ تمسخر کرتے ہیں۔ (12) اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں

کرتے ۔(13) اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹھٹھے کرتے ہیں۔(14) اور کہتے ہیں کہ "یہ تو صریح جادو ہے۔(15) بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی و ہڈیاں ہو گئے تو کیا پھر اٹھائے جائیں گے؟(16) اور کیا ہمارے باپ دادا بھی جو پہلے ہو گزرے ہیں؟(17) کہہ دو کہ ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔(18)

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی مر کر زندہ ہونے اور حساب کتاب کا ذکر کئی دفعہ ہو چکا ہے یہاں اللہ کے بہترین نظام اور قادر مطلق ہونے کے حوالے سے پھر اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ جو لوگ اتنے احمق ہیں کہ صاف دیکھ کر سن کر کسی صورت بھی اللہ و رسول پر ایمان لانے کو تیار نہیں تو وہ بھلا اتنی مشکل بات کو کیسے سمجھ اور مان سکتے ہیں لہٰذا ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے غصہ سے فرما دیا کہ کہہ دو کہ "ہاں" اور یہ بھی کہ "تم ذلیل حالت میں اٹھائے جاؤ گے"۔

دوبارہ زندہ ہونے پر ان لوگوں کے حالات

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿٢٦﴾

وہ تو ایک زور کی آواز ہو گی اور یہ اس وقت دیکھنے لگیں گے۔(19) اور کہیں گے "ہائے شامت یہی جزاء کا دن ہے۔(20) (کہا جائے گا کہ ہاں) "فیصلے کا دن" جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے یہی ہے۔(21) جو لوگ ظلم کرتے تھے ان کو اور ان کے ہم جنسوں کو اور جن کو وہ پوجا کرتے تھے سب کو جمع کر لو۔(22) یعنی جن کو اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے پھر ان کو جہنم کے رستے پر چلا دو۔(23) اور ان کو ٹھہرائے رکھو کہ ان سے کچھ پوچھنا ہے۔(24) تم کو کیا ہوا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔(25) بلکہ آج تو وہ فرمانبردار ہیں۔(26)

تشریح: ان آیات کی تفصیلات سورۂ یونس اور سورۂ السبا میں بیان کی جا چکی ہیں۔ اللہ کی قدرت اور کفار کی بے بسی اس وقت دیکھنے کے قابل ہو گی جب وہ قیامت کے دن اپنے جھوٹے معبودوں کے ساتھ حاضر کیے جائیں گے۔ ان کو ایک چنگھاڑ یعنی صور پھونکنے کی آواز سے اٹھا دیا جائے گا۔ اور وہ اس حقیقت کو سمجھ بھی جائیں گے اور آپس میں گفت و شنید بھی کریں گے۔

میدانِ حشر میں کفار کا آپس میں جھگڑا

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالُوْا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا

بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝٢٩ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا
طٰغِيْنَ ۝٣٠ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۝٣١ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ۝٣٢ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ
فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝٣٣ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝٣٤ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝٣٥ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝٣٦ بَلْ جَآءَ
بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣٧ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝٣٨ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝٣٩ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝٤٠

اورایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال وجواب کریں گے۔(27) کہیں گے کیاتم ہی ہمارے پاس دائیں (اور بائیں) سے آتے تھے۔(28) وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔(29) اور ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم سرکش لوگ تھے۔(30) سو ہمارے بارے میں ہمارے رب کی بات پوری ہوگئی اب ہم مزے چکھیں گے۔(31) ہم نے تم کو بھی گمراہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے۔(32) پس وہ اُس روز عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔(33) ہم گنگاروں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔(34) ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں'' تو غرور کرتے تھے۔(35) اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے، کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں۔ (36) نہیں بلکہ وہ حق لے کر آئے ہیں اور پہلے پیغمبروں کو سچا کہتے ہیں۔(37) بیشک تم تکلیف دینے والے عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔(38) اور تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم عمل کرتے تھے۔(39) مگر جو اللہ کے بندگانِ خاص ہیں۔(40)

تشریح: آیاتِ مذکورہ سے کفار کی فضول بحث مباحثہ کا پتہ چلتا ہے۔ اس کو ہم اس طرح واضح کر سکتے ہیں کہ ایک شخص کسی کے کہنے سے چوری کر لیتا ہے پکڑے جانے پر یہ عذر پیش کرتا ہے کہ ''فلاں کے کہنے سے میں نے چوری کی''۔ یہ عذر اس کو سزا سے تو نہ بچا سکے گا۔ بس یہی حال ان منکرین کا ہوگا جو ہدایت دینے والے کا مذاق اڑاتے رہے اور مسلسل شیطان کی فرمانبرداری کرتے رہے تو نتیجہ یہی ہوگا کہ دونوں ہی جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور پیغمبر کا یہ کہنا بالکل سچ ہو جائے گا کہ ''تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے''۔ (آیت 39 الصافات) مگر اللہ کے مقبول بندے!

اللہ کے مقبول بندوں کے لیے انعامات اور ایک جہنمی کا تذکرہ

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝٤١ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝٤٢ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝٤٣ عَلٰى سُرُرٍ
مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝٤٤ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝٤٥ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝٤٦ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا
هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝٤٧ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝٤٨ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝٤٩ فَاَقْبَلَ

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝٥٠ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ كَانَ لِیْ قَرِيْنٌ ۝٥١ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ
الْمُصَدِّقِيْنَ ۝٥٢ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝٥٣ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ
مُّطَّلِعُوْنَ ۝٥٤ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝٥٥ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝٥٦ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ
لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝٥٧ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝٥٨ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝٥٩ اِنَّ
هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٦٠ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝٦١

یہی لوگ ہیں جن کے لیے روزی مقرر ہے۔(41) میوے اور ان کی عزت کی جائے گی۔(42) نعمت کے باغوں میں۔(43) ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔(44) شرابِ لطیف کے جام کا ان میں دور چل رہا ہو گا۔(45) جو رنگ کی سفید اور پینے والوں کے لیے سراسر لذت ہوگی۔(46) نہ اس سے سر میں درد ہو اور نہ وہ اس سے مدہوش ہوں۔(47) اور ان کے پاس عورتیں ہونگی جو نگاہیں نیچی رکھتی ہوں گی اور آنکھیں بڑی بڑی۔(48) گویا وہ محفوظ انڈے ہیں۔(49) پھر وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال و جواب کریں گے۔(50) ایک کہنے والا ان میں سے کہے گا کہ میرا ایک ہم نشین تھا۔(51) جو کہتا تھا کہ بھلا تم بھی ایسی باتوں پر یقین کرنے والوں میں ہو۔(52) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی وہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم کو بدلہ ملے گا۔(53) پھر کہے گا کہ بھلا تم اس کو جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو۔(54) اتنے میں وہ خود جھانکے گا تو اس کو دوزخ کے درمیان میں دیکھے گا۔(55) کہے گا کہ اللہ کی قسم تُو تو مجھے ہلاک ہی کر چکا ہوتا۔(56) اور اگر میرے رب کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا جو عذاب میں ڈال دیئے گئے ہیں۔(57) کیا یہ نہیں کہ آئندہ ہم کبھی مریں گے نہیں۔(58) ہاں! جو پہلی بار مرنا تھا سو مر چکے اور ہمیں عذاب بھی نہیں ہونے کا۔(59) بیشک یہ بڑی کامیابی ہے۔(60) ایسی ہی نعمتوں کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔(61)

تشریح: سبحان اللہ کس قدر شاندار انعامات ہیں جنت کے، یہ سب کلام الٰہی ہے قرآن پاک کا بیان ہے۔ بالکل سچ ہے۔ بلکہ یہ ہمیں دنیا کی نعمتوں کی مناسبت سے بتایا گیا ہے۔ وہاں کی نعمتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ اس دنیا سے مناسبت رکھتی ہوئی 9 نعمتوں کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔(۱) مقرر کردہ رزق (۲) ہر طرح کے بہترین پھل (۳) نہایت عزت و احترام (۴) پُر آسائش آرام دہ آمنے سامنے بچھے ہوئے تخت (۵) بہترین مشروبات (۶) ایسے مشروبات جو اس دنیا کی شراب کی طرح نہ بدبودار نہ کڑوی نہ صحت کے لیے مضر ہوگی (۷) شرمیلی، پاکباز حوریں (۸) ایسی خوبصورت، نازک اور وفا شعار جیسے چھپے ہوئے انڈے ہوں، یہ عربوں کی خاص تشبیہ ہے (۹) وہاں موت نہیں ہوگی بلکہ یہ سب کچھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ یہ سب کچھ ہمارے پیارے رب نے ہمیں پیارے نبی ﷺ کے ذریعے قرآن میں دے کر بتا دیا ہے۔ کس قدر بڑی عنایت ہے۔ یہاں سے ایمان کی پختگی، نیک صحبت اور ان تین بنیادی عقائد پر سختی سے قائم رہنے کا سبق ملتا ہے۔ تین عقائد یہ ہیں

توحید، رسالت اور آخرت۔ یادرکھنے کی تین باتیں۔

۱ اخلاقی کمال کی اعلیٰ ترین صورت رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

۲ اہلِ حق کا ہر عمل محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے۔

۳ اہلِ حق کی دوستی اور دشمنی کا معیار بھی رضائے الٰہی کا نصب العین ہوتا ہے۔

بُرے لوگوں کی سزا بہتر ہے یا جنت کا انعام

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ
اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا
الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ
اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ ع 2/53/6

بھلا مہمانی اچھی ہے یا تھوہر کا درخت۔(62) ہم نے اس کو ظالموں کے لیے آزمائش بنا رکھا ہے۔(63) وہ ایک درخت ہے کہ جو جہنم کی تہہ میں اگے گا۔(64) اس کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے شیطان کے سر۔(65) سو وہ اسی میں سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔(66) پھر اس کھانے کے ساتھ ان کو گرم پانی ملا کر دیا جائے گا۔(67) پھر ان کو دوزخ کی طرف لوٹا یا جائے گا۔(68) انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ ہی پایا۔(69) سو وہ انہی کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔(70) اور ان سے پیشتر بہت سے پہلے لوگ بھی گمراہ ہو گئے تھے۔(71) اور ہم نے ان میں ڈرانے والے بھیجے۔(72) سو دیکھ لو جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا انجام کیسا ہوا؟(73) ہاں اللہ کے خاص بندوں کا انجام بہت اچھا ہوا۔(74)

تشریح: ان آیات میں جہنم کے عذاب کو بڑے دردناک انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ پھر انسانی فطرت کا ذکر کرتے ہوئے تنبیہ کی گئی ہے کہ لکیر کا فقیر بن کر اپنی عاقبت اور دنیا خراب نہیں کر لینی چاہیے بلکہ اپنی عقل سے کام لے کر صحیح راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ کچھ لوگ تو اس طرح گمراہی میں پڑے رہے کہ ان کے ماں باپ نے گمراہی میں زندگی گزاری وہ بھی اسی راستے پر چلتے رہے اور کچھ لوگ اس طرح گمراہ رہے کہ پیغمبر کی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ الٹا اس کو ہی الزام دیا برا بھلا کہا اور بعضوں نے تو اپنے پیغمبروں کو قتل تک کر دیا۔ تو ایسے لوگوں کا راستہ اختیار کرنا اچھا ہے یا کہ نیکوکاروں کا راستہ اختیار کرنا اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور ارادہ دیکر امتحان میں ڈال دیا ہے۔ ورنہ اس کے لیے کیا مشکل تھا کہ تمام بنی آدم کو نیک، مومن اور

متقی بنا دیتا۔ لیکن یہ تو اس کے نظامِ دنیا کے خلاف ہے۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ چار چیزیں ہوتیں اور چار نہ ہوتیں۔

۱۔ زندگی ہوتی اور موت نہ ہوتی۔ ۲۔ جنت ہوتی اور دوزخ نہ ہوتا۔

۳۔ امیری ہوتی اور غریبی نہ ہوتی۔ ۴۔ تندرستی ہوتی اور بیماری نہ ہوتی۔

غیب سے آواز آئی کہ ''اگر زندگی ہوتی اور موت نہ ہوتی تو میرا دیدار کون کرتا۔ اگر جنت ہوتی دوزخ نہ ہوتی تو میرے عذاب سے کون ڈرتا۔ اگر امیری ہوتی اور غریبی نہ ہوتی تو میرا شکرادا کون کرتا۔ اگر تندرستی ہوتی اور بیماری نہ ہوتی تو مجھے کون یاد کرتا''۔ یہ باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنیں تو کہا ''بیشک میرے پروردگار تیرے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہے''۔ تو جنھوں نے نبیوں کی باتوں کو مانا وہ کامیاب ہو گئے اور جنھوں نے نہ مانا ان پر دنیا میں بھی عذاب آئے اور آخرت میں بھی عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ اس کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ خیر اور ان کی قوم کا انجام

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝۷۵ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝۷۶ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝۷۷ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۷۸ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۹ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۸۰ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۱ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝۸۲

اور ہم کو نوح نے پکارا سو دیکھ لو کہ ہم دعا کو کیسے اچھے قبول کرنے والے ہیں۔(75) اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی۔(76) اور ان کی اولاد کو ایسا کیا کہ وہی باقی رہ گئے۔(77) اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی چھوڑ دیا۔(78) تمام جہانوں میں کہ نوح پر سلام۔(79) نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(80) بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔(83) پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔(82)

تشریح: حضرت نوح علیہ السلام کا مکمل قصہ سورۂ ہود میں گزر چکا ہے یہاں ہلکا سا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو سمجھاتے رہے مگر وہ نہ مانے تو حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی ''میں مغلوب ہوں میری مدد کیجیے'' (سورۂ قمر) تو اللہ نے ان کی دعا سنی۔ پوری قوم طوفان میں غرق ہو گئی سوائے آپ کے اور آپ کے اہل وعیال کے۔ آپ کو آپ کی اطاعت گزاری کا انعام دنیا میں یہ دیا کہ آنے والی سب نسلیں آپ کا نام عزت واحترام سے لیتی ہیں۔ ثبوت یہ ہے کہ تمام مسلمان، یہودی اور نصرانی سب آپ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور آپ کی عزت کرتے ہیں۔ ان کے بعد قوم نے پھر سرکشی اختیار کر لی اور مسلسل پیغمبر ہدایت کے لیے آتے رہے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا
تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً
فِى النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ
يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ
بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى
رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ
قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا
تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور انہی کے پیروؤں میں ابراہیم تھے۔(83) جب وہ اپنے رب کے پاس عیب سے پاک دل لے کر آئے۔(84) جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کن چیزوں کو پوجتے ہو؟(85) کیوں جھوٹ بنا کر اللہ کے سوا اور معبودوں کے طلب گار ہو۔(86) بھلا رب العلمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟(87) تب انہوں نے ستاروں کی طرف ایک نظر کی۔(88) اور کہا میں تو بیمار ہوں۔(89) تب وہ ان سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔(90) پھر ابراہیم ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟(91) تمہیں کیا ہوا ہے تم بولتے کیوں نہیں؟(92) پھر ان کو داہنے ہاتھ سے مارنا اور توڑنا شروع کیا۔(93) تو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔(94) انہوں نے کہا تم ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جن کو خود بناتے ہو۔(95) حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو اس کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے؟(96) وہ کہنے لگے اس کے لیے ایک الاؤ تیار کرو پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈال دو۔(97) غرض انہوں نے ان کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی اور ہم نے انہی کو زیر کر دیا۔(98) اور ابراہیم بولے کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا۔(99) اے اللہ! مجھے اولاد عطا فرما جو سعادت مندوں میں سے ہو۔(100) تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی۔(101) جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے کی عمر کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو گویا ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا کہ ''ابا جان! جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے، اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔''(102)

تشریح: ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مختصراً بیان کیا گیا ہے یہ قصہ سورہ الانبیاء میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ یہاں تو صرف اس لیے دہرایا گیا ہے تا کہ یہ بتایا جا سکے کہ اہل مکہ سے پہلے بہت سی قومیں ایسی گزر چکی ہیں جنہوں نے پیغام ہدایت حاصل کر کے بھی رسولوں کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش اور پرورش ایسے ہی ماحول میں ہوئی تھی کہ جہاں بت بنتے، بتوں کی پوجا کی جاتی اور ہر قسم کی اخلاقی برائی کا دور دورا تھا۔ مگر آپ کو اللہ نے ایسا دل ایسا دماغ، ایسی عقل اور ایسی پاکیزہ روح عطا کی تھی کہ آپ ان تمام برائیوں سے بچتے ہوئے اللہ کے اتنے مقبول انسان بن گئے کہ آپ کو نبوت کا بہترین درجہ دیا گیا

اصل میں انسان دو قوتوں کا مجموعہ ہے۔ قوت عاقلہ (عقل کی قوت) قوت فاعلہ (عمل کی قوت)۔ قوت عاقلہ کی تعریف ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ انسان عقل کی مضبوطی سے اچھی تدبیر سے، اچھی سوچ سے اعلیٰ علوم اور پاکیزہ خیالات حاصل کر سکتا ہے۔ علوم حاصل کرنے کے لیے آج بے شمار ذریعے ہیں، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کا علم حاصل کیا یعنی اللہ کو پہچانا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام عقل کی قوت سے علوم کو سمجھے، ٹھیک عقائد سے آگاہ ہوئے ان کی روح پاکیزہ ہوگئی یوں ان کے دل کی آنکھیں کھل گئیں ایک عمدہ ذوق اور اندرونی پاکیزگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر علم کے دروازے کھول دیے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی۔ پھر دوسری قوت یعنی قوت فاعلہ یعنی عمل کی قوت بھی ساتھ شامل ہوگئی۔ پھر وہ جو کام بھی کرتے نیک سوچ کے مطابق کرتے یعنی اس طرح ان کے اخلاق، عادات، کردار اور زندگی کی تمام حاجات بہترین کردار کے مطابق ہونے لگیں اور یوں وہ انسانیت کے اس اعلیٰ و ارفع درجے تک پہنچ گئے کہ جو انسان کو کامل انسان بنا دیتا ہے پھر وہ اللہ کا مقبول اور بندوں میں پسندیدہ انسان بن جاتا ہے۔ مگر یہی انسان جب بندوں کو نیکی کا سبق دیتا ہے، توحید کی دعوت دیتا ہے، برائی سے منع کرتا ہے، نیکی کی طرف بلاتا ہے تو لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ سوائے چند ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ سعادت یعنی اچھی عقل اور اچھے کام کرنے کی طاقت عطا کر دیتا ہے۔ یہ سعادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے عطا کی تھی۔ پھر انہوں نے ایک سعادت مند بیٹے کی دعا کی جو قبول ہوگئی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام انتہائی سعادت مند، نیک فطرت اور نرم مزاج انسان تھے جیسا کہ اللہ کے حکم پر خود کو قربان ہونے کے لیے پیش کر دیا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام، دوسرے سعادت مند بیٹے کی بھی خوشخبری دی گئی وہ بھی پیغمبر بنے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت کر دی جائے کہ پیغمبر کو وحی کے ذریعے احکامات دیئے جاتے تھے۔ بعض اوقات خواب کے ذریعے ان کو وحی ہوتی تھی۔ جبکہ عام انسان کا جو خواب دیکھتا ہے وہ وحی کا درجہ نہیں رکھتے خواب سچے تو ہو سکتے ہیں مگر یہ وحی کا درجہ نہیں رکھتے۔

آزمائش اطاعت اور اس کا بدلہ

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ
نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓـؤُا الْمُبِيْنُ ۝ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى
الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ
وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝ ع

جب دونوں نے حکم مان لیا باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔(103) تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم! (104) تو نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(105) بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔(106) اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ بنا دیا۔(107) اور پیچھے آنے والوں میں (ابراہیم کا ذکرِ خیر) باقی چھوڑ دیا۔(108) ابراہیم پر سلام ہو۔(109) نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(110) بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔(111) اور ہم نے ان کو اسحٰق کی بشارت بھی دی کہ وہ نبی اور نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔(112) اور ہم نے ان پر اور اسحاق پر برکتیں نازل کی تھیں اور ان دونوں کی اولاد میں سے نیکوکار بھی ہیں اور اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والے (گنہگار) بھی ہیں۔(113)

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی قوم سے ناامید ہو گئے تو آپ عراق سے ہوتے ہوئے شام میں چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نیک نیتی، عبادت، آزمائش میں پورا اترنے اور اللہ کی راہ میں ہر مشکل اٹھانے حتیٰ کہ اپنا وطن بھی چھوڑ دینے کے بدلے میں آپ کو بے حد عزت عطا کی آپ کی اولاد میں نبوت کا سلسلہ جاری کیا اور تمام اہلِ کتاب آپ کی عزت کرتے ہیں۔ مسلمان خاص طور سے درود شریف میں حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر درود و سلام بھیجتے ہیں اور تا قیامت بھیجتے رہیں گے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے وہ عرب ہیں جن میں حضرت محمد ﷺ آخری نبی بنائے گئے اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں بنی اسرائیل کے سارے نبی ہوئے۔ اب ان کی اولادوں میں سے بعض تو نیک و متقی لوگ ہیں اور بعض گنہگار رہیں۔ نیک لوگ تو دنیا و آخرت میں بھلائیاں حاصل کریں گے جبکہ برے اور گنہگار دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے ''اور گنہگار اپنے اوپر صریح ظلم کرنے والے ہیں''۔

سیدنا موسیٰ وسیدنا ہارون علیہم السلام کا تذکرہ

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ
فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾
اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ
﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾
فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾
سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾

اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیے۔(114) ان کو اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات بخشی۔(115) اور ان کی مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔(116) اور ان دونوں کو واضح کتاب دی۔(117) اور ان کو سیدھا رستہ دکھایا۔(118) اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر باقی رکھا۔(119) کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام۔(120) بیشک ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(121) وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔(122)

تشریح: لوگوں کو برائی سے ڈرانے اور نیکی کی طرف لانے کے لیے ہمیشہ پیغمبر بھیجے جاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ یہاں سیدنا نوح، سیدنا ابراہیم، سیدنا اسمٰعیل وسیدنا اسحٰق علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو نیکی صبر واستقامت اور فرمانبرداری کے بہترین نمونے تھے۔ ان کو اور ان کی پیروی کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں انعام واکرام سے مالا مال کر دیا گیا اور اسی لیے اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے۔ ”ہم یوں ہی بدلہ دیا کرتے ہیں نیکوکاروں کو، بیشک وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں ہیں“۔(الصافات:122-121)

سیدنا الیاس علیہ السلام کے حالات

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ
اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ اِلَّا
عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾

اور الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔(123) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟(124) کیا تم بعل کو پکارتے اور اسے پوجتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو۔(125) اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے۔(126) تو ان لوگوں نے اسے جھٹلایا سو وہ (عذاب کے لیے) حاضر کیے جائیں گے۔(127) ہاں اللہ کے خاص بندے عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے۔(128) اور ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی چھوڑ دیا۔(129) کہ "الیاسین پر سلام"۔(130) ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔(131) بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔(132)

تشریح: حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ وہ بھی مقبولِ الٰہی انسان تھے۔ جن کو نبوت دی گئی ان کی قوم ایک بت جس کا نام "بعل" تھا یہ بیس گز لمبا تھا اور اس کے چار منہ بنائے گئے تھے۔ یہ لوگ اس بت کی پوجا کرتے تھے۔ جب وہ پیغمبر کی تعلیمات پر نہ چلے تو آخر کار اس قوم پر بھی سخت عذاب آیا اور وہ نیست و نابود ہو گئی۔

سیدنا لوط علیہ السلام کا ذکر

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ع 25 8

اور لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے۔(133) جب ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو عذاب سے نجات دی۔(134) مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔(135) پھر ہم نے دوسروں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔(136) اور تم دن کو بھی ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے رہتے ہو۔(137) اور رات کو بھی اور کیا تم عقل نہیں رکھتے؟۔(138)

تشریح: یہاں لوگوں کو غصے سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم لوگ ان گزرے ہوئے لوگوں کی اجڑی ہوئی بستیوں سے سبق حاصل کیوں نہیں کرتے۔ دن رات ان کے پاس سے گزرتے ہو۔ دیکھو تو توبہ استغفار کرو اور نیکی کی راہیں اختیار کرو۔ کیونکہ ہر بری اور گنہگار قوم کا یہی حال ہوتا ہے جو تم ان تباہ و برباد بستی والوں کا انجام دیکھ رہے ہو۔ عقل سے کام لو اور پیغمبر کی دعوت پر غور کرو اور صالح جاؤ تا کہ اللہ تم سے خوش ہو اور تم پر اپنی برکتیں نازل فرمائے۔

سیدنا یونس علیہ السلام کا کشتی میں بیٹھنا اور مچھلی کے پیٹ میں جانا

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاۗءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

النصف

اور یونس بھی رسولوں میں سے تھے۔(139) جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔(140) اس وقت قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی۔(141) پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ قابل ملامت تھے۔(142) پھر اگر وہ اللہ کی پاکی بیان نہ کرتے۔(143) تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اسی کے پیٹ میں رہتے۔(144) پھر ہم نے ان کو جب کہ وہ بیمار تھے کھلے میدان میں ڈال دیا۔(145) اور ان پر کدو کی بیل کا درخت اگایا۔(146) اور ان کو لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔(147) تو وہ ایمان لے آئے سو ہم بھی دنیا میں ایک وقت مقرر تک فائدے دیتے رہے۔(148)

تشریح: سیدنا یونس علیہ السلام کا قصہ اس سورت کا آخری قصہ ہے۔ مگر اس کا انداز ہ ذرا مختلف ہے۔ ہوا اس طرح کہ آپ کو بھی پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ موصل کے علاقہ میں نینوا شہر میں آپ بھیجے گئے آپ نے سات سال تک لگا تار لوگوں کو سمجھایا مگر حسب معمول انہوں نے نافرمانی کی اس پر آپ نے لوگوں کو کہا کہ ''اب تم پر عذاب آنے والا ہے''۔ آپ نے دعا کی آپ اللہ کی اجازت یا مرضی کے بغیر شہر سے نکلے اور کشتی میں سوار ہو گئے۔ آپ سے انجانے میں غلطی ہو گئی تھی لہٰذا آپ کو اس کی سزا یوں دی گئی کہ کشتی ڈوبنے لگی جس پر یہ کہا گیا کہ کوئی غلام آقا کی اجازت کے بغیر بھاگا ہوا یہاں موجود ہے۔ قرعہ ڈالا گیا تو آپ کا نام نکل آیا آپ نے پانی میں چھلانگ لگا دی اللہ کے حکم سے مچھلی نے آپ کو نگل لیا تب آپ کو اپنی غلطی کا سخت احساس ہوا تو آپ نے دعا و استغفار پڑھنی شروع کر دی۔ اللہ نے دعا قبول کر لی اور آپ کو معاف کر دیا۔ مچھلی نے خشکی پر آپ کو اُگل دیا۔ اللہ آپ پر مہربان ہو گیا سائے کے لیے کدو کی بیل درخت پر چڑھا کر آپ کے لیے بیماری اور کمزوری کی حالت میں سایہ مہیا کر دیا۔ ادھر آپ کی قوم نے عذاب کے آنے کے آثار دیکھے تو فوراً توبہ استغفار کرنے لگے۔ اللہ بڑا مہربان ہے اس نے ان کی توبہ بھی قبول کر لی اور عذاب ٹل گیا۔ ان آیات میں توبہ اور دعا کی بڑی زبردست فضیلتیں بتائی گئی ہیں۔ جو دعا آپ نے کی تھی وہ تو بڑی ہی بابرکت دعا سمجھی جاتی ہے جیسا کہ رسول پاک نے فرمایا ''اسے جو بھی مسلمان کسی مقصد کے لیے پڑھے گا اس کی دعا قبول ہوگی۔ دعا یہ ہے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ''

(از تفسیر قرطبی)

اللہ تعالیٰ بڑا رحمن و رحیم ہے غفور رحیم ہے اس نے نہ صرف پیغمبر اور قوم کی دعا سن کر معاف ہی کر دیا بلکہ کئی سالوں تک ان کو عیش و آرام اور خوشحالی دی۔ جب تک کہ وہ گمراہ نہ ہو گئے۔ سیدنا یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ، اللہ کی رحمت اور بندے کی دعا اور استغفار کا بہترین نمونہ ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو اور بخشش مانگو، بیشک میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں''۔ (صحیح مسلم)

''استغفار گناہوں کو مٹانے والی ہے''۔ (کتاب فردوس) ''بہترین دعا استغفار ہے''۔ (مستدرک حاکم)

''دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے اور آسمان و زمین کی روشنی ہے''۔ (صحیح مسلم)

کیا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں؟

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿١٤٩﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾
اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى
الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا
بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ
لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٠﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾
مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾ وَّاِنَّا
لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾

ان سے پوچھو تو بھلا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں اور ان کے لیے بیٹے۔(149) یا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا اور وہ اس وقت موجود تھے۔(150) دیکھو یہ اپنی جھوٹ بنائی ہوئی بات کہتے ہیں۔(151) کہ اللہ کے اولاد ہے کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔(152) کیا اس نے بیٹوں کی نسبت بیٹیوں کو پسند کیا؟(153) تم کیسے لوگ ہو کس طرح کا فیصلہ کرتے ہو۔(154) بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔(155) یا تمہارے پاس کوئی صریح دلیل ہے۔(156) اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو۔(157) اور انہوں نے اللہ اور جنوں میں رشتہ قائم کیا حالانکہ جن جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔(158) یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اس سے پاک ہے۔(159) مگر اللہ کے نیک بندے عذاب میں نہیں ڈالے جائیں گے۔(160) سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو۔(161) اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے۔(162) مگر اس کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔163) (اور فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے۔(164) اور بیشک ہم صف باندھے رہتے ہیں۔(165) اور بیشک ہم تسبیح کرتے رہتے ہیں۔(166)

تشریح: کفار مکہ کی نالائقی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ وہ شرک و کفر کی غلاظت میں ڈوبے رہتے اور جو منہ میں آتا بکتے رہتے۔ اسی میں سے ایک انتہائی غلط بات جو انہوں نے کی وہ یہ تھی۔ وہ کہتے کہ نعوذ باللہ فرشتوں اور جنوں کے ساتھ اللہ کی رشتہ داریاں ہیں جنوں کی سردار زادیوں سے فرشتے پیدا ہوتے ہیں جو کہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ معاف کرے قرآن پاک میں کئی جگہ پر اللہ کی بڑائی بیان کی گئی ہے اس کی ذات ہر قسم کی رشتہ داری سے بلند ہے۔ اسے کسی بیوی، بچے، بہن، بھائی، چچا، ماموں یا سسرالی رشتہ داروں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں وہ بس اکیلا ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں اور وہ جس کام کے لیے بنائے گئے ہیں وہ صف باندھے کھڑے رہتے ہیں حکم کے انتظار میں اور صرف اللہ کی

تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور اپنی مقرر کردہ ڈیوٹی دیتے ہیں۔ ان کی مجال نہیں کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی ان دونوں کاموں سے غافل ہو جائیں۔ رہ گئے جنات تو جنات آگ سے بنائے گئے ہیں۔ جنات میں اچھے برے موجود ہیں جیسے انسانوں میں اچھے برے موجود ہیں۔ ان کو معلوم ہے کہ وہ بھی اللہ کے حضور حاضر ہو کر سزا و جزا پائیں گے۔ البتہ ان میں سے ایک جن شیطان کے عہدے پر فائز ہو چکا ہے۔ وہ بھی خود اپنی نافرمانی کی وجہ سے۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا جس کی وجہ سے اللہ نے اس پر لعنت کی اور اس نے روزِ اوّل سے ہی اللہ سے کہا تھا کہ ''میں تیرے بندوں کو ضرور بہکاؤں گا۔'' (النساء:119) تو اس کے جواب میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں۔ ''شیطان کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو سرپرست بناتے ہیں اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں۔'' (سورۂ نحل 100) اس سلسلے میں رب العزت نے اپنے بندوں کو صاف صاف الفاظ میں بتا دیا ہے۔ ''اے اولادِ آدم! دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر بہکا دے، جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا'' (سورۂ اعراف:27)

کائنات کے مالک و خالق رب العلمین، رحمن و رحیم نے انسان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے (سورۂ یس 60-61) امید ہے اللہ کی بڑائی اور اس کی مہربانی اچھی طرح واضح ہو گئی ہے۔ اسی طرح فرشتوں کا کام اور پھر شیاطین کا کام اور جنوں کی مخلوقات کے بارے میں اچھی طرح سمجھ میں آ گیا ہو گا۔ اب یہ کفار جو اپنے پاس سے رشتہ داریاں اور جنوں اور فرشتوں کے بارے میں بک رہے ہیں تو یہ صرف حسد، بغض اور اسلام کے ساتھ نفرت کی وجہ سے بک رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے بیانات بالکل بے بنیاد اور من گھڑت ہیں۔ ان کے پاس اپنے اس قول کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل، کوئی کتاب اور ثبوت نہیں۔ کیونکہ کسی بھی دعوے کو ثابت کرنے کے لیے تین قسم کے دلائل ضروری ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔

۲۔ کسی مانے ہوئے سچے آدمی کا قول۔

۳۔ جس کو عقل مان سکے یعنی عقل سلیم مانے،

تو ان لوگوں کے پاس اپنی اس فضول بات کو ثابت کرنے کے لیے کچھ بھی موجود نہیں۔ یہ تو صرف شیطان کی پیروی میں بک رہے ہیں۔ سورۂ انعام میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ ''انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں اور جنات میں بھی''۔ (آیت 112)

انسانوں کو چوکنا رہنا چاہیے کیونکہ انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں جو اکثر بڑے خیر خواہ بن کر بڑی محبت بھری باتوں سے ہر برائی کو اچھائی بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ لوگوں کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ شیطان جن اور شیطان انسان، سب ہی دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ یہ اللہ کا فرمان ہے اور قرآن پاک میں بار بار بتایا گیا ہے اس لیے بالکل سچ ہے اور یہ بھی

ثابت ہو گیا کہ جن، انسان اور فرشتے اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور جن وانسان اپنے اعمال کے مطابق سزا اور جزا ضرور پائیں گے کیونکہ ان کو ارادہ واختیار دیا گیا ہے جبکہ فرشتے اپنی مرضی سے ہرگز کچھ نہیں کر سکتے صرف اللہ کے حکم پر چلتے ہیں۔

رسولوں کی مدد اور کفار پر عذاب

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِندَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾
فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ
الْمَنصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ جُندَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصِرْهُمْ
فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ
الْمُنذَرِينَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٢﴾ ع 44

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے۔(167) کہ "اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت کی کتاب ہوتی۔(168) تو ہم اللہ کے خالص بندے ہوتے۔(169) لیکن اب اس سے کفر کرتے ہیں سو عنقریب وہ جان لیں گے۔(170) اور ہمارے بندے جو رسول ہیں ان کے بارے میں پہلے ہی حکم صادر ہو چکا ہے۔(171) کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی۔(172) اور ہمارا لشکر غالب رہے گا۔(173) آپ ایک وقت تک ان سے اعراض کیے رہو۔(174) اور انہیں دیکھتے رہو وہ بھی عنقریب (کفر کا انجام) دیکھ لیں گے۔(175) کیا یہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔(176) مگر جب وہ ان کے آنگنوں میں اتر یگا تو جن کو ڈر سنایا گیا تھا ان کے لیے یہ صبح بڑی بری ہوگی۔(177) اور ایک وقت تک ان سے منہ پھیرے رہو۔(178) اور دیکھتے رہو یہ بھی عنقریب (نتیجہ) دیکھ لیں گے۔(179) یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں تمہارا رب جو عزت والا ہے اس سے پاک ہے۔(180) اور پیغمبروں پر سلام۔(181) سب طرح کی تعریف اللہ رب العلمین کے لیے ہی ہے۔(182)

تشریح: نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار یہ کہا کرتے تھے کہ "اگر ہمارے پاس بھی کوئی پیغمبر آتا جس طرح یہود و نصاریٰ کے پاس آئے تھے تو ہم ضرور نیک پاک فرمانبردار لوگ ہوتے" لیکن اب جب کہ ان کے پاس پیغمبر آیا ہے تو یہ ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں بلکہ ہر وقت رسول اور ان کے پیروؤں کے دشمن بنے رہتے ہیں تو اللہ الٰہ العلمین نبی اور مسلمانوں کو تسلی دیتے ہیں اور خوشخبری بھی دیتے ہیں کہ فتح ہمیشہ حق کی ہی ہوگی یہ لوگ چاہے جو مرضی ہے کر لیں اللہ کے نیک بندوں کی ہی مدد کی جائے گی اور انہی کو کامیابیاں بھی دی جائیں گی۔ یہ خوشخبری جنگ بدر اور فتح مکہ میں مسلمانوں کی شاندار کامیابی سے ثابت ہو گئی۔ پھر ان کفار و مشرکین اور گمراہ لوگوں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب کا پیغام بھی دیا گیا ہے۔ اور آخر میں

صاف الفاظ میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ کی ذات ان تمام لوگوں کی باتوں سے بہت بلند اور پاک وصاف ہے اور اس کی رحمتیں، برکتیں اور فضل و کرم اس کے نیک بندوں رسولوں اور پیغمبروں پر ہر وقت ہوتی رہتی ہیں۔ اس کی تعریف کرنا بہت مشکل کام ہے کیونکہ اس میں بے شمار صفات جمع ہیں وہی سب کا خالق، رب اور محافظ ہے۔ ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے کرنا اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ہر کام کرنا چاہیے مگر مشکل یہ ہے کہ آج کا مسلمان لا الہ الا اللہ کہتا ضرور ہے مگر اس کی حقیقت تک نہیں پہنچتا اور نہ ہی پہنچنے کی کوشش ہی کرتا ہے بس وہ صرف اتنا ہی جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں ہم کیونکہ پیدائشی اور بنے بنائے مسلمان ہیں اس لیے کبھی گہرائی میں جا کر اسلام کا مطالعہ کرنے کی کوشش ہی نہیں، جبکہ حقیقی مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو غور وخوض سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(علامہ اقبال)

خلاصہ سورۂ صافات

اس سورۂ مبارکہ کا خلاصہ ہم یوں بیان کریں گے

اگر حمد وثناء کرنی ہے تو اللہ کی کرو۔
اگر تابعداری کرنی ہے تو نبی اکرم ﷺ کی کرو۔
اگر دینا چاہتے ہو تو اللہ کی راہ میں دو۔
اگر جانا چاہتے ہو تو متبرک مقامات پر جاؤ۔
اگر مارنا چاہتے ہو تو اپنے نفس کو مارو۔
اگر کام آنا چاہتے ہو تو غریبوں کے کام آؤ۔
اگر پینا چاہتے ہو تو غصہ کو پیو۔
اگر ڈرنا چاہتے ہو تو اللہ سے ڈرو۔
اگر رونا چاہتے ہو تو اپنے گناہوں پر روؤ۔
اگر جھکنا چاہتے ہو تو اللہ کے سامنے جھکو۔
اگر بھروسہ کرنا چاہتے ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔
اگر یاد رکھنا چاہتے ہو تو موت کو یاد رکھو۔

بہر حال سچا اور پکا مسلمان وہی ہے جو زندگی کی اس دوڑ میں اللہ کی توحید، پیغمبر ﷺ کی سنت اور آخرت کو ہر وقت نگاہ میں رکھ کر زندگی بسر کرنے کی کوشش کرے۔ بس پھر زندگی آسان اور معاملہ صاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی ہی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے باقی تمام ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو''۔ (سورہ توبہ آیت 33)

تعارف سورۂ ص

قرآن پاک کی یہ اڑتیسویں (38) سورت ہے کہ بعثت کے بعد درمیانی زمانہ کے شروع میں نازل ہوئی۔ اس میں 88 آیات اور 5 رکوع ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی جدوجہد، مستقل مزاجی، خلوص اور اللہ سے محبت کی بڑی پیاری داستان بیان کرتی ہے۔ آپ کا پیارا پیغام اور اہل عرب کا اس پر سٹپٹانا، گھبرانا اور پھر آپ کے خلاف ہر صورت جدوجہد کرنا اس خوف سے کہ کہیں آپ ان کی عزت وعظمت کو ختم کر کے خود بادشاہ نہ بن جائیں کشمکش کے ان تمام معاملات کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ اس وقت اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہتے تھے وہ بڑے مشفق چچا تھے مگر آپ کے بے حد اصرار پر بھی آپ ایمان نہ لائے تھے۔ عرب کے بڑے بڑے سردار جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے کہ اپنے بھتیجے کو سمجھاؤ اگر وہ ہمارے دین کو نہیں مانتا تو نہ مانے مگر ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہے تو پھر ہم اس کو بھی کچھ نہیں کہیں گے۔ چچا نے آپ کو سمجھایا تو آپ نے کہا اگر یہ میری ایک بات مان لیں تو عرب وعجم میں ان کی عزت بڑھ سکتی ہے اور وہ بات ہے ''لا الہ الا اللہ''۔ وہ جھنجلا کر واپس چلے گئے۔ عرب کے بہترین انسان سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مرد تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے کچھ عرصہ کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ پر ایمان لے آئے اس بات سے اہل عرب بڑے پریشان تھے کہ کہیں یہ ہمارا بوریا بستر ہی گول نہ کر دے اس لیے آپ کے راستے میں جس قدر رکاوٹیں کھڑی کر سکتے تھے کرتے رہے۔ آخر آپ ﷺ انسان ہی تھے بعض اوقات پریشان ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمت افزائی کے لیے پچھلے لوگوں کے بارے میں قصے سنائے کہ ہمیشہ سے قومیں پیغمبروں کی مخالفت کرتی رہی ہیں اور لوگوں کو عبرت دلانے کے لیے پچھلی قوموں کے حالات سنائے کہ اللہ کو ماننے والے شکر اور صبر کرنے والے کس قدر کامیاب وکامران ہوئے جب کہ نافرمان قومیں تباہ وبرباد ہوئیں اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ملے گا۔ پھر جنت وجہنم کا ذکر بڑے ہی پُر اثر انداز میں کیا گیا ہے۔ عمل صالح کی خوبیاں اور عمل بد کی خامیاں بڑے خوبصورت طریقے سے مثالوں کے ساتھ بتائی گئی ہیں۔ اور شیطان سے بچنے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ کہ جو راستہ چاہو اختیار کر لو کس قدر مشکل کام تھا کہ ایک اکیلا شخص پورے اہل مکہ کے سامنے حق، توحید اور رسالت و آخرت کا پیغام لے کر کھڑا ہو گیا۔ جب کہ کفار مدتوں سے فسق وفجور، جوا، شراب اور بت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم تھے۔ آج کل بھی شرک کرنے والے خود کو سچا سمجھتے ہیں اور حق پرستوں کو گمراہ کہتے ہیں۔ مشرکین مکہ اپنے آپ کو اس قدر سچا سمجھتے تھے کہ جنگ بدر کے لیے نکلتے ہوئے انہوں نے غلاف کعبہ کو پکڑ پکڑ کر دعائیں مانگیں کہ ''اے اللہ! جو گروہ حق پر ہے۔ آج اسے کامیابی عطا فرما اور جو لوگ ناحق پر ہیں (مسلمان) انہیں رسوائی اور شکست نصیب کر''۔ (تفسیر ابن کثیر) اللہ کی رحمت اللہ والوں پر برسی کیونکہ ان کا نعرہ تھا، ''ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین

کارساز ہے''۔ (سورہ آل عمران آیت 173)

مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی اور یوں حق و باطل کا فیصلہ پکی طرح ہو گیا لیکن اس منزل تک پہنچنے کے لیے پیارے نبی ﷺ کو جو کچھ کرنا پڑا وہ جان جوکھوں کا کام تھا۔

سابقہ امتوں پر عذاب اور کفار مکہ کو وعید

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ
مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ
الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ
الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی
الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ
مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِیْزِ الْوَهَّابِ ۝۹
اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۫ فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا
هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲
وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔیْكَةِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ
فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ وَمَا یَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ ع 14 10
لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶ اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ
اَوَّابٌ ۝۱۷ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ
اَوَّابٌ ۝۱۹ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝۲۰ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ
تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝۲۱ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰی
بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝۲۲ اِنَّ هٰذَاۤ
اَخِیْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی
الْخِطَابِ ۝۲۳ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَیَبْغِیْ
بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا

فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی
وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا
تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

ص قسم ہے قرآن کی جو نصیحت دینے والا ہے (کہ تم حق پر ہو)۔(1) مگر جو لوگ کافر ہیں وہ غرور اور مخالفت میں ہیں۔(2) ہم نے ان سے پہلے بہت سی اُمتوں کو ہلاک کر دیا (تو وہ عذاب کے وقت) لگے فریاد کرنے اور وہ رہائی کا وقت نہیں تھا۔(3) اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ہدایت کرنے والا آیا اور کافر کہنے لگے "یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔(4) کیا اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔(5) تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے اور بولے کہ "چلو اور اپنے معبودوں کی پوجا پر قائم رہو، بیشک یہ ایسی بات ہے، جس سے (تم پر کوئی فضیلت) مقصود ہے (یعنی بیشک اس بات میں کوئی غرض ہے)۔(6) یہ پچھلے مذاہب میں ہم نے کبھی نہیں سنا، یہ بالکل بنائی ہوئی بات ہے۔(7) کیا ہم سب میں سے اِسی پر نصیحت کی کتاب اُتری ہے نہیں بلکہ یہ میری نصیحت کی کتاب سے شک میں ہیں۔ بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔(8) کیا ان کے پاس تمہارے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب اور بہت عطا کرنے والا ہے۔(9) یا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، ان سب پر انہی کی حکومت ہے تو چاہیے کہ رسیاں تان کر آسمانوں پر چڑھ جائیں۔(10) یہاں شکست کھائے ہوئے گروہوں میں سے یہ بھی ایک لشکر ہے۔(11) ان سے پہلے نوح کی قوم، عاد اور میخوں والا فرعون اور اس کی قوم کے لوگ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۔(12) ثمود اور لوط کی قوم اور بن کے رہنے والے بھی۔ یہی وہ گروہ ہیں۔(13) ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو میرا عذاب ان پر آ واقع ہوا۔(14) اور یہ لوگ تو صرف ایک زور کی آواز کا جو مسلسل ہوگی انتظار کرتے ہیں۔(15) اور کہتے ہیں کہ "اے ہمارے رب! ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دے دے۔(16) اے پیغمبر! یہ جو کچھ کہتے ہیں اس پر صبر کرو۔ اور ہمارے بندے داود کو یاد کرو جو مضبوط تھے اور بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔(17) ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرماں کر دیا تھا کہ صبح وشام ان کیساتھ اللہ سبحانہ تعالٰی کا ذکر کرتے تھے۔(18) اور پرندوں کو بھی کہ جمع رہتے تھے اور سب ان کے فرمانبردار تھے۔(19) اور ہم نے ان کی بادشاہی کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا فرمائی اور ان کو خصوصیت کی بات کا فیصلہ سکھایا۔(20) بھلا تمہارے پاس ان جھگڑنے والوں کی بھی خبر آئی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے۔(21) جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گئے انہوں نے کہا "خوف نہ کیجئے ہم دونوں کا ایک مقدمہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے تو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو سیدھا راستہ دکھا دیجئے۔(22) بات

یہ ہے کہ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے یہ کہتا ہے کہ یہ بھی میرے حوالے کر دے اور بات چیت میں مجھ پر زبردستی کرتا ہے۔(23) انہوں نے کہا یہ جو تیری دنبی مانگتا ہے کہ اپنی دنبیوں میں ملا لے بیشک تم پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کرتے ہیں، ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' اور داؤد نے خیال کیا کہ (اس واقعہ) سے ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔(24) تو ہم نے ان کو بخش دیا اور بیشک ان کے لیے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔(25) اور داؤد ہم نے تم کو زمین میں بادشاہ بنایا ہے تو لوگوں میں انصاف کے فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب تیار ہے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔(26)

تشریح: یہاں سب سے پہلے تو اللہ جل شانہ قرآن پاک کی قسم کھا کر نبی اکرم ﷺ کو یقین دلاتے ہیں کہ اس بات میں شک وشبہ کی کوئی بات نہیں کہ آپ بالکل حق پر ہیں۔ یہ آیات تب نازل ہوئیں جب عرب کے بڑے بڑے لوگ اکٹھے ہو کر آپ کے چچا ابو طالب کے پاس یہ سفارش لے کر آئے کہ آپ اپنے بھتیجے کو توحید کی تعلیم دینے سے منع کریں۔ آپ نے ان کو بھی توحید کی دعوت ہی دی اور وہ ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ کی نبوت پر الٹی سیدھی باتیں کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جہالت کا ذکر کیا کہ ان کو قرآن کا کیا پتہ یہ تو فخر وغرور اور لاعلمی کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ابھی تو انہیں اس عذاب کا بھی علم نہیں جو ہم نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ یہ تو ایسے بات کرتے ہیں جیسے تیرے رب کی رحمت کے تمام خزانے انہی کے قبضہ میں ہیں کہ جیسے چاہیں خرچ کریں۔ اور پھر زمین وآسمان کی بادشاہی انہی کے ہاتھ میں تو ہے۔ اِن کو اُن تمام قوموں کے بارے میں بتاؤ جو اِن سے کئی گنا زیادہ طاقتور اور مضبوط تھیں مگر اپنی گمراہی کے سبب نیست ونابود ہو گئیں ان میں قوم نوح، قوم عاد، قوم فرعون، قوم ثمود، قوم لوط اور قوم ایکہ یہ سب بڑی بڑی قومیں عذاب سے نہ بچ سکیں تو یہ کیا چیز ہیں۔ یہ بھی اپنے انجام بد کے انتظار میں ہیں۔ فی الحال تو مذاقاً کہتے ہیں کہ ہمارا اعمال نامہ ابھی ہی ہمیں دے دیں۔ جب سامنے آئے گا تو ان کی سختی آ جائے گی تو رب العزت آپ کو تسلی دیتے ہوئے حضرت داؤد کی مثال دیتے ہیں کہ ان کو دیکھیں انہوں نے صبر وشکر سے کام لیا تو اللہ نے ان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ ان کا ذکر سورہ سبا اور انبیاء میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ یہاں مختصراً دوبارہ صرف دلیل کے لیے کیا گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکمت، حکومت، نبوت، بہترین آواز، ہواؤں، پہاڑوں اور پرندوں پر قدرت دے رکھی تھی اور فیصلے بڑے اچھے کرتے تھے۔ معمولی بات پر فوراً استغفار کرتے اسی طرح یہاں بھی ان کی زندگی کا ایک واقعہ سبق دینے کے لیے ذکر کیا جا رہا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دن وہ اپنے کمرے میں مصروف عبادت تھے کہ اچانک دو آدمی دیوار پھلانگ کر بلا اجازت اندر آ کھڑے ہوئے۔ آپ سخت حیران ہوئے مگر انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک

جھگڑا ہے فیصلہ کر دیں تب انہوں نے دنبیوں والا جھگڑا آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے فیصلہ کر دیا اور وہ دونوں غائب ہو گئے۔ تب آپ کو احساس ہوا کہ کوئی غلطی ہو گئی ہے۔ لہٰذا آپ فوراً سجدے میں گر پڑے اور اللہ سے مغفرت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ کو کچھ خاص ہدایات اللہ کی طرف سے دی گئیں جن میں تین بنیادی باتیں یہ تھیں۔ (از معارف القرآن)

۱۔ ہم نے آپ کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔

۲۔ اس حیثیت سے آپ کا بنیادی کام حق کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔

۳۔ اور اس کام کے لیے نفسانی خواہشات سے بچنا لازمی شرط ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ ''ذمہ داری کے عہدوں میں سب سے پہلے دیکھنے کی چیز، انسان کا کردار ہے۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی شخص کو حاکم، قاضی یا کسی محکمے کا افسر بنانے کے لیے سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس میں اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر ہے یا نہیں اور اس کے اخلاق و کردار کی کیا حالت ہے؟ اگر یہ محسوس ہو کہ اس کے دل پر خوف خدا کی بجائے نفسانی خواہشات کی حکمرانی ہے تو خواہ وہ کیسی اعلیٰ ڈگریاں رکھتا ہو اور اپنے فن میں کتنا ماہر ہو پختہ کار ہو اسلام کی نظر میں وہ کسی اونچے منصب کا مستحق نہیں ہے۔'' (از معارف القرآن جلد 7 ص 509)

اسی طرح جب عام لوگوں کو دعوت دی جائے کہ کسی شخص کو کسی خاص ذمہ داری کے پورا کرنے کے لیے اپنی رائے کا اظہار کریں یعنی منتخب کریں تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو منتخب کرتے ہوئے پوری طرح تسلی کر لیں کہ آیا اس شخص میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہیں یا نہیں جن صفات کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اگر کسی دباؤ میں آ کر یا کسی لالچ میں آ کر یا کسی بھی مجبوری کی وجہ سے غلط انسان کو منتخب کرنے کے لیے اپنی رائے یا ووٹ دیا گیا تو یہ بہت بڑا گناہ ہوگا کیوں کہ اس سے متعلقہ محکمہ یا ادارہ کا ناقابل تلافی نقصان ہو جاتا ہے۔ اور اس نقصان کی ذمہ داری ووٹ دینے والے پر پڑتی ہے۔ غلط رائے چاہے وہ کسی بندے کے لیے ہو یا کسی مسئلہ کے لیے ہو بڑے گناہ کی بات ہے اور نقصان دہ بھی ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''خود خلفاء کا بھی یہی معمول تھا۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ہمیں کثرت سے ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ کوئی پیچیدہ مقدمہ ان کے سامنے آتا جس کے بارے میں قرآن و حدیث میں وضاحت کے ساتھ کوئی قانون نہ ملتا تو اجتماع عام کیا جاتا۔ اس اجتماع میں ہر شخص رائے دینے کا مجاز تھا بڑا ہو یا چھوٹا مرد ہو یا عورت ہر ایک مشاورت میں شریک ہو سکتا تھا''۔ (از خطبات بہاولپور)

ڈاکٹر موصوف مزید لکھتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد خلفائے راشدین کے دور میں ہمیں حکومت کی طرف اجتماعی مشورہ مفتیوں اور قاضیوں کی طرف سے انفرادی آراء کا ملنا نظر آتا ہے۔''

تو یہ ثابت ہوگیا کہ انفرادی یا اجتماعی رائے دینا کس قدر ذمہ داری کا کام ہے۔ جس میں ذرا سی لاپرواہی یا بددیانتی بڑے گناہ کے برابر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''جو لوگ راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب تیار ہے۔ کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا''۔ (سورۃ ص آیت:2)

کوئی چیز بے مقصد نہیں ہے

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کائنات میں ہے اس کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لیے دوزخ کی آگ سے ہلاکت ہے۔(27) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کیا اِن کو ہم اُن کی طرح کر دیں گے جو ملک میں فساد کرتے ہیں یا پرہیز گاروں کو بدکاروں کی طرح کر دیں گے۔(28) یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تا کہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔(29)

تشریح: ان آیات میں بڑی پتے کی باتیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سمجھا رہا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی بس ایک کھیل تماشہ ہے کھاؤ پیو عیش کرو اور بس مر جاؤ۔ تو ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں ہر چیز ہر کام کا دوسرے کے ساتھ تعلق ہے اسی طرح اس دنیا کا دوسری دنیا کے ساتھ تعلق ہے۔ اصل میں یہ دنیا خاتمہ کا نام نہیں بلکہ ایک دوسری دنیا کے شروع ہونے کا نام اور ذریعہ ہے۔ جب ہماری زندگی کی ابتدا ہوتی ہے تو ایک انتہائی باریک سپرم کے اندر ہماری پوری زندگی کا ٹائم ٹیبل لکھ کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ تقدیر دراصل امتحانی پرچہ ہوتا ہے جو ہم نے اس دنیا میں رہنے کے دوران حل کرنا ہوتا ہے مثلاً ہماری تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے کہ ہم غریب زندگی گزاریں گے تو دیکھا یہ جائے گا کہ اس غربت کی زندگی کو ہم نے صبر شکر کرتے ہوئے انتہائی نیک راہوں پر چلتے ہوئے، اللہ و رسول کے تمام احکامات پورا کرتے ہوئے اللہ کی رضا پر خوش ہو کر مطمئن زندگی گزارتے ہیں یا کہ ہر وقت اپنی غربت پر جلتے ہوئے اللہ کا شکوہ کرتے ہوئے دوسروں کو دیکھ کر حسد بغض اور نفرت کی آگ میں جلتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں یا پھر غربت کو دور کرنے کے لیے غلط اور ناجائز راستے اختیار کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں کتنا بڑا امتحان ہے یہ جو ہم دے رہے ہوں گے۔ اسی طرح اگر ہم امیر پیدا کیے جائیں تو بھی ہماری زندگی کا ہر عمل امتحان ہوگا۔ وہ اس طرح یہ دیکھا جائے گا کہ کیا ہم اس دولت و عزت کو اللہ کی نعمت سمجھ کر

شکرادا کرتے رہتے ہیں یا کہ اپنا کمال سمجھ کرنخوت اور غرور میں آجاتے ہیں اپنے سے کمتر لوگوں کو حقیر سمجھ کر بجائے ان کی مدد کرنے کے ان سے نفرت کرتے ہیں اوران سے بات کرنا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یا کہ انتہائی عاجزی وانکساری کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اللہ کے اس دیئے ہوئے مال ودولت کو اس کے مقرر کردہ احکامات کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور انتہائی سادگی ،سکون، محبت اور عبادت گزاری کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔اس طرح ہماری زندگی کا ہر لمحہ امتحانی پرچہ حل کرنے میں گزر جاتا ہے۔اب اس پرچہ کا لینا کیا بے مقصد ہے؟ ہرگز نہیں اللہ بڑا انصاف کرنے والا ہے۔ بھلا نیک و بد کو انعام اور سزا کیوں نہ دی جائے۔ بس اسی نتیجہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوسری زندگی کا بندوبست کیا ہے اور یہی مقاصد ہیں ہماری دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی کے۔اس دنیا میں تو ایک ذرہ بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا انسان تو بہت بڑی مخلوق ہے۔اس کی زندگی بے مقصد کیسے ہوسکتی ہے۔ دنیا میں بھی ہمیں ظلم و ناانصافی کا بدلہ مل جاتا ہے مگر بعض اوقات یہاں بظاہر ظالم کو ظلم کا بدلہ نہیں ملتا۔ تو کیا اللہ کا یہی انصاف ہے کہ ظالم ومظلوم ،کافر مومن ،نیک اور بد،شریف اور خبیث سب برابر ہوجائیں ؟ ایسا نہیں ہوسکتا اللہ کا بڑا زبردست انتظام ہے اور وہ بڑا زبردست انصاف کرنے والا ہے۔ جو یہاں بدلہ پانے میں بچ جاتے ہیں ان کو آخرت میں بڑا زبردست بدلہ پانا ہوگا۔ وہاں کوئی بھی بچ نہ سکے گا۔سب کی زبردست پوچھ گچھ ہوگی۔ یہی مقصد ہے اس دنیا کی زندگی کا اور پھر آخرت کی زندگی کا۔اب قرآن کا مقصد بھی سن لیں۔اس میں زندگی کے متعلق ہر نکتہ، ہر مسئلے کا حل اور ہر اونچ نیچ بڑی وضاحت سے بتادی گئی ہے۔ جو لوگ اس میں تدبر اور تفکر سے کام لیتے ہیں وہی کامیاب ہیں۔اب تھوڑا تدبر اور تفکر کو سمجھ لیا جائے۔تدبر کا مطلب یہ ہے کہ ایک عام انسان جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کو عبادت میں ایک خاص حسن ،جامعیت ،معقولیت اور ربط وضبط نظر آتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ کلام کسی خاص ہستی کا ہے جو انسانی خصوصیات سے بہت ہی بلند وبالا ہے۔ وہ کلام کو پڑھتا ہے اور جھوم جھوم جاتا ہے یہ تو ایک انسان کا عام طریقہ سے پڑھنے کا نتیجہ ہے لیکن یہی کام جب ایک مفکر یا عالم دین یا فلسفی کرتا ہے تو اس کا کام ذرا مختلف ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ وہ عربی زبان سے واقفیت رکھتا ہے۔علوم قرآن اور مقاصد قرآن سے آگاہی رکھتا ہے۔ اسلام سے واقفیت اور پابندی کا قائل ہوتا ہے۔ اخلاقی لحاظ سے بہت بلند ہوتا ہے۔قرآن کی عظمت ، پاکیزگی اور مفہوم کی باریکیوں سے واقف ہوتا ہے اور وہ شخص روحانی اور عملی زندگی میں ایک متقی ، پاکیزہ اور بلند مرتبہ رکھنے والا انسان ہوتا ہے ایسا مفکر عالم دین جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کی باریکیوں اور بہترین مقاصد کو خوب اچھی طرح سمجھ کر آسان الفاظ میں اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو یوں تدبر کا مطلب واضح ہوجاتا ہے۔اب باری آتی ہے لفظ تذکر کی۔تذکر کو ہم دوطرح واضح کرسکتے ہیں۔تذکر کا مطلب ہے یاد کرنا۔ یہ بڑی عام سی بات ہے۔کسی مضمون کو ہم غور سے پڑھتے ہیں تو جتنی دفعہ پڑھتے ہیں اس کا مطلب زیادہ سے زیادہ واضح ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کی باریکیاں ذہن میں بیٹھنی شروع ہوجاتی ہیں اور جب ایک بات ذہن کے اندر بیٹھ جاتی ہے تو اس پر عمل بھی خود بخود

ہونے لگتا ہے۔ اور اس طرح قرآن کے احکامات ہماری زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں اور یوں ہم ایک سچے مسلمان کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ تذکر کا مطلب ہے نصیحت کرنا۔ اس سے قرآن کے مفہوم کو دوسروں تک پہنچانا مقصد ہے۔ یہ ذریعہ اس قدر بہترین ہے کہ جب ہم کوئی بات یا علم دوسرے کو سکھاتے ہیں تو یقینی طور پر مضمون کے اندر کچھ اور چھپے ہوئے نکات ہمارے سامنے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اس طرح نصیحت کرنے والے کے اپنے علم میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یعنی درس و تدلیس ہمارے ذہن کو اور بھی مضبوط اور وسیع کرتے ہیں اور جو پیغام ہم دوسروں کو دیتے ہیں تو اس کے لیے زبان اور الفاظ زیادہ مستحکم اور معقول ہوتے چلے جاتے ہیں یوں قرآن کے احکامات ہماری زندگی کے اندر جذب ہو جاتے ہیں اور ہم بے اختیار ان کو اپنی عملی زندگی میں لانا شروع کر دیتے ہیں اور جس قدر خود ہم ان کو اپنا کر نصیحت کرتے ہیں اسی قدر زیادہ ہماری نصیحت میں اثر پیدا ہونے لگتا ہے۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ ''اگر کسی کو گڑ کھانے سے منع کرنا ہو تو پہلے خود گڑ کھانا بند کرو۔''

سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۳۰ۭ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝۳۱ۙ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲۪ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیے بہت خوب بندے تھے اور وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ (30) شام کو جب ان کے سامنے بہت اچھے گھوڑے لائے گئے (الصفنات یعنی ایسے گھوڑے جو تین قدموں پر کھڑے ہوتے ہوں اور چوتھے قدم کے سم کا کنارہ زمین پر ٹیکتے ہوں)۔ (31) تو کہنے لگے میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب سے محبت (کی وجہ) سے، پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ (32) (حکم دیا) کہ انہیں واپس لاؤ میرے پاس تو ہاتھ پھیرنے لگے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر۔ (33)

تشریح: حضرت داؤد علیہ السلام کے اوپر جو کچھ عنایات اللہ کی طرف سے کی گئیں اُن میں سے ایک نعمت بہت اچھے بیٹے کی بھی دی گئی۔ ان کا نام حضرت سلیمان علیہ السلام تھا۔ آپ کو بھی نبوت، حکومت اور بہت سی نعمتیں دی گئی تھیں۔ آپ کا ذکر سورۂ بقرہ، بنی اسرائیل، انبیاء، نمل اور سبا میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ یہاں دوبارہ مصلحتاً دہرایا جا رہا ہے۔ تاکہ اللہ کی مہربانیاں اور اچھے انسانوں کی خوبیاں بیان کی جاسکیں۔ آپ کی تسلی کیلئے ان آیات کے ترجمہ و تفسیر میں بے حد اختلاف ہے۔ تذکرۃ الانبیاء محترم حافظ قاضی عبدالرزاق صاحب اور تفہیم القرآن کی روشنی میں مجھے کچھ یوں مناسب لگا ہے کہ جب حضرت سلیمان کے سامنے ان کے پسندیدہ بہترین گھوڑے لائے گئے تو وہ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اللہ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے انہوں

نے ان کو بڑے پیار سے دیکھا اور اللہ کی دی ہوئی (ان بہترین گھوڑوں کی) نعمت پر شکر بجا لائے غرور نہیں کیا اور فرمانے لگے" کیونکہ ان پر بیٹھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کیا جاتا ہے اس لیے یہ مجھے اور بھی زیادہ پسند ہیں"۔ پھر ان گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو واپس لانے کا حکم دیا۔ جب وہ واپس لائے گئے تو انتہائی محبت، شفقت اور خوشی سے ان کی پنڈلیوں کو جھاڑنے لگے اور ان کی گردنوں پر تھپکی دینے لگے مگر دل اللہ کے شکر اور محبت سے بھرا ہوا تھا۔ تو یہاں یہی بتایا گیا ہے کہ اس قدر نعمتیں، برکتیں، عزتیں اور آسائشیں حاصل کرنے کے باوجود غرور کا نام تک نہیں بلکہ ہر دم اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کیونکہ وہ اللہ کے پسندیدہ نیک اور برگزیدہ انسان تھے۔ جیسا کہ آپ کے والد سیدنا داؤد علیہ السلام تھے۔ مگر ان کو بھی اللہ نے آزمائش میں ڈالا اور ان کا محاسبہ بھی کیا۔ تو انہوں نے فوراً استغفار کیا اور اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش اور بخشش

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾

اور بیشک ہم نے سلیمان کو آزمایا کہ ہم نے اس کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے اللہ کی طرف توجہ کی۔(34) اور یوں دعا کی کہ "اے میرے رب! میری مغفرت کر دے اور مجھے ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کے شایانِ شان نہ ہو بیشک تو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔(35)

تشریح: اس میں بھی بڑی مختلف آراء ہیں، لہٰذا بے شمار مستند تفاسیر کی روشنی میں اور ترجمہ کی مناسبت سے میری سمجھ میں تو کچھ اس طرح آیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ شدید بیمار ہو گئے اور کمزوری کی وجہ سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے یوں لگتا تھا کہ آپ کے تخت پر ایک بے جان جسم پڑا ہوا ہے۔ تب آپ نے اللہ جل شانہ سے دعا کی اور آپ کی صحت وتندرستی واپس آ گئی اور آپ نظام حکومت کو پہلے سے بھی زیادہ اچھی طرح چلانے لگے اور سب سے مختلف حکومت آپ کو ملی وہ اس طرح کہ جنات بھی آپ کے تابع کر دیے گئے تھے اور وہ آپ کے حکم کے منتظر رہتے۔ کچھ اور نعمتیں بھی آپ کو دی گئیں ملاحظہ ہو۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام پر انعامات

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ ع 3/14/12

''پھر ہم نے ہوا کو ان کے زیر فرمان کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے نرم نرم چلنے لگتی ان کے حکم کے مطابق۔(36)اور سب جن بھی ماتحت کر دیے کوئی معمار اور کوئی غوطہ خور۔(37) اور ان کے علاوہ (جو سرکش تھے) باندھ دیئے گئے زنجیروں میں۔(38)(اے سلیمان!) یہ ہماری بخشش ہے چاہو تو احسان کرو چاہو تو رکھ چھوڑو، تم سے کوئی حساب نہ ہوگا۔(39) بیشک ان کو ہمارے ہاں بڑا قرب حاصل ہے اور خوبصورت انجام۔''(40)

تشریح: یہ آیات شانِ کریمی کی روشن دلیل ہیں۔ اللہ کو نخوت غرور ناشکری اور تکبر بے حد ناپسند ہے وہ ایسے لوگوں کو دنیا میں بھی عذاب دیتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب ضرور ملے گا۔ اس کے مقابلہ میں استغفار، شکر، عاجزی، انکساری اور فرمانبرداری اس قدر پسند ہے کہ جس کی مثال حضرت سلیمان ہیں۔ جب انہوں نے صبر و شکر سے استغفار کیا اور دعا مانگی تو ان کی منہ مانگی دعا قبول ہوگئی واقعی آج تک کسی کو ہواؤں، جنوں اور پھر تمام نعمتوں کو خرچ کرنے پر حساب کتاب سے آزادی نہیں ملی۔ آپ کو پورا اختیار دیا گیا تھا کہ اپنی مرضی سے ہواؤں کو چلاؤ اور جنوں کو بھی آپ کے قبضہ میں کر دیا گیا تھا۔ کچھ جن عمارتیں بناتے کچھ سمندروں سے قیمتی موتی نکال کر لاتے اور جو شیطان اور نافرمان جن تھے ان کو قید کرنے کا اختیار اور طاقت بھی آپ کو دی گئی تھی۔ یہ طاقت واقعی آپ کے سوا کسی بادشاہ کو نہیں دی گئی اور نہ ہی دی جائے گی۔ اور پھر آخر میں فرمایا کہ ''یقیناً اس کے لیے ہمارے ہاں تقرب کا مقام اور (اچھا ٹھکانا ہے) بہتر انجام ہے۔'' (آیت 40 ص)

سیدنا ایوب علیہ السلام کے حالات

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ۝ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۭ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ ''یا رب العٰلمین شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے۔(41) ہم نے کہا'' زمین پر لات مارو دیکھو یہ چشمہ نکل آیا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو شیریں۔(42) اور ہم نے ان کو اہل و عیال اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی بخشے یہ ہماری طرف سے رحمت اور عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔(43) اپنے ہاتھ میں (جھاڑو) تنکوں کا مٹھا لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو، بیشک ہم نے ان کو ثابت قدم پایا، بہت خوب بندے تھے اور وہ رجوع کرنے والے تھے۔''(44)

تشریح: حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ تفصیلاً سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے۔ یہاں صبر، شکر اور استغفار کی فضیلتیں بیان

کرتے ہوئے ان کے حالات کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ آپ کو بیماری نے گھیر لیا تمام مال واولاد برباد ہو گیا تو بھی آپ نے اللہ سے نہ گلا کیا نہ شکوہ کیا۔ بس دعا کی اور وہ بھی یوں ''کہ یا الہ العٰلمین شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے''۔ آپ کی یہ ادا اللہ کو اس قدر پسند آئی کہ آپ کے لیے چشمہ نکال دیا جس سے نہائے اور پانی پیا اور شفایاب ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں یہ انعام دیا کہ پہلے سے زیادہ اچھی صحت پہلے سے زیادہ مال و دولت اور پہلے سے زیادہ آل اولاد دی اور یہ سب کچھ عقل مند سمجھدار اور اچھے لوگوں کے لیے مثال ہے۔ آخر میں قسم کی حرمت بتائی گئی ہے۔ ہوا یوں کہ بیماری کی حالت میں کسی بات پر سیدنا ایوب اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے جس پر سیدنا ایوب نے قسم کھالی کہ میں تندرست ہونے پر تمہیں سو کوڑے لگاؤں گا۔ تو اللہ نے ان کی بیوی کی خدمت گزاری کے انعام میں یوں فرمایا کہ ''جھاڑو کا مٹھا لو (بے ضرر چیز) اور اس سے (ہلکا ہلکا) مارو مگر قسم نہ توڑو۔'' پھر سیدنا ایوب علیہ السلام سے خوش ہو کر راضی ہو کر اللہ نے فرمایا کہ ''وہ بہت خوب بندے تھے (بہترین انسان) اور وہ رجوع کرنے والے تھے۔'' (آیت: 44)

اللہ کے کچھ اور مقبول بندے اور جنت کے مزے

وَاذْكُرْ عِبَادَنَآ إِبْرٰهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ إِنَّآ أَخْلَصْنٰهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٔينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾

اور ہمارے بندے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوت والے اور صاحب نظر تھے۔ (45) ہم نے ان کو ایک خاص صفت (یعنی آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔ (46) اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگ تھے۔ (47) اور اسمٰعیل، الیسع اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ (48) یہ نصیحت ہے اور پرہیزگاروں کے لیے تو عمدہ مقام ہے۔ (49) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لیے ہمیشہ کھلے ہوں گے۔ (50) اس میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور کھانے پینے کے لیے بہت سے میوے اور شراب منگاتے رہیں گے۔ (51) اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی اور ہم عمر عورتیں ہوں گی۔ (52) یہ وہ چیزیں ہیں جن کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (53) یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (54) یہ (نعمتیں تو فرمانبرداروں کے لیے) اور سرکشوں کے لیے برا ٹھکانا ہے۔ (55)

تشریح: ان تمام نبیوں کا ذکر اللہ تعالیٰ بار بار کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں خوب پڑھیں اور ان کی زندگیوں سے اچھے اچھے سبق سیکھیں ان کے بارے میں سورۂ الانعام اور انبیاء میں وضاحت سے لکھا جا چکا ہے یہاں مختصراً کہا گیا ہے کہ یہ لوگ جو بھی کرتے ان کو ہر وقت یہ یاد رہتا تھا کہ یہ دنیا صرف مسافر خانہ ہے امتحان گاہ ہے۔ اس لیے ہر وقت برائی سے بچنے کی اور نیکی کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگے رہتے اللہ کو ان کی ہر ادا پسند تھی اسی لیے ان کو دنیا میں بھی نعمتیں عطا کیں نبوت جیسا بہترین اعزازی رتبہ عطا کیا اور پھر آخرت کے تو کیا ہی کہنے اوپر والی آیات میں جنت اور جنتی لوگوں کا جو حال بتایا گیا ہے وہ پڑھ کر کون ایسا انسان ہے جو اللہ کی راہ کو اختیار نہ کرے گا۔ زندگی بڑی تیزی سے گزر رہی ہے صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے۔ عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے۔ تو کیوں نہ اس زندگی کے ایک ایک لمحے کو ایک ایک قدم کو پاکیزہ اور مقدس بنا لیا جائے یہ زندگی تو تھوڑی سی ہے پھر ختم ہو جائے گی اور دوسری زندگی شروع ہو جائے گی جو کبھی ختم نہ ہوگی یہ بات اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن پاک میں ہمیں بڑی وضاحت سے بتا دی ہے اور اس سورت میں بھی اللہ نے یقین دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ "یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا"۔ یہ اسی رزق کی بات ہے جس کا اس سورت کی آیت 49 سے 55 تک ذکر کیا گیا ہے۔ اور پھر ساتھ ہی سرکشوں کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سرکشوں کا انجام

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَآخَرُ مِنْ
شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُقْتَحِمٌ مَعَكُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾
قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا
مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ
مِنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ
النَّارِ ﴿٦٤﴾ ع 4 24 13

دوزخ جس میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بُری آرامگاہ ہے۔ (56) یہ کھولتا ہوا گرم پانی اور پیپ ہے، اب اس کے مزے چکھیں۔ (57) اور اسی طرح کے اور بہت سے عذاب ہوں گے۔ (58) یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ داخل ہو گی کوئی خوش آمدید نہیں انہیں یہ ضرور آگ تاپنے والے ہیں۔ (59) وہ کہیں گے "تمہیں کوئی خوش آمدید نہ ہو تم نے ہی آگے کیا اس عذاب کو ہمارے لیے سو بہت برا ٹھکانا ہے۔ (60) کہیں گے "اے ہمارے رب! جس نے آگے کیا ہے ہمارے لیے یہ عذاب اس کے لیے آگ میں دوگنا عذاب بڑھا دے۔ (61) اور کہیں گے کیا وجہ ہے کہ ہمیں نظر نہیں آ رہے وہ لوگ جنہیں

ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔(62) ہم جن کا تمسخر اڑایا کرتے تھے یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئی ہیں۔(63) بیشک یہ اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔(64)

تشریح: یہ نقشہ دوزخ میں جانے والوں کا کھینچا گیا ہے۔ کیسا ہولناک منظر ہے۔ استغفر اللہ، اللہ دوزخ کے عذاب سے بچائے۔ یہاں انسان کو اس زندگی میں اس بات کے کرنے سے محتاط رہنے کو کہا گیا ہے کہ کبھی بھی کسی کو کمتر سمجھ کر اس کے لیے اپنی غلط رائے نہیں دینی چاہیے کیونکہ ہر انسان کے دل اور نیت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ کچھ لوگ بری نیت سے صرف دکھاوے کے لیے نیک کام کرتے ہیں اور کچھ لوگ بظاہر اتنے پرہیز گار اور متقی دکھائی نہیں دیتے جتنے وہ اندر سے مخلص، مہربان، خداترس، نرم، متقی اور مقبول خدا ہوتے ہیں۔ یہاں جہنم کا منظر اور جہنمیوں کا تذکرہ نہایت ہولناک انداز میں بیان کیا گیا ہے، اللہ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے، کسی شخص کے لیے حتمی جہنمی ہونے کا فتویٰ لگانا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کبھی بھی کسی کا مذاق اڑانا، کسی کی بے حرمتی کرنا، کسی کو گناہ گار اور دوزخی کہنا بڑا سخت گناہ ہے۔ کیونکہ ہمیں تو خود اپنا بھی معلوم نہیں کہ کس وقت لاعلمی میں کتنا بڑا گناہ کر سکتے ہیں۔ اسی لیے ہر وقت استغفار کا ورد کرتے رہنا چاہیے۔ اس لیے ہر وقت اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیے کسی کو نیکی کا سبق دے سکو تو ضرور دو کسی کو برائی سے منع کر سکو تو ضرور کرو لیکن کسی شخص کے لیے بھی جنتی یا دوزخی ہونے کا فتویٰ ہرگز صادر نہ کرو۔ کیونکہ یہ علم تو صرف اللہ کو ہی ہے کہ کون کیسا ہے اور کیسا بدلہ پائے گا۔ کوئی بھی کسی کے اعمال کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے حضرت محمد ﷺ کو کہا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ جو بھی کہتے ہیں وحی کے مطابق کہتے ہیں

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۞ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۞ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۞ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۞ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۞ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞

کہہ دو کہ میں تو صرف ہدایت کرنے والا ہوں، خدائے واحد اور غالب کے سوا کوئی معبود نہیں۔(65) جو آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہے سب کا مالک ہے۔ غالب اور بخشنے والا ہے۔(66) کہہ دو کہ یہ ایک (بڑی ہولناک) چیز کی خبر ہے۔(67) جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔(68) مجھے اوپر کی مجلس والوں کا جب وہ جھگڑتے تھے کچھ بھی علم نہ تھا۔(69) میری طرف صرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔(70)

تشریح: جیسا کہ پہلے بھی کئی دفعہ آ چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو از خود غیب کی باتوں کا علم نہیں رکھتے بلکہ اللہ وحدہ لاشریک کی نازل کردہ وحی کے مطابق گفتگو کرتے تھے۔ اللہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر غالب ہے سب کچھ جانتا

ہے اسی لیے لوگوں کو اس ہولناک دن یعنی قیامت سے ڈرانے کا حکم آپ کو دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اس لیے آنے والے مشکل وقت کی سختی سے بچنے کی تیاری کے لیے بار بار کہا گیا ہے۔ اسی لیے تو حضرت محمد ﷺ کو یہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ "میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں"۔

شیطان انسانوں کا شروع سے دشمن ہے

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُۥ سٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِيٓ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٨٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُۥ بَعْدَ حِينٍۭ ﴿٨٨﴾ ع 24/14

جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ "میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ (71) جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ (72) تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ (73) مگر شیطان اکڑ بیٹھا اور کافروں میں ہو گیا۔ (74) (اللہ نے) فرمایا کہ "اے ابلیس! جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تمہیں کس چیز نے روکا؟ کیا تو غرور میں آ گیا یا اونچے درجے والوں میں تھا؟ (75) بولا کہ "میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا۔ (76) کہا یہاں سے نکل جا تو مردود ہے۔ (77) اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت پڑتی رہے گی۔ (78) کہنے لگا کہ میرے رب مجھے اس روز تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (قیامت آئے) مہلت دے۔ (79) کہا تجھے مہلت دی جاتی ہے۔ (80) اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے۔ (81) کہنے لگا کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں اُن سب کو بہکاتا رہوں گا۔ (82) سوائے اُن کے جو تیرے خالص بندے ہیں۔ (83) کہا سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں۔ (84) کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں

گا۔(85) اے پیغمبر ﷺ کہہ دو کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں۔(86) یہ قرآن تو اہل عالم کے لیے نصیحت ہے۔(87) اور تم کو اس کا حال ایک وقت کے بعد معلوم ہو جائے گا۔(88)

تشریح: سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش اور ابلیس پر لعنت یہ تمام واقعات کا سورۃ بقرہ اور کئی سورتوں میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے۔ مقصد یہی ہے کہ انسان کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو خود تخلیق کیا۔ جیسا کہ کہا ''ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اور اس میں اپنی روح پھونک دی''۔ جیسا کہ اس کی پیدائش اپنے خاص الخاص انداز سے کی ہے اور اس کا عہدہ تمام مخلوقات سے بلند کرتے ہوئے اس کو ''اپنا نائب'' کہا تو اسی نسبت سے انسان کی ذمہ داریاں بھی باقی تمام مخلوقات سے زیادہ بڑی سخت اور مشکل ہیں۔ اس دنیا میں ہمارے چاروں طرف زر، زن اور زمین کی کشش ایک خوبصورت جال کی شکل میں موجود ہے ان تمام کو مناسب طریقہ سے حاصل کرنا، استعمال کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر یہ ایک متقی، کامل اور اچھے انسان کی صفات ہیں اور شیطان ہر صورت انسان کو ان تمام دنیاوی چیزوں کو غلط طریقہ سے حاصل کرنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔ کیونکہ اس کی تو یہ ڈیوٹی ہے وہ تو کہہ چکا ہے کہ ''میں تیرے بندوں کو ضرور بہکاؤں گا۔'' (نسا: 119)

اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''شیطان کا زور تو انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو سرپرست بناتے ہیں اور اس کے بہکانے سے شرک کرتے ہیں''۔ (نحل آیت:100)

جو لوگ قرآن وسنت کی بجائے گمراہ مولویوں اور دنیا پرست پیروں فقیروں کی باتوں پر عمل کرتے ہیں تو یہ بھی شرک میں شمار ہوتا ہے۔ ایک طرف تو علماء دین، حق پرست اور مشائخ عظام دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں خوب اچھا کام کر رہے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف غلط قسم کے پیر، فقیر، سجادہ نشین اور علماءِ سُو (غلط تعلیم دینے والے علمائ) لوگوں کو دین سے دور لے جانے اور گمراہ کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ اور یہ لوگ انسان کے لیے دین کے لیے حد سے زیادہ خطرناک اور شرک کو پھیلانے والے ہوتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''میں اپنی امت کے متعلق گمراہ ائمہ سے شدید ترین خطرہ محسوس کرتا ہوں''۔ (ابوداؤد)

جس طرح ہر پیشہ میں اور انسانوں کے ہر طبقہ میں اچھے اور بُرے لوگ پائے جاتے ہیں اسی طرح مولوی اور پیر بھی اچھے اور بُرے ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ غلط مولوی انسانیت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں لہٰذا یہ شیطان کے خالص اور پسندیدہ ایجنٹ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے اور ان سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

خلاصہ سورۃ ص

یہ سورت بھی رشد وہدایت کی بڑی خوبصورت سورۂ مبارکہ ہے۔ انسان کو جس قدر بڑا مرتبہ دیا گیا ہے اسی قدر زیادہ اس کی ذمہ داریاں اور امتحان بھی سخت ہے۔ دنیا نفسانی خواہشات سے بھری پڑی ہے اور شیطان کا دعویٰ ''کہ اے اللہ تیری عزت کی قسم میں قیامت تک انسان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔'' اور پھر اللہ کا یہ فرمان کہ ''میں تم سے اور گمراہ لوگوں سے دوزخ کو بھر دوں گا''۔ محمد منظور الحق ڈار صاحب نے بڑی خوبصورت وضاحت کی ہے لکھتے ہیں:

''اسلام ایک دین یعنی نظام زندگی ہے اور شرک بھی ایک نظام حیات ہے۔ کیا نبی اکرم ﷺ کی پیروی کا یہ تقاضا نہیں کہ ہم دین حق کو دین باطل یعنی شرک پر غالب کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں خواہ مشرکوں کو یہ سخت ناگوار گزرے۔ شرک کرنے والوں کی پرواہ کیوں کی جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''جس چیز کا تمہیں حکم دیا جارہا ہے اسے صاف صاف کہہ دو اور شرک کرنے والوں کی ذرا پرواہ نہ کریں۔ تمہاری طرف سے ہم اِن مذاق اڑانے والوں کی خبر لینے کے لیے کافی ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی الہ قرار دیتے ہیں۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا''۔ (سورہ حجر آیات 94,95,96)

کیونکہ بعثت کے بعد کفار نے آپ ﷺ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ بڑا سخت رویہ رکھا ہوا تھا تو آپ انسان ہونے کے ناطے پریشان ہو جاتے تو آپ کی ہمت افزائی کے لیے پچھلے انبیاء کی زندگیوں اور مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سلسلہ تو ہمیشہ سے ہی چلتا آ رہا تھا اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ ڈٹے رہو۔ پروا نہ کرو اور اللہ، رسول اور آخرت کا خیال ہر دم رکھو۔ ہمت مرداں مدد خدا۔

تعارف سورۂ زمر

یہ سورۂ مبارکہ بعثت کے بعد مکہ میں درمیانہ زمانے میں نازل ہوئی اس میں آٹھ رکوع اور 75 آیات ہیں ترتیب کے لحاظ سے یہ 39 ویں سورت ہے۔ یہ سورت انسانی کردار کیلئے روحِ رواں کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ روح کو پاکیزگی، ایمان کو مضبوطی اور انسان کو سکون دینے کا تمام بندوبست اس سورت میں کر دیا گیا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ہمیں اللہ نے پیدا کیا ہے اور ہمارے لیے زندہ رہنے کے تمام اسباب بھی اللہ نے ہی پیدا کیے ہیں۔ اس پوری کائنات کو انسان کی ضرورت نہیں مگر انسان کو اس کائنات کی ہر چیز کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہوا، روشنی، پانی دھوپ چھاؤں، رات دن، آسمان اور زمین یہ سب ہماری زندگی کیلئے بے حد ضروری ہیں۔ کوئی بھی چیز ایسی نہیں کہ جس کے بغیر ہم یا کوئی جاندار چیز زندہ رہ سکے یا پل بڑھ سکے۔ تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہم اپنی عقل کو کام میں لاتے ہوئے اس مالک حقیقی کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیں۔ اسی کی طرف رجوع کریں یعنی اسی کی عبادت کریں اُسی کو سجدہ کریں، اسی کا شکر ادا کریں اور اسی سے دعائیں مانگیں۔ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں اللہ کے سوا کوئی

اس کے برابر دکھائی نہیں دیتا۔ مگر انسان کی عقل محدود ہے وہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا' اس کو تو اس بات کا بھی علم نہ تھا کہ اس کی پیدائش کس مقصد کیلئے کی گئی ہے تو انسان کی اس بھول چوک کو دور کرنے کیلئے اور شکوک وشبہات کو دور کرنے کیلئے زندگی کی راہیں روشن کرنے کے لیے بہترین اور پکے اصول قانون بنا کر قرآن پاک کی صورت میں نبی اکرم ﷺ کی معرفت انسانوں کو دے دیئے گئے۔ تاکہ لوگ پریشانیوں سے بچ کر مطمئن، پرسکون اور بہترین زندگیاں گزار سکیں۔ اس لیے کیوں نہ اسلام کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا جائے۔ مولانا وحیدالدین خان صاحب بہت خوب لکھتے ہیں:

''جن لوگوں کے اندر یہ ربانی شخصیت ہو' جو سچائی کے راستے کو پائے ہوئے ہوں ان پر جب کوئی ایسی آفت آتی ہے تو ان کی زبان سے نکل پڑتا ہے کہ ''ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ خدایا تو ہماری مصیبت میں ہم کو اجر دے تو اس کے بعد ہمارے لیے خیر کی صورت پیدا فرمادے''۔ آمین (از دین انسانیت صفحہ 84)

انسانی پیدائش اللہ کے وجود کی نشانی ہے

تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ۝۱ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ ۝۲ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ۝۴ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيۡلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيۡلِ وَسَخَّرَ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصۡرَفُوۡنَ ۝۶

اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب اور حکمت والے کی طرف سے ہے۔(1) (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو اللہ کی عبادت کرو، اس کی عبادت کو شرک سے پاک کر کے۔(2) دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا دوست بنائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کو اس لیے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کے مقرب بنا دیں تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان میں اُن کا فیصلہ کر دے گا' بیشک اللہ اس کو جو جھوٹا اور ناشکرا

ہے ہدایت نہیں دیتا۔(3)اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا۔ وہ پاک ہے وہی تو واحد اور غالب ہے۔(4)اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اور وہی رات کو دن میں لپیٹتا اور وہی دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر دیا ہے سب ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے دیکھو وہی غالب اور بخشنے والا ہے۔(5)اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لیے چار پایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے' وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں پہلے ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔(6)

تشریح: ان آیات میں اللہ کی وحدانیت' قرآن کی سچائی اور حضور پاک ﷺ کی سچائی کو بڑی صاف صورت میں بیان کیا گیا ہے کفر و شرک کی بھرپور مذمت کی گئی ہے۔ یہ سب باتیں ہمارے سامنے ثبوت کے ساتھ موجود ہیں۔ آج ہم باقی تمام مظاہر قدرت کو چھوڑ کر صرف انسانی تخلیق کے بارے میں غور کرتے ہیں یہ حیاتیاتی راز یعنی انسان اور انسان کی طرح پیدا ہونے والے جانوروں کا راز اس آیت 6 میں بڑے ہی مختصر الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب نے اس راز کو واضح کیا ہے ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:

''جیسا کہ ظاہر ہے آیت کا یہ حصہ ایک انسان کی ساخت کیلئے ماں کے پیٹ میں تین مختلف تاریکیوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس لیے یہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ ایک زرخیز شدہ انڈے کا خلیہ یا زائیگوٹ تین تاریک حالتوں سے گزرتا ہے۔ پندرہ صدیاں قبل بلکہ صرف ایک صدی پہلے تک یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایک انسان کی پیدائش کا عمل صرف ماں کے پیٹ میں موجود رحم میں ہوتا ہے یعنی صرف ایک تاریک حالت میں مگر جدید طبی سائنس کی معلومات کا خلاصہ یہ ہے۔

پہلا مرحلہ: جب بیضہ والا خلیہ رحم کی دونلیوں میں زرخیز پذیر ہوتا ہے (جڑ پکڑ لیتا ہے) اور یہ عمل صرف اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے اور یہ مقام' رحم مادر میں انتہائی انوکھا اور نازک مقام ہوتا ہے۔ یہ باریک ترین خلیہ (Cell) ہی ہے جس میں ہر چیز تیار ہوتی ہے۔ ہماری آئندہ زندگی کی مکمل تفصیلات اسی مقام پر متعین ہو جاتی ہیں' اس مقام سے آگے یہ دوسرے طبقے میں پہنچایا جاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہ خلیہ (Cell) رحم کی لعاب دار جھلی میں پہنچتا ہے یہ تاریک طبقہ ایک جنگل سے ملتا جلتا ہے۔ یہاں یہ خلیہ جڑ پکڑ جاتا ہے اور اپنے آپ کو وہیں مناسب جگہ پر قائم کر لیتا ہے یہ مقام ایک سرنگ کی طرح جگہ میں ہوتا ہے۔ یہ بچے کی خوراک ماں کے جسم سے مہیا کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ زائیگوٹ اسی جگہ تقسیم کا عمل شروع کرتا ہے۔ یہ ابتدائی تقسیم انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اس لیے کہ بچے کی ابتداء (Embryo) کے پہلے مرحلہ میں تمام اعضاء کی تشکیل کی ابتداء بھی اسی دوسرے تاریک طبقہ میں شروع ہوتی ہے اصل میں بارآور بیضہ تخلیق کی ابتداء کا پہلا مرحلہ ہوتا ہے جبکہ خلیوں کی ابتدائی تقسیم اس کے

دوسرے مرحلے کی تشکیل کرتی ہے۔یعنی مختلف انسانی خصوصیات کا باہم مل کر یک جا ہونا' اس پہلے مرحلے میں قیام پذیر ہوتا ہے۔جبکہ مختلف اعضاء کے بنیادی ڈھانچے کی تشکیل دوسرے مرحلے میں شروع ہوتی ہے۔

تیسرا مرحلہ: یہاں ایک پوٹلی یعنی (Amniotic Sae) کے اردگرد ایک مخصوص مائع کی صورت میں پیدا ہو جاتی ہے، پھر ہمارے اعضاء اور دوسرا حیاتیاتی نظام اسی پوٹلی کے اندر ارتقاء کے مراحل طے کرتا ہے۔ یہ تیسرا تاریک مرحلہوتا ہے۔اس طرح انسان کی تشکیل کا سلسلہ ماں کے پیٹ میں تین مختلف طبقوں میں ایک تین جہتی کہانی بیان کرتا ہے۔ چنانچہ یہ آیات کریمہ ان تمام سائنسی حقائق کو ظاہر کرتی ہیں جن کی مدد سے ابھی حال ہی میں ایسی دریافتیں ہوئی ہیں جو بے حد صحیح انداز میں حیاتیاتی معجزے بیان کرتی نظر آتی ہیں۔اور پھر یہ آیت کریمہ ایک چیلنج کے ساتھ اختتام پذیر ہوتی ہے کہ ''تم کس طرح جھٹلا سکتے ہو''۔ یہ یقینی طور پر قرآن کی عظمت کی نشاندہی ہے کہ اس آیت نے ماں کے پیٹ میں انسان کی تشکیل کی ایک ایسی کہانی پندرہ صدیاں قبل اس طرح کھول کر بیان کر دی جب کہ اس وقت ارتقائی مرحلوں (Embryogenesis) کے متعلق کسی قسم کے حقائق موجود نہ تھے۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

کیا یہ سب حقائق انسان کے ایمان کی مضبوطی کیلئے کافی نہیں انسان کی پیدائش کتنا بڑا معجزہ ہے۔قرآن کیا ہے؟ بندے کو اس کی حقیقت اور اس کو دی گئی نعمتوں کے بارے میں معلومات کی بے مثال کتاب ہے۔کیوں نہ ہو۔اس کا بھیجنے والا اور ہم تک پہنچانے والا خود بے مثال ہے۔وہ ایک اللہ ہے جو ہمارا اور ہماری تمام ضروریات کا خالق ہے۔اسی لیے تو اس کو زبردست حکمتوں والا' خدائے واحد زورآور، زبردست گناہ بخشنے والا اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔اس لیے صرف اسی سے ہی مدد مانگنی چاہیے اور کوئی مدد کرنے والا نہیں۔ ہاں البتہ جو وسیلے اس نے بنا دیئے ہیں وہ اللہ کی مرضی کے مطابق آپس میں مدد ضرور کر سکتے ہیں مثلاً ماں باپ' بہن بھائی' رشتہ دار' عزیز و اقارب اور پوری انسانی برادری۔ہم سب کو اللہ نے حقوق العباد کی ڈوری میں پرو کر بقائے باہمی کا وسیلہ بنا دیا ہے۔اسی لیے علامہ اقبال رحمہ اللہ نے کہا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

کیسی دلچسپ داستان ہے انسان کی۔اللہ نے ہمیں اپنا نائب بنایا فرشتوں سے سجدہ کروایا' علم اور ارادہ دے دیا مگر یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی اور اسی مرنے کی پابندی اور جینے کی پابندی میں ہی انسان کی تخلیق کا راز پوشیدہ ہے۔ پتہ یہ چلتا ہے کہ ہم بے مقصد پیدا نہیں کیے گئے۔

مخلص عبادت گزار کیلئے جنت اور کافر کیلئے دوزخ

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۗ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ
لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٧﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ
اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿٨﴾ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ
سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ
وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۗ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٩﴾ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا ع 15
رَبَّكُمْ ۗ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۗ اِنَّمَا يُوَفَّى
الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿١٠﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿١١﴾
وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٢﴾ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿١٤﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۗ قُلْ اِنَّ
الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
الْمُبِيْنُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۗ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ
عِبَادَهٗ ۗ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿١٦﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ
لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۗ اُولٰۗىِٕكَ
الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۗ
اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ
مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿٢٠﴾

اگر ناشکری کروگے تو اللہ تم سے بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کیلئے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کروگے تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرے گا اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر تم کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔(7) اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو پکارتا اور اس

کی طرف دل سے رجوع کرتا ہے پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتا ہے تو جس کام کیلئے اس کو پہلے پکارتا ہے اس کو بھول جاتا ہے اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے تا کہ لوگوں کو اس کے راستے سے گمراہ کرے۔ کہہ دو کہ "اے کافرِ نعمت اپنی نا شکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے پھر تو تو دوزخیوں میں ہوگا۔(8) (بھلا مشرک اچھا ہے یا وہ) جو رات کے وقتوں میں زمین پر پیشانی رکھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا' آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں اور نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں۔(9) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب سے ڈرو۔ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کیلئے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے' جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔(10) کہہ دو کہ" مجھ کو ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اس کی بندگی کروں۔(11) اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ میں سب سے اول مسلمان بنوں۔(12) کہہ دو کہ اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔(13) کہہ دو کہ میں اپنے دین کو شرک سے خالص کر کے اس کی عبادت کرتا ہوں۔(14) تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو کہہ دو کہ نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا دیکھو یہی صریح نقصان ہے۔(15) ان کے اوپر تو آگ کے سائبان ہوں گے اور نیچے اس کے فرش ہوں گے (آگ کے) یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے تو اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔(16) اور جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کیلئے بشارت ہے تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو۔(17) جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔(18) بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم صادر ہو چکا' تو کیا تم ایسے دوزخی کو مخلصی (چھٹکارا) دے سکو گے؟(19) لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کیلئے اونچے اونچے محل ہیں جن کے اوپر بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ اللہ کا وعدہ ہے' اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔(20)

تشریح: جب ہم اپنی زندگیوں پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اپنے لیے ہی کرتے ہیں۔ اللہ تو ہماری عبادت ہماری نیکی اور ہماری نیتوں سے بالکل بے نیاز ہے اس کو کسی بھی بندے کی عبادت سے کوئی بھی فائدہ یا نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ میں نے تم لوگوں کو اپنی نگاہ میں رکھا ہوا ہے۔ کوئی بھی مخلوق میری نگاہ سے چھپی ہوئی نہیں اس لیے میں ظاہری اور باطنی سب طرح سے ہر ایک شخص کو اچھی طرح دیکھ رہا ہوں جو نیکی اختیار کرتے ہیں ان کو بڑے انصاف سے قیامت کے بعد ہمیشہ والی زندگی میں بہترین انعام واکرام دیئے جائیں گے اور جو ظاہری نیکی کرتے ہیں نیت صاف نہیں ہوتی یا جو کھلم کھلا کفر کرتے ہیں۔ تو ان کی بھی ہر حرکت اور نیت کو میں بہت ہی اچھی طرح جانتا ہوں تو ان کو بڑے انصاف کے ساتھ قیامت کے بعد ہمیشہ رہنے والی زندگی میں دردناک شدید قسم کا عذاب ضرور ہی دیا

جائے گا۔ یہ سب باتیں اس اللہ کی کہی ہوئی ہیں جو بڑا ہی عظیم اور بڑی ہی قدرتوں والا ہے۔ جو بھی اس میں شک کرے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور جو اللہ کی کہی ہوئی باتوں پر یقین کرے گا، اس سے ڈرے گا اور نیکی کی راہ اختیار کرے گا تو اس کا اپنا ہی فائدہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہر شخص اپنا محاسبہ کرے اپنے دن رات کے کاموں پر کڑی نظر رکھے ہر قدم پر اللہ کی رضا حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کرے کیونکہ اپنا کیا ہوا ہی صرف کام آئے گا۔ کوئی کسی کی مدد یا بچاؤ اللہ کے حکم کے بغیر نہ کر سکے گا یعنی نیک کیلئے انعام کا حکم اور بد کیلئے سزا کا حکم کوئی دوسرا تبدیل نہیں کر سکے گا۔ جو کمایا دنیا میں اسی کا بدلہ ملے گا۔ نہ کسی کی نیکیاں ضائع ہوں گی نہ کسی کی برائیاں ضائع ہوں گی ہر شخص اپنا اپنا بدلہ ضرور پائے گا۔ ''یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' (الزمر:20) کیا خوب وضاحت کی ہے شاعر نے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

(علامہ اقبال رحمہ اللہ)

نرم دل لوگ قرآن سے ہدایت حاصل کرتے ہیں

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا
مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي
الْاَلْبَابِ ۝٢١ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ ع 12/16
قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢٢ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا
مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ
اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ
هَادٍ ۝٢٣ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ
تَكْسِبُوْنَ ۝٢٤ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٢٥
فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝٢٦
وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝٢٧

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے، پھر اس کو زمین میں چشمے بنا کر جاری کرتا ہے پھر اس سے کھیتی اگاتا

ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تم اس کو دیکھتے ہو کہ زرد ہو گئی ہے پھر اسے چورا چورا کر دیتا ہے بیشک اس میں عقل والوں کیلئے نصیحت ہے۔(21) بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہو تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے؟ پس ان پر افسوس ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔(22) اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں یعنی کتاب جس کی آیات باہم ملتی جلتی ہیں اور دہرائی جاتی ہیں۔ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے رونگٹے اِن سے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہی اللہ کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔(23) بھلا جو شخص قیامت کے دن اپنے منہ سے برے عذاب کو روکتا ہے اور ظالموں سے کہا جائے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے اس کا مزہ چکھو۔(24) جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی تکذیب کی تھی (جھٹلایا تھا) تو ان پر عذاب ایسی جگہ سے آ گیا کہ ان کو خبر ہی نہ تھی۔(25) پھر ان کو اللہ نے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے کاش یہ سمجھ رکھتے۔(26) اور ہم نے لوگوں کو سمجھانے کیلئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کی ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔(27)

تشریح: جب ہم اللہ کہتے ہیں تو ہمیں اس سپر پاور کا خیال آتا ہے جس نے ہمارے لیے اس قدر ڈھیر ساری چیزیں بنا دی ہیں پانی جو زندگی کی انتہائی بڑی، ضروری اور اہم چیز ہے۔ وافر مقدار میں مفت ہی مفت اور انتہائی شاندار نظام کے ساتھ کھاری پانی بھاپ کے ذریعے پاک صاف اور میٹھا ہو کر دور دراز علاقوں تک بڑے مناسب وقت پر پہنچ جاتا ہے۔ برف، نہروں، چشموں، ندی، نالوں، دریاؤں، کنوؤں اور سمندروں کے ذریعہ کس قدر منظم طریقے سے ہر ہر جاندار کو ہر وقت بڑے مناسب طریقے سے ملتا چلا جاتا ہے۔ صرف یہ ایک نظام، پانی کی سپلائی کا دیکھ کر اس نظام کے بنانے والے اور چلانے والے کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ تو کیوں نہ اس کے شکریہ میں سجدے کیے جائیں۔ بس یہی وقت ہوتا ہے جب ایک شخص کا دل و دماغ توحید کی روشنی سے منور ہو جاتا ہے اور جب یہ نور دل و دماغ پر چھا جاتا ہے تو پھر انفرادی اور اجتماعی زندگی کچھ یوں ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص مضبوط ارادہ رکھتا ہے' قناعت اور بے نیازی اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ تنگ نظری' مایوسی' شکستہ دلی یعنی ڈپریشن بالکل ختم ہو جاتی ہے اور ایسے شخص میں تواضع' انکساری اور نفس کی پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یوں ایسا انسان ہر چیز میں اللہ کو تلاش کرنے لگتا ہے ہم نئے دور کے پروفیسر سولیوں کی بات کرنے میں کوئی برائی نہیں سمجھتے انہوں نے چوٹی کے سائنسدان کے افکار کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نئی دنیائے سائنس میں مذہبی نقطہ نظر بھی اتنی ہی محبت اور صداقت کا حامل ہے جتنا سائنسی نقطہ نظر، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس نئی سائنسی دنیا کے سب سے بڑے خالق آئن سٹائن کی نظر میں تو مذہبی فکر ہی سائنسی نقطہ نظر

اماخذ اور رہبر ہے''۔(از مطالعہ قرآن ص 167 مصنف میجر جنرل غلام محمد ملک)

زندگی کے کسی بھی شعبہ میں جب ایک معقول مردِ مومن نکلتا ہے تو وہ ہر میدان میں اللہ کی خاص مدد اور فضل و کرم اور ایمان کی روشنی میں عام انسانوں کی کثیر تعداد پر بھی بھاری ہوتا ہے۔تاریخ گواہ ہے۔محسن انسانیت ﷺ اپنے مٹھی بھر جانثاروں کے ساتھ ایک ایسا عظیم الشان انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ توحید کی ہی برکت،طاقت اور مدد ایسی ہے جو انقلاب کی ضمانت دے سکتی ہے۔تمام دنیا کے مسلمان رہنماؤں،لیڈروں اور جماعتوں کو اس وقت بلکہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں توحید کے زیر سایہ خود کو منظم کرنا چاہیے۔شعر پیش خدمت ہے:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

(مولانا محمد علی جوہر)

''نرم دلی مومن کی خاص صفت ہے۔حضرت مکحول رحمہ اللہ نے فرمایا کہ''لوگوں میں سب سے زیادہ نرم دل والا وہ شخص ہوتا ہے جس کے گناہ سب سے کم ہوں''۔مکحول رحمہ اللہ کے اس قول میں ایک عجیب روحانی و دینی ضابطے اور قانون کا ذکر ہے۔ وہ یہ کہ جس شخص کے گناہ جتنے کم ہوں گے وہ اتنا ہی نرم دل ہو گا۔ثابت ہو گیا کہ گناہوں کی کثرت قساوتِ قلب (دل کی سختی) کا سبب بنتی ہے۔(از گلستانِ قناعت۔محمد موسیٰ روحانی بازی)

یہ تمام باتیں جو بیان کی گئی ہیں انسان کیلئے بے حد ضروری ہیں اسی لیے اس موضوع پر قرآن پاک میں بار بار پُرزور انداز میں لوگوں کو سمجھایا گیا ہے۔اور بے شمار مثالیں دے دے کر سمجھایا گیا ہے۔جیسا کہ آیت 27 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کیلئے ہر چیز کی مثال بیان کی تا کہ وہ دھیان کریں''۔(الزمر)

قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾

اور ہم نے دیا ہے(انہیں) قرآن جو عربی زبان میں ہے جس میں ذرا کجی نہیں تا کہ وہ اللہ سے ڈریں۔(28)

تشریح: پچھلی آیات میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن پاک میں انسان،اس کی زندگی،زندگی گزارنے کے اصول اور پوری کائنات کے بارے میں بڑی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے تا کہ بندے کو مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اسی لیے پیغمبر کی زبان کے مطابق آسمانی کتاب نازل ہوتی ہے۔کیونکہ آپ ﷺ عرب میں پیدا ہوئے پلے بڑھے اور عرب ہی آپ کے اردگرد رہتے تھے۔ظاہر ہے مادری زبان کو سمجھنا بے حد آسان ہوتا ہے۔پھر یوں سمجھ لیجئے کہ یہ قرآن کی ہی برکت

ہے کہ عربی زبان 15 صدیاں گزر جانے کے بعد بھی تبدیل نہیں ہوئی جبکہ یہ اصولی بات ہے کہ ہر زبان وقت کے ساتھ ساتھ اس قدر بدل جاتی ہے کہ اس کی گرامر، تشبیہات، تمثیلیں، محاورے بلکہ الفاظ کی شکل لہجہ اور معنی تک تبدیل ہو جاتے ہیں اور پانچ سو سال میں تو وہ یا معدوم ہو جاتی ہے یا بالکل نا قابل فہم ہو جاتی ہے۔ مگر سبحان اللہ قرآن کی زبان، عبارت اور لہجہ میں معمولی سا فرق بھی نہیں آیا اور یہ ایک معجزہ سے کم نہیں۔ ہم بڑے دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان نہ صرف فصاحت، بلاغت، ترنم اور جامعیت کے لحاظ سے بے مثال ہے بلکہ یہ ایک غیر متبدل (نہ بدلنے والا) ہونے کی خاصیت بھی رکھتی ہے۔ اس کی مثال موجودہ نشر و اشاعت کے ادارے بھی ہیں۔ وہی معیاری زبان ریڈیو، ٹی وی اور رسائل و کتب میں استعمال کی جاتی ہے جس کی بنیاد 14 سو سال پہلے موجود تھی۔ لوکل لینگوئج میں کچھ تبدیلی ہو تو ہو سٹینڈرڈ زبان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ یہ ایک خالص ترین زبان ہے، لہٰذا عربی زبان سے محبت کرنی چاہیے کیونکہ

1 نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی زبان عربی ہے۔

2 قرآن عربی میں ہے۔

3 جنتیوں کی زبان عربی ہوگی۔

تو یہ سب باتیں ہیں قرآن کے عربی زبان میں نازل ہونے کی وجہ، عرب لوگ زبان کے بارے میں بڑے محتاط ہوتے تھے اور بعثت سے پہلے عرب میں شعر و شاعری کی بڑی زبردست محفلیں منعقد ہوتی تھیں اس زمانے میں جب آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور قرآن پاک کا نزول ہو چکا تو عام رواج کے مطابق سورہ کوثر خانہ کعبہ کے دروازے پر لکھ کر لگا دی گئی۔ لبید بن ربیعہ جو کہ اس وقت ملک الشعراء کہلاتا تھا۔ اپنا کلام لے کر گیا کہ خانہ کعبہ کے دروازے پر لگاؤں جب اس نے سورۂ کوثر پڑھی تو کلام کی عظمت، بھیجنے والے کی عظمت اور لانے والے کی عظمت اس کے دل و دماغ پر یوں چھا گئی کہ سجدے میں گر پڑا اور ایمان لے آیا۔ قرآن کی جامعیت کی یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا بھی قرآنی آیات کا ہی معجزہ تھا۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ عربی زبان سیکھنے کی پوری پوری کوشش کرے کیونکہ غیر عربی لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے علماء دین، فقہاء، محدثین اور بے شمار مترجمین کا بندوبست کر رکھا ہے، تاکہ کلام پاک کو غیر عربی لوگ بھی سمجھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔ جب انسان سمجھے گا تو پھر اللہ سے ڈر کر صاف ستھری زندگی گزارنے کا اہتمام کرے گا۔ اللہ ہمیں قرآن پڑھنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔ کیونکہ اللہ کا مقصد تو صرف ہمیں آخرت کے عذاب سے بچانا ہے۔ اس کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں۔ اس کی عبادت سے تو صرف ہمارا اپنا ہی بھلا ہوگا۔

مومن اور کافر کی مثال

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ ع 10 / 17

اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص ہے جس میں کئی آدمی شریک ہیں مختلف مزاج اور بدفطرت اور ایک آدمی ایک خاص شخص کا غلام ہے بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ نہیں! سب خوبی اللہ ہی کیلئے ہے مگر اکثر لوگ ان میں سمجھ نہیں رکھتے۔(29) (اے پیغمبر! ﷺ) بے شک تم بھی اور یہ بھی مرجائیں گے۔(30) پھر البتہ قیامت کے دن تم سب اللہ کے سامنے جھگڑو گے۔(31)

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی بات کو بڑے آسان اور عام فہم الفاظ میں یوں بیان کر دیا ہے کہ اگر کوئی جاہل سے جاہل بندہ بھی اس پر غور کرے گا تو توحید کے نور سے منور ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ کتنی پیاری مثال ہے سب سے پہلے یہ یقین کر لیں کہ ہم اللہ کے "عبد" یعنی غلام ہیں۔ ہم اپنے آپ کو اس غلامی سے ہرگز آزاد نہیں رکھ سکتے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا آقا انتہائی مہربان، بہت قریب، مشفق، رہنمائی کر کے مشکلات سے بچانے والا اور ماں کی شفقت اور محبت سے کئی گنا زیادہ ہم سے محبت کرنے والا ہے۔ ہماری دعاؤں کو قبول کرنا۔ تکلیفیں دور کرنا، اونچ نیچ سے آگاہ کرنا ہماری تکلیفیں دور کرنا۔ تکلیفیں دینا کہ کہیں ہم راہ سے نہ بھٹک جائیں۔ لاپرواہ نہ ہو جائیں پھر سمجھانے کیلئے زیادہ سے زیادہ موقعے فراہم کرنا۔ توبہ کرنے پر معاف کر دینا۔ یہ ہیں صفات ہمارے آقا کی۔ یہ تو تھوڑی سی صفات ہیں۔ تو کیا ایسا ایک آقا اچھا ہے یا کہ کوئی ظالم یا بہت سے آقا اچھے ہیں؟ کہ کوئی ایک حکم دے اور کوئی دوسرا حکم دے اور بندہ درمیان میں پاگل ہو کر رہ جائے۔ اور اس کی زندگی اجیرن ہو جائے کہ کس کو خوش کرے اور کس کو خوش نہ کرے۔ چھوٹا سا بچہ بھی اس فرق کو سمجھ سکتا ہے کہ ایک اور مشفق آقا ہی بہترین ہے اور وہ ہے "اللہ"۔ جو اس بات کو سمجھ سکتے ہیں وہ ہیں مومن اور مسلم مگر جو اس بات کو نہیں سمجھ سکتے اور بہت سے آقاؤں کو مانتے ہیں تو وہ ہیں مشرک' کافر اور غیر مسلم۔ آخر میں یہ بات سمجھا دی گئی ہے کہ اللہ کے نظام کے مطابق ہر شخص' پیغمبر ہو رسول' نبی' عالم فاضل' ڈاکٹر' سائنسدان' کافر یا مسلمان سب نے ضرور مر جانا ہے۔ قیامت کے بعد میدان حشر ضرور قائم ہوگا۔ جہاں تمام لوگ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ وہاں مومن تو بے فکر اور سکون میں ہوں گے مگر مشرک لوگ اپنے خود بنائے ہوئے آقاؤں سے جھگڑا کریں گے۔ "وہ کہیں گے کہ تم نے ہمیں غلط راہ پر ڈالا" جب کہ ان کے غلط رہنما اور جھوٹے خدا کہیں گے کہ "ہم نے تو جو کیا سو کیا تم نے عقل سے کام کیوں نہ لیا۔ جاؤ ہم تمہیں نہ جانتے ہیں نہ پہچانتے ہیں۔ ہمارا تمہارے ساتھ کوئی واسطہ نہیں"۔

فَمَنْ اَظْلَمُ

سچوں اور جھوٹوں کے احوال

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ
اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ
مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ
اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ
اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ
الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ
يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ
فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع ۴

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچی بات جب اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلائے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے؟۔(32) اور جو شخص سچی بات لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ متقی ہیں۔(33) وہ جو چاہیں گے ان کے لیے ان کے رب کے پاس موجود ہے، نیکوکاروں کا یہی بدلہ ہے۔(34) تا کہ اللہ ان سے ان برائیوں کو جو انہوں نے کیں دور کر دے اور نیک کاموں کا جو وہ کرتے رہے بدلہ دے۔(35) کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں؟ اور یہ تم کو ان لوگوں سے جو اس کے سوا ہیں یعنی غیر اللہ سے ڈراتے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔(36) اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ غالب (اور) بدلہ لینے والا نہیں ہے؟۔(37) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیے؟ تو کہہ دیں گے: اللہ نے۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے۔ بھروسہ رکھنے والے اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔(38) کہہ دو کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ، میں اپنی جگہ عمل کئے جاتا ہوں عنقریب تم کو معلوم ہو جائے

گا۔(39) کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔(40) ہم نے آپ پر کتاب لوگوں کی ہدایت کیلئے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو جو شخص ہدایت پاتا ہے وہ اپنے بھلے کیلئے ہی ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور اے پیغمبر! آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔(41)

تشریح: ان آیات کو پڑھنے کے بعد بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ مومن کی شان بہت بلند ہے اس کا رتبہ بڑا اونچا ہے اور اس پہ زندگی پُروقار اور آخرت کی زندگی پُرآسائش، آرام دہ، بہترین اور ہمیشہ رہنے والی ہوگی ایسا کیوں نہ ہو کہ جب مومن کا آقا بہترین ہے جو مالکِ کون و مکان، واحدہ لاشریک، سب پر غالب، مالک یوم الدین، بہترین انصاف کرنے والا، شاندار عالی مرتبہ، غفور و رحیم، نعمتیں اور برکتیں دینے والا اور جنت و دوزخ کا مالک تو بھلا اس قدر علیم و خبیر اپنے بندوں کو کبھی اکیلا چھوڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ اللہ سے منکر ہونے والوں کی یہ دنیا بھی خراب اور آخرت کی دنیا تو بہت ہی خراب ہوگی کیونکہ ان کو جن پر بھروسہ ہے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ تو خود مجبور، بے بس، لاچار، محتاج اور اللہ کے پیدا کردہ ہیں۔ وہ بھلا کیا کسی کی مدد کریں گے؟ اسی لیے تو ان کے لیے اور ان کو پوجنے والوں کیلئے دنیا بھی خراب اور آخرت تو بہت ہی خراب ہوگی۔

جب مسلمان اللہ پر پورا یقین رکھ کر زندگیاں گزارتے ہیں تو ان کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا ان کو ہر وقت ہر صورت صرف اور صرف اپنے پیدا کرنے والے بہترین خالق و مالک پر پورا بھروسہ ہوتا ہے اور وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ نیک راہوں پر بے خوف ہو کر چلتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں ڈالے جانے کے وقت کہا (حسبنا اللہ و نعم الوکیل) : میرے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے"۔ غزوہ بدر میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی کہا۔ دونوں دفعہ اللہ نے اپنی خاص مدد بھیجی اور ان کو کامیاب کیا۔ سو ثابت ہو گیا کہ زندگی میں اور زندگی کے بعد مومن کا سب سے بڑا ہتھیار "لا الہ الا اللہ" ہے۔

حیات بعد الموت کی دلیل

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

''اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور جو مرے نہیں ان کی روحیں سوتے میں قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقرر تک چھوڑ دیتا ہے، جو لوگ فکر کرتے ہیں ان کیلئے اس میں نشانیاں ہیں۔(42) کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنالیے ہیں کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہی ہوں؟۔(43) کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔(44) اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تو ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو خوش ہو جاتے ہیں''۔(45)

تشریح: طبی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو نیند کا نظام جو اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے بلکہ تمام جانداروں کیلئے بنا رکھا ہے یہ جسم کیلئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح ہوا، خوارک، پانی اور روشنی جانداروں کی بقا کیلئے ضروری ہے۔ نیند کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا جا چکا ہے اب مختصراً عرض یہ ہے کہ جسم کے تمام اعضاء کو کچھ دیر کیلئے اس قدر سکون چاہیے ہوتا ہے کہ جس قدر سکون موت میں مل جاتا ہے۔ کیونکہ نیند میں روح کافی حد تک جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ مگر اس کا رابطہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور معجزانہ نظام سے یوں رکھتا ہے کہ جونہی جسمانی اعضاء کی تھکن دور ہو جاتی ہے، روح دوبارہ جانداروں کو چاک و چوبند کر کے اٹھا کھڑا کرتی ہے۔ ہاں جن کی موت کا وقتِ مقرر آ چکا ہوتا ہے تو ان کی روحوں کا رابطہ جسم سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کیونکہ یہ ہمارے لیے معمول کی بات ہے اس لیے عجیب نہیں لگتی ورنہ غور کرنے سے اللہ کی شان یاد آتی ہے۔ اللہ کی بہت بڑی بڑی حکمتوں میں سے یہ نیند بھی ایک لاجواب حکمت ہے۔ نیند بے شک موت کے قریب ہوتی ہے اسی لیے مثل مشہور ہے۔ ''ستا مویا اک برابر''۔ یعنی سویا ہوا اور مرا ہوا ایک برابر ہوتا ہے۔ حسیات کے لحاظ سے جسم بالکل ساکت ہو جاتا ہے مگر دل دماغ کچھ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ یہ اور اسی طرح کی بے شمار مثالیں ان کے سامنے دن رات وجود میں آتی رہتی ہیں۔ مگر یہ مشرک و کافر عقل کے اندھے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کو فرماتے ہیں کہ آپؐ کوشش کرتے چلے جاؤ۔ مسلسل ان کو اللہ کی حکمتوں، اختیارات اور بادشاہت کے بارے میں بتاتے چلے جاؤ۔ اور یہ بھی دہراتے جاؤ کہ اللہ ایک ہے اور مرنے کے بعد اس کے پاس ضرور جانا ہے۔ آپ پرواہ نہ کریں کیونکہ ان لوگوں کی ذہنیت ہم خوب جانتے ہیں۔

اللہ کی کچھ اور قدرتیں

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۞ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ فَاِذَا

مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ
بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ
مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۤءِ
سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ ع

کہو کہ اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے' پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔(46) اور اگر ظالموں کے پاس سب مال متاع ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر اور ہو تو قیامت کے روز برے عذاب سے بچنے کیلئے بدلہ میں دیدیں اور ان پر اللہ کی طرف سے وہ امر ظاہر ہو جائے گا جس کا ان کو خیال بھی نہ تھا۔(47) اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا۔(48) جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے پھر جب ہم اپنی طرف سے اس کو نعمتیں بخشتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم اور دانش کی وجہ سے ملی ہیں۔ نہیں بلکہ وہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔(49) جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی یہی کہا کرتے تھے، تو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔(50) ان پر ان کے اعمال کے وبال پڑ گئے اور جو لوگ ان میں سے ظلم کرتے رہے ان پر ان کے عملوں کے وبال عنقریب پڑیں گے اور اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔(51) کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ہی جس کیلئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔(52)

تشریح: یہ باتیں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول کی زبان سے بار بار لوگوں کو سناتا ہے اور قرآن کے ذریعہ سے بار بار ہماری آنکھوں کے سامنے لاتا ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے قدرت والا ہے۔ اس کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا یہ کوئی غلط یا انہونی بات نہیں کیونکہ ہم خود اور ہمارے چاروں طرف پھیلی ہوئی یہ پوری کائنات ہمیں یہ بتا رہی ہے کہ اس کو بنانے والا ایک ہی ہے ورنہ یہ نظم و ضبط جو کائنات کے کارخانے میں موجود ہے کبھی ایک سانس نہ رہتا۔ وہ کیونکہ عالم الغیب ہے اور رحمن و رحیم ہے اس لیے بار بار بتا رہا ہے کہ نیکی کی راہیں اختیار کرو، شیطان کو دوست مت بناؤ کیونکہ نیکی کا راستہ جنت کو اور شیطان کا راستہ دوزخ کو جاتا ہے۔ یہ پکی بات ہے کہ قیامت آئے گی، حساب کتاب ہوگا تو پھر بھی انسان لاپرواہی اور سستی میں دن رات گزار رہا ہے۔ یعنی احمق ہے انسان کہ اتنے بڑے مالک کی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اس کی مثال ہم یوں دے سکتے ہیں کہ بیماری کی حالت میں ڈاکٹر ہمیں صحت کی بحالی کیلئے کچھ چیزوں کے کھانے سے اور کاموں کے کرنے سے کچھ دنوں کے لیے منع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر صحت کی بحالی چاہتے ہو اور تندرست ہونے کے بعد سب کچھ ہمیشہ کھانا اور ہر کام ہمیشہ کرنا چاہتے ہو تو پھر چند دن،

ہفتے یا مہینے احتیاط سے یہ کھاؤ یہ نہ کھاؤ، یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ہم اس کی نصیحت پر عمل کرتے ہیں اور ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ہم ڈاکٹر کی بات کو اہمیت دیتے ہیں مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس ربِ اعلیٰ کی بات پر دھیان نہیں دیتے اور ہر اس کام کی طرف لپکتے ہیں جو آخرت میں عذاب کا باعث ہوگا۔ہم اس رزق کیلئے دن رات جائز و ناجائز راستے اختیار کرتے رہتے ہیں جس کا ذمہ خود اللہ نے لے رکھا ہے۔پیدا کرنا اور رزق دینا یہ تو اللہ رب العزت کا ہی کام ہے۔ہاں اس کی بتائی ہوئی راہوں پر چل کر انتہائی احتیاط، خلوص اور محنت سے ہر کام کرنا ہر شخص کا فرض ہے مگر ضروری ہے کہ اپنی سوچ میں سب سے اول یہ سوچ رکھے کہ یہ جہان فانی ہے یہاں سے سوائے اعمال کے کچھ بھی ساتھ نہ جائے گا۔بیوی، بچے، مال اسباب سب یہاں ہی رہ جائے گا صرف نماز، روزہ، اعمالِ صالحہ، نیک نیتی، خلوص محبت اور ایمان کامل اللہ پر رسول پر اور آخرت پر ہماری نجات کا باعث بنیں گے۔یہ بات سمجھنے کیلئے ایک چھوٹی سی مثال دیتی ہوں۔ہمیں کوئی شخص جھوٹ موٹ کہہ دیتا ہے کہ دیکھو دیکھو تمہارے اوپر بچھو یا کیڑا چڑھ رہا ہے''۔تو آپ بتائیں کہ آپ کس خوف اور پریشانی میں اٹھ کر کپڑے جھاڑنے لگتے ہیں؟ تو کیا اللہ و رسول کی یہ اطلاع یا وارننگ آپ کے اندر کوئی خوف پیدا نہیں کرتی؟ بیشک یہ دنیا طرح طرح کی خواہشات سے بھری پڑی ہے مگر ہماری نجات اور ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ ہم اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر جائز خواہشات کو اللہ کے مقرر کردہ قانون کے اندر رہ کر پورا کریں تاکہ دنیا بھی کمائیں اور آخرت بھی کمائیں۔کیوں نہ بہترین چیز کیلئے بدترین چیز کو چھوڑ دیا جائے۔انسانی نفس کے تین درجات ہیں۔نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔نفس مطمئنہ مومنین کی میراث ہے کیونکہ یہ لوگ بڑی آسانی سے خود کو شیطان سے بچا کر جنت کی راہ پر چل سکتے ہے۔یہ بات اتنی ہی حقیقت پر مبنی ہے یعنی اتنی ہی سچ ہے جتنی کہ آپ خود کو کچھ دیر کیلئے سورج کی تیز دھوپ میں کھڑا رکھیں یا ابلتا ہوا پانی اپنے اوپر ڈال لیں۔اگر یہ مشکل ہے تو جہنم کی آگ کس طرح برداشت ہوگی۔جس کا ذکر قرآن پاک میں بے شمار دفعہ آچکا ہے۔اور یہ بالکل سچ ہے، قرآن پاک میں اس طرح کی بے شمار آیات موجود ہیں مثلاً ''اور یہ کہ انسان کیلئے کچھ نہیں مگر وہ جس کی اس نے کوشش کی''۔(سورۃ النجم آیت 39)

عذاب اور ثواب کے صاف صاف احکامات

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ

الْمُتَّقِيْنَ ۞ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۞ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۞ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞

''اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کی بخشش دیتا ہے اور وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔(53) اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ واقع ہو اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ پھر تم کو مدد نہیں ملے گی۔(54) اور اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس بہترین کتاب کی جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے پیروی کرو۔(55) کبھی کوئی شخص کہنے لگے: ہائے افسوس! اس پر کہ میں اللہ کے حق میں کوتاہی کرتا رہا اور میں تو ہنستا ہی رہا۔(56) یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔(57) یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے دنیا میں ایک دفعہ پھر جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔(58) اللہ فرمائے گا۔ کیوں نہیں تیرے پاس میرے حکم پہنچ چکے تھے۔ پھر تو نے ان کو جھٹلایا' غرور کیا اور تو منکروں میں سے تھا۔(59) اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہو رہے ہوں گے کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟۔(60) اور جو پرہیزگار ہیں ان کی سعادت اور کامیابی کے سبب اللہ ان کو نجات دے گا۔ نہ تو ان کو کوئی سختی پہنچے گی اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔(61)

تشریح: ان آیات میں پھر یہی اعلان کیا گیا ہے کہ اللہ غفور و رحیم ہے۔ جب بھی تمہارے دلوں کو اللہ کا پیغام بھا جائے تو اس کی طرف چل پڑو یہ نہ سوچو کہ او ہو تمام عمر تو کفر میں گزر گئی اب کیا ہوگا۔ اس مقام پر چند خاص باتیں اچھی طرح یاد رکھیں۔

1۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہے توبہ کی شرائط پوری کرتے ہوئے توبہ کرو۔

2۔ موت سے پہلے توبہ کرو کیونکہ موت کے وقت توبہ قبول نہ ہوگی۔

3۔ قیامت کے دن یہ حیلہ ہرگز قبول نہ ہوگا کہ ہمیں تو معلوم ہی نہ ہوا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی ﷺ تک برابر نبی اور پیغمبر لوگوں کی ہدایت کیلئے مسلسل آتے رہے ہیں۔

4۔ جو نیک کام کرنا ہے فوراً کرو کیونکہ موت اور قیامت یکدم آ جائے گی جیسا حدیث میں ہے کہ جو شخص مر گیا اس کے لیے قیامت آ گئی (مشکوۃ) زندگی کے ہر سانس کو مہلت سمجھو اور سدھر جاؤ۔

5۔ قیامت کے بعد پچھتاوا کسی کام نہ آئے گا۔

6۔ عذاب کو دیکھ کر دوبارہ دنیا میں آ کر نیکی اختیار کرنے کی خواہش بالکل بے کار ہوگی۔ کیونکہ یہاں کی زندگی بس

ایک ہی دفعہ ہوگی۔

7۔ اللہ کو جھٹلانے والے بڑے سخت عذاب میں ڈالے جائیں گے۔

8۔ یاد رکھو اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے کیونکہ ہر چیز اسی نے پیدا کی ہے۔

9۔ نیک لوگ انتہائی سکون میں ہوں گے۔

10۔ کفر و شرک سے اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا مگر کفر و شرک کرنے والے کا سو فیصد اپنا ہی نقصان ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ جیسے موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں ایسے ہی قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں اس لیے موت اور قیامت کو ہر وقت یاد رکھو گناہوں سے خود بخود ہی نجات مل جائے گی۔ موت کو تو ہم ہر وقت اپنی آنکھوں سے دن رات دیکھتے رہتے ہیں۔ اصل میں مرنے والے کی قیامت تو موت کے وقت ہی آ جاتی ہے۔ رہ گئی پوری دنیا کی قیامت جس کو ہم بڑی اور فیصلہ کن قیامت کہتے ہیں۔ قرآن پاک نے تو اس کی تصدیق صدیاں پہلے کر دی ہوئی ہے۔ مگر اب تو غیر مسلم تمام سائنسدان بھی اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ ایک دن سورج ٹھنڈا اور بے نور ہو جائے گا سیارے ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور دنیا تباہ ہو جائے گی۔ اس سے آگے تمام سائنسدان جتنا مرضی زور لگا لیں وقت کا تعین ہرگز نہیں کر سکتے ان کو تو اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا کہ باہر کام سے نکلے ہیں اچھے بھلے تو واپس زندہ آئیں گے یا نہیں۔ قیامت کے وقت کا وہ کیا بتائیں گے۔ اسی طرح دوبارہ زندہ ہونا بھی ان کیلئے خاصہ مشکل مسئلہ بنا ہوا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اللہ نے کہہ دیا، رسول ﷺ نے تصدیق کر دی اور اولیاء کرام نے بھی تصدیق کر دی اور کسی حد تک جدید سائنس نے بھی کچھ تجربات کی روشنی میں مان لیا ہے (تفصیل گزر چکی ہے) تو پھر اللہ کے اس فرمان پر شک کرنا سوائے جہالت اور نقصان اٹھانے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ عقل مند اور سچا مومن وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اس پیشگی اطلاع پر ایمان لے آئے اور اس آنے والے اور ہمیشہ رہنے والے جہان کی تیاری پوری طرح اس زندگی میں کر لے۔ اس وقفہ سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اور دنیا و آخرت کما لے۔ یہی سچے مومن کی نشانی ہوتی ہے کہ وہ مضبوط عقیدہ کی وجہ سے اللہ کی کہی ہوئی بات دوزخ و جنت کا بیان کیا ہوا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے اور دل میں اتر جاتا ہے پھر کون ہے جو جنت کی تمنا نہ کرے اور دوزخ کی راہوں پر چل نکلے لہذا ہم دعا گو ہیں کہ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

شرک کی نحوست تمام اعمال کی بربادی

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا

الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

''اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے۔(62) اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔(63) کہہ دو کہ اے نادانو! تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی کی پرستش کروں۔(64) اور اے محمد ﷺ تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں یہی وحی بھیجی گئی ہے'' کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تم نقصان اٹھانے والوں میں ہو جاؤ گے۔(65) بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں ہو جاؤ۔''(66)

تشریح: ان آیات میں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کی گئی ہے کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے اور اسی کے اختیار میں آسمانوں زمین کی کنجیاں ہیں۔ اس کے نبی ﷺ کی زبان اطہر سے مشرکین کو مخاطب کر کے یہ اعلان فرمایا ہے کہ تم لوگ مجھے غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتے ہو حالانکہ میری طرف سے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کی طرف یہی وحی آئی ہے کہ جو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا اس کے تمام اعمال برباد کر دے جائیں گے۔

مشرک اللہ کی قدر نہیں پہچانتے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۚ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۚ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۷

اور انہوں نے اللہ کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔(67) اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے' پھر دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔(68) اور زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی اور اعمال کی کتاب کھول کر رکھ دی جائے گی' پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی۔(69) اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔(70)

تشریح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی مذمت وشناعت کے بعد مشرکین کے مرض کا سبب بتایا جارہا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی شان بالکل نہیں پہچانی۔ اگر یہ اللہ کے قدر شناس ہوتے تو کبھی اس کے ساتھ شرک نہ کرتے۔ حالانکہ ارض وسماء کی تخلیق اسی نے کی اور تباہی بھی اسی کی طرف سے ہوگی، جس وقت صور پھونکا جائے گا تو سب بے ہوش ہوکر گر پڑیں گے اور پھر جب دوبارہ پھونکا جائے گا تو سب اٹھ کھڑے ہونگے۔ زمین اللہ کے نور سے چمک اٹھے گی، دفتر کھولا جائے گا، نبیوں اور دیگر گواہوں کی طلبی ہوگی اور لوگوں کے درمیان بالکل انصاف کیساتھ فیصلہ کردیا جائے گا۔

نیکوں اور بدکاروں کا اخروی انجام

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ
خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ
هٰذَا ۚ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ
حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا
خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ
حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾

اور کافروں کو گروہ گروہ بنا کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں، مگر کفار کے حق میں عذاب کا حکم ثابت ہو چکا تھا۔ (71) کہا جائے گا کہ "دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اس میں رہو گے" تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔ (72) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جایا جائے گا یہاں تک کہ جب اس کے پاس جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو اس کے داروغے ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو بہت اچھے رہے، اب اس میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ۔ (73) وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں رہیں۔ تو اچھے عمل کرنے والوں کا بدلہ بھی کیسا خوب ہے۔ (74) تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا باندھے ہوئے ہیں اور اپنے رب

کی تعریف کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزا وار ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔(75)

تشریح: جب ہم یہ آیات پڑھتے ہیں اگر ہمارے اندر توحید کی سچائی اور توحید کا نور موجود ہو تو واقعی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔ کتنا عظیم دربار ہوگا اور کتنا عظیم جج ہوگا یہ صرف ہم قرآنی آیات کے کھینچے ہوئے نقشہ کو تصور کی آنکھ سے اور روح کی پاکیزگی سے ہی دیکھ سکتے ہیں۔ گناہگار خوف وہراس سے پریشان ہوں گے اور جب جہنم کا دروازہ کھولا جائے گا تو کیا حال ہوگا؟ کوئی سفارش، کوئی مال، کوئی اولاد، کوئی بادشاہ، کوئی وزیر اور کوئی بڑے سے بڑا الیڈر عذاب سے بچا نہ سکے گا۔ بڑے انصاف سے سزا دی جائے گی۔ بے انصافی کرنا تو صرف بندوں کا کام ہے رب العزت کا کام نہیں۔ پھر ساتھ ہی اس جنت کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے جو نیک' متقی' پرہیز گار' پکے سچے مومنین کیلئے تیار کی گئی ہے۔ کیا خوب جگہ ہوگی جنت کی! پھر دوزخ اور جنت دونوں جگہ مختلف طبقات ہوں گے جو اچھائی اور برائی کے معیار کے مطابق دیئے جائیں گے۔ بس یہی بات ہے جس کیلئے پورا قرآن پاک بار بار ہر طرح سے لوگوں کو ہدایات دیتا ہے کہ دوزخ سے بچ سکیں ورنہ ہماری عبادت ہماری نیکی یا ہماری پرہیز گاری سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جب مسلمان قرآن پاک کو ہاتھ میں لیتا ہے تو اس کو توحید کا سبق ملتا ہے"سب طرح کی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کی مخلوقات کو پالنے والا ہے"۔(الفاتحہ آیت:2) پھر اگلی سورت کی ابتداء یوں ہوتی ہے"اس کتاب میں کوئی شک نہیں پرہیز گاروں کو راہ دکھانے والی ہے"۔(البقرہ آیت:2) پھر آتا ہے"اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا' یہی تمہارا بچاؤ ہے۔" (البقرہ آیت:2) پھر پورا قرآن زندگی گزارنے کے ہر ہر پہلو پر ہدایات سے بھرا پڑا ہے اور اب بچاؤ اور سزا کے لیے مندرجہ بالا آیات بیان کی گئی ہیں۔ ان کو ہر کوئی پڑھتا ہے یعنی مسلمان کی نظر سے گزرتا ہے۔ غیر عربی تو خیر بس پڑھ جاتا ہے مگر عربی سمجھنے والے بھی کوئی کوئی نفسِ مضمون پر غور کرتے ہیں، کوئی ویسے ہی پڑھ جاتے ہیں۔ لیکن وہ کونسا جذبہ تھا کہ کفر شرک میں ڈوبی ہوئی قوم اپنی راہ بدلنے پر تیار ہوگئی۔ آج کل کے مسلمان کیوں کمزور ہو رہے ہیں؟ عہد اسلام سے پہلے جزیرہ نما عرب کے بہت سے مشرقی علاقے سلطنتِ ایران کے اقتدار میں تھے اور چند شمالی علاقوں پر بازنطینی سلطنت کا قبضہ تھا۔ جنوب (یمن) میں یہود اور عیسائی برسرِ اقتدار تھے البتہ وسطی عرب میں بدو قبیلے کشت وخون' زنا کاری' شراب اور بدکاریوں میں مصروف تھے۔ حضرت عبدالمطلب قریش کے امیر تھے آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ نے 568ء میں حضرت آمنہ سے شادی کی۔ 571ء حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے۔ 611ء میں آپ کو 40 سال کی عمر میں نبوت ملی۔ اعلان رسالت پر اہل قریش آپ ﷺ کی جان کے دشمن ہو گئے۔ 622ء میں آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے بڑے تھوڑے عرصہ میں اپنے آپ کو منوالیا۔ تاریخ اس کی گواہ ہے کہ کس طرح امت مسلمہ نے متحد ہو کر دنیا کو اپنے زیر کر لیا۔ مگر

جوں جوں اپنی اصل سے دوری اختیار کی مسلمان کمزور ہوتے چلے گئے۔ عروج وزوال کا زمانہ چلتا رہا اور اب ہم موجودہ دور کے مسلمان دوطرح کے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ مغربی فکر اور مغربی سیاست۔ یہی دونوں خطرات اس دور میں بھی ملتے ہیں جب مسلمانوں پر سب سے پہلے یونانی فکر کا حملہ ہوا تھا۔ پھر بغداد کی تباہی' سپین کی تباہی یہ سیاسی واقعات ہیں۔ اس سے پہلے بغداد میں عباسیوں کے دور میں یونانی فکر کا حملہ ہوا تھا۔ اس وقت کچھ مسلمان تو ان کی فکر یعنی سوچ سے بالکل اتفاق کر گئے اور کچھ مسلمانوں نے ان کی طرز فکر سے بالکل ہی انکار کر دیا۔ یہی حال آج کے مسلمانوں کا ہے۔ جو عقل سے کام لیتے ہیں اور غور وفکر کرتے ہیں ان کو توحید وایمان کی روشنی ملتی رہتی ہے۔ اگر ہم اپنی فکر کا رخ ٹھیک رکھیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آجائے گی کہ مسلمانوں کے زوال کے بعد ہر دفعہ اسلام ہی نے مسلمانوں کو نئی زندگی عطا کی نہ کہ مسلمانوں نے اسلام کو زندہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک ہی نجات' ترقی' سکون اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔ دنیا میں سکون اور آخرت میں دوزخ سے دوری اور جنت میں مقام اس قرآن حکیم کی ہی برکت سے ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم لوگوں کیلئے سب امتوں سے بہتر ہو کہ نیکی کا حکم دیتے ہو' برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو'۔ (آل عمران آیت:110)

''اے اللہ تیرے ہی نام پر مجھے مرنا اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے''۔ (بخاری ومسلم)

خلاصہ سورت الزمر

قرآن پاک کو غور سے پڑھنے اور سمجھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب واقعی ایک ایسی ہی کتاب ہے کہ جس پر ہرگز شک وشبہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ پڑھنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ واقعی یہ ہمارے لیے بہترین گائیڈ اور روڈ میپ اور راہ نما ہے کیونکہ اس میں ایسے رہنما اصول ملتے ہیں جو ہماری زندگیوں کو سنوار دیتے ہیں ہمارے اندر تقویٰ پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہم دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہو جاتے ہیں۔ جب ہم دنیا میں نیکی' خلوص' محبت اور ایمان ویقین کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لیتے ہیں تو پھر دنیا میں کسی قسم کی ناکامی ہمیں رنجیدہ نہیں کر سکتی اور آخرت میں متقیوں کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ جب کہ مشرک' کافر اور بے دین کیلئے جہنم کی خبر ہے۔ جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اے رب! مجھے آگ کے عذاب سے بچا لے (آمین) الحمد للہ کہ سورۃ الزمر مکمل ہوگئی۔

تعارف سورت المومن

یہ سورۂ مبارکہ بھی مکی سورت ہے اس میں نو رکوع پچاسی آیات ہیں۔ یہ سورت بھی اسی زمانے میں نازل ہوئی جب اسلام کا بول بالا ہونے لگا تھا تو کفار مکہ کو محسوس ہونے لگا کہ اسلام کے آنے سے محمد ﷺ کے کامیاب ہونے سے نہ صرف یہ کہ ان کا مذہب خطرے میں پڑ جائے گا بلکہ ان کی حکومت ان کی سرداریاں اور اقتدار بھی خطرے میں پڑ جائے گا لہٰذا انہوں نے بھی

پورے زور شور سے آپ ﷺ کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور ہر صورت سے ہر طرح سے آپ ﷺ کے خلاف پروپیگنڈ اور سکیمیں بنانے لگے حتیٰ کہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ تو آپ ﷺ نے کفار کو خبر دار کیا کہ جس طرح پہلے لوگ عذاب کا شکار ہوئے اسی طرح ان پر بھی اللہ کا غضب نازل ہو سکتا ہے۔ اور دوسری بات جو آپ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے اور کفار کو خبر دار کرنے کے لیے اس سورت میں بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دعوتِ حق دی تو اس نے مشاورت کے لیے دربار لگایا تو قبطی قوم کے ایک نوجوان نے بڑی جرات سے حضرت موسیٰ علیہ کی حمایت میں بڑی پُر اثر بات چیت کی اور پھر عاد و ثمود کی بربادی کی مثالیں دیں مگر فرعون ماننے کو تیار نہ ہوا۔ اس سورت میں اللہ کی عظمت و کبریائی کے بارے میں اور پھر جنت و دوزخ کا بھی نقشہ کھینچ دیا گیا ہے تا کہ لوگ خبر دار ہو جائیں اور نیکی کی راہ اختیار کریں۔ کیونکہ اللہ ہی الٰہ العٰلمین ہے۔ اس لیے اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔

توحید و قرآن کی سچائی

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝

حٰمٓ۔ حروف مقطعات میں سے ہے۔ (1) اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب و دانا کی طرف سے ہے۔ (2) جو گناہ بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب دینے والا اور صاحب کرم ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے۔ (3)

تشریح: جب اوپر آیات میں اللہ کی صفات میں سے کچھ تھوڑی سی صفات کو ہم غور سے سمجھ جاتے ہیں تو پھر اللہ کو ایک ماننا اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب قرآن پر یقین کرنا کوئی مشکل بات نہیں رہ جاتی۔ ہم پر توحید کی وضاحت کچھ یوں ہوتی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر یوں یقین کرنا کہ کوئی دوسرا اس میں کسی صورت اس کا شریک نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اس لیے صرف اور صرف اسی کی عبادت لازم ہے۔

۳۔ جب عبادت اسی کی ہوگی تو ہر قسم کی دعا اور پکار بھی اسی سے ہی ہوگی۔ وہی دعائیں سنتا اور پوری کرتا ہے۔

۴۔ اس پر اس قدر مضبوط بھروسہ ہونا ضروری ہے جس قدر حضرت موسیٰ نے فرعون کے مقابلے میں اللہ پر بھروسہ کیا اور کامیاب ہوئے۔

۵۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دل و جان، مال و اولاد اور ہر قسم کی خواہشات کو قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا اور کسی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے جھکنے سے انکار کر دینا۔ یہی توحید کا مطلب ہے۔ سوائے کفار کے کون بے وقوف ہوگا جو اس سے انکار کرے گا؟۔

کفار کا کردار اور اللہ کی عظمت وطاقت

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ
وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ
شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا
وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ ع
مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ
وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ
اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ
يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ
اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ
مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا
كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ
الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۥ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ
الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا
يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا ع

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

''اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں، تو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔(4) ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد اور امتوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں یہی ارادہ کیا کہ اس کو پکڑ لیں اور فضول شبہات سے جھگڑتے رہیں تا کہ اس سے حق کو مٹا دیں تو میں نے ان کو پکڑ لیا سو دیکھ لو میرا عذاب کیسا ہوا؟۔(5) اور اسی طرح کفار کے بارے میں بھی تمہارے رب کی بات پوری ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔(6) جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں یعنی فرشتے وہ اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔تو جن لوگوں نے توبہ کی اور تیرے رستے پر چلے، ان کو بخش دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔(7) اے ہمارے رب ان کو ہمیشہ رہنے کے لیے جنتوں میں داخل کر، جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں ان کو بھی، بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔(8) اور ان کو عذابوں سے بچائے رکھ اور جس کو تو اس دن عذابوں سے بچا لے گا تو یہ بیشک اس پر مہربانی ہو گی اور یہی بڑی کامیابی ہے۔(9) اور جن لوگوں نے کفر کیا ان سے پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ جب تم دنیا میں ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو مانتے نہیں تھے تو اللہ اس سے کہیں زیادہ بے زار ہوتا تھا۔جس قدر تم اپنے آپ سے بیزار ہو رہے ہو۔(10) وہ کہیں گے کہ ''اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ بے جان کیا اور دو دفعہ جان بخشی، ہم کو اپنے گناہوں کا اقرار ہے تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے؟۔(11) یہ اس لیے کہ جب صرف اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے، اور اگر اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تھا تو تم اس کو مان لیتے تھے۔تو حکم تو اللہ ہی کا ہے جو سب سے بڑا ہے۔(12) وہی تو ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تم پر آسمان سے رزق اُتارتا ہے اور نصیحت تو وہی پکڑتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔(13) تو اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو اگرچہ کافر برا ہی مانیں۔(14) وہ مالک درجات عالی اور عرش والا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے تا کہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔(15) جس روز وہ نکل پڑیں گے ان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گی۔آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا اور غالب ہے۔(16) آج کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، آج کسی کے حق میں بے انصافی نہیں ہوگی۔بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔(17) اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے اور ظالموں کا کوئی دوست نہ ہوگا

اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے۔(18) وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو باتیں سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی۔(19) اور اللہ سچائی کے ساتھ حکم دیتا ہے اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے، بیشک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(20) کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تا کہ دیکھ لیتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے زور آور زمین میں نشانات بنانے کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے تو اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی بھی نہ تھا۔(21) یہ اس لیے کہ ان کے پاس پیغمبر کھلی نشانیاں لاتے تھے تو یہ کفر کرتے تھے سو اللہ نے ان کو پکڑ لیا بیشک وہ قوت والا اور سخت عذاب دینے والا ہے''۔(22)

تشریح: یہاں کفار کی ہٹ دھرمی اور ضد بیان کی گئی ہے کہ اتنا کچھ دیکھ کر بھی کفار نہ اللہ پر یقین کرتے ہیں نہ رسول پر اور نہ ہی کتاب پر، پھر نبی پاک ﷺ کو پچھلی اُمتوں کا حوالہ دے کر بتایا گیا کہ آپ حیران پریشان نہ ہوں۔ کفار ہمیشہ یہی کرتے آئے ہیں۔ نبیوں کو جھٹلانا، کفر و شرک میں ڈوب کر زندہ رہنا اور پھر اللہ کے عذاب سے نیست و نابود ہو جانا، آخرت میں جہنم کے عذاب میں ہمیشہ کے لیے رہنا، یہ سب کچھ ان کو منظور ہے مگر حق کی راہ پر چلنا نا منظور ہے۔ حالانکہ یہ ایمان لانا خود ان کے اپنے حق میں فائدہ مند اور نجات کا باعث ہے۔ اللہ کو تو ان کے ایمان سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ کیونکہ اس کی سلطنت بڑی وسیع و عریض ہے اور فرشتے ہر وقت تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں۔ توحید پر ایمان لانے کی بڑی فضیلت اور بڑے فائدے ہیں جو انسانوں کے اپنے ہی کام آتے ہیں مثلاً:

۱ جب انسان اللہ کو معبود واحد مان کر پوری توجہ سے اس کی عبادت کرتا ہے اسی سے مدد مانگتا ہے تو پھر وہ دلیر ہو جاتا ہے۔ ہر قسم کے ڈر خوف، نقصان اور شیطان کے فریب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

۲ صرف ایک رب کو ہی سجدہ کرتا ہے اور جگہ جگہ عجز و انکساری کی ذلت سے بچ جاتا ہے۔ گویا رشوت و سفارش کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

۳ ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے رہنے سے پوری امت مسلمہ میں وحدت، مساوات، ہمدردی، خلوص اور یک جہتی جیسی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اقوام عالم میں امت مسلمہ کی یہ خاص پہچان ہے۔

۴ اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ اس میں ہر قسم کی طبقاتی، نسلی، علاقائی اور امیر و غریب کا فرق مٹ جاتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

(اقبال)

مسلمانوں کے اس عقیدۂ توحید کا اثر اب تمام مذاہب میں کچھ یوں دکھائی دینے لگا ہے کہ بت پرست بھی ان بتوں کو اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ کہنے لگے ہیں۔ مگر یہ قابل قبول نہیں ایسے لوگوں کو جہنم کا عذاب ضرور ملے گا۔ جبکہ مومنین کے لیے دنیا میں

آسانیاں اور آخرت میں جنت کی خوشخبری ہے۔ کفار جہنم کے عذاب سے نکلنے کا طریقہ ڈھونڈھیں گے مگر کوئی راہ نہ پائیں گے۔ آیت گیارہ میں دو زندگیوں اور دو موتوں کا ذکر ہے جس کو ہم یوں واضح کر سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ مرنا اور زندہ ہونا حقیقت ہے جب کہ دوسرا یہ دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں، ہم کیوں کہ مادی جسم نہیں رکھتے تھے تو گویا موت میں زندہ تھے پھر جب مادی جسم میں روح پہنچی تو ہمیں پہلی موت سے پہلی زندگی ملی۔ تیسرا مرحلہ موت کا وہ ہے جس میں روح مادی جسم سے علیحدہ ہو کر موت کا درجہ بن جاتا ہے جبکہ روح عالم برزخ میں چلی جاتی ہے۔ چوتھا مرحلہ پھر وہ زندگی ہوگی جب روح دوبارہ جسم کے ساتھ مل کر زندگی مل جائے گی جو قیامت کے بعد کا معاملہ ہے اور یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی کیونکہ ہم زندگی مادی جسم اور روح کے ملنے کو کہتے ہیں۔ اور دونوں کے علیحدہ ہو جانے کو موت کہتے ہیں۔ یوں ہر انسان کی دو زندگیاں اور دو موتیں ہوتی ہیں۔ کفار کو جب جہنم میں ڈالا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ ہم تیری طاقت کو مانتے ہیں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتے ہیں۔ ہمیں کوئی راستہ بتا دو کہ یہاں سے نجات ہو سکے۔ تو اللہ کی طرف سے صاف انکار ہوگا۔ کیونکہ اقرار کرنے اور معافی مانگنے کا اللہ پر ایمان لانے کا وقت صرف دنیا والی زندگی میں تھا۔ اب وقت گزر چکا۔ یہاں پھر اللہ کی بڑائی، رحمت، برکت، بخشش اور قدرت کا ذکر کرتے ہوئے پھر نبی اور امت کو تاکید کی جا رہی ہے کہ ماحول اور لوگ چاہے کتنا ہی مجبور کریں کفر و شرک کی راہ سے دور رہنا اور ہدایت تو وہی پکڑتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (آیت 13:)

وہ مالک و خالق ہے وہ اپنے بندوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لیئے جن کو وہ اپنے بندوں میں سے چن لیتا ہے ان کو نبوت کے فرائض ادا کرنے کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ وحی کے ذریعہ اس کو اپنے احکامات بھیجتا رہتا ہے تاکہ لوگوں کو راہ دکھائے اور جہنم کے عذاب کی اطلاع دے۔ تاکہ وہ نیکی کی راہیں اختیار کریں۔ کیونکہ قیامت اور حساب کتاب ضرور ہو گا۔ اللہ اکیلا ہے، غالب ہے، حساب لینے والا ہے۔ یہاں وہاں ہر جگہ صرف اسی کی ہی بادشاہت ہے۔ وہ ظاہر باطن سب کچھ جانتا ہے۔ سننے والا ہے اور دیکھنے والا ہے۔ اور وہ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا جو وہ فیصلہ کر دے گا اس میں کوئی شخص کمی بیشی کا اختیار ہرگز نہ رکھ سکے گا۔ پیغمبر کفار کو سب کچھ مسلسل بتاتے رہے مگر انہوں نے نہ سنا نہ مانا۔ تو یہ کفر کرتے تھے سو اللہ نے ان کو پکڑ لیا بیشک وہ قوت والا اور سخت عذاب دینے والا ہے۔'' (آیت 22:)

ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب نے پیغمبر کی ضرورت اور ایمان کی مضبوطی پر بڑا اچھا مضمون دیا ہے لکھتے ہیں:

کیونکہ دین حق کو عالمی سطح پر غالب کرنے کے لیے پہلے انفرادی سیرت کی تشکیل ضروری تھی جس کے لیے ایمان باللہ، ایمان بالآخرت، اعمال حسنہ اور اعمال سیہ (برے اعمال) کے مخصوص نتائج پر ایمان لانا ضروری تھا۔ اس کا اعادہ ابتدائی دور کی مکی سورتوں میں موجود ہے۔ افراد سے جماعت بنتی ہے۔ کم از کم دو فرد بھی مل کر جماعت بنا لیتے ہیں۔ جماعت کی تنظیم کے لیے تابع اور متبوع (اطاعت کرنے اور کروانے والا) کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اس لیے صرف دو افراد بھی جماعت بلکہ منظم جماعت بن سکتے ہیں تو مکی زندگی میں مسلمانوں کی تعداد خواہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو ان کی جماعت بھی تھی کیونکہ آنحضرت ﷺ کے

''مطاع'' (تابع پیروکار) ہونے پر وہی محدود مسلم معاشرہ ایک صحیح قسم کا معاشرہ بن چکا تھا وہ منظم تھا اور ریاست کے لیے سب سے پہلے معاشرے کا منظم ہونا ضروری شرط ہے جس دین کو غالب بنانا مقصود تھا۔ جن افراد اور معاشرہ کا غلبہ دینا مطلوب تھا ان کے تمام ضروری اجزاء بنا دیئے گئے۔ افراد اور معاشرہ کو مربوط و مضبوط بنانے والی باتوں کی نشاندہی ان سورتوں میں کر دی گئی۔ سب سورتوں کا مضمون ایک ہی ہے یعنی اللہ اور ہدایت۔ باقی تمام مضامین انہی کے تحت ہیں مثلاً: (۱) آخرت (۲) جزا و سزا (۳) نبوت (۴) احکام (۵) ایام اللہ (۶) مظاہرِ قدرت (۷) معجزات۔ (از قرآن اور مسلمان کے زندہ مسائل)

تو اب ہم پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا انتخاب کیوں اور کیسے کیا گیا پھر جو کتاب ان پر نازل کی گئی وہ انسانوں کے کن مفادات کو پیش نظر رکھ کر نازل کی گئی تھی چنانچہ انسانوں کو عقل اور ارادہ دے کر بتا دیا گیا کہ یہ راستہ جنت کو جاتا ہے اور یہ دوزخ کو جاتا ہے، جو چاہو اختیار کر لو۔ لہٰذا قرآنِ پاک اور سنت نبوی کا گہرائی سے مطالعہ بے حد ضروری ہے کیونکہ قرآن کا مقصد رہنمائی، ہدایت اور نصیحت ہے۔ وحی، قرآن اور رسول، انسان کے لیے ہدایت دینے کے ذرائع ہیں۔ اس لیے قرآن اعمال صالحہ اور بہترین اخلاق و کردار کے اصول و ضوابط بار بار کبھی تفصیل سے کبھی مختصر دلیلوں، اور مثالوں کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں کو شرک و کفر اور اخلاقی برائیوں سے دور کرنے کے لیے قرآن پاک ایک مکمل اور بہترین اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے جس میں نہ کوئی غلطی ہے اور نہ ہی کوئی شک و شبہ کی بات۔ اس میں اللہ کی عظمت، رحم و کرم، قدرت، علم، رحمت اور غضب کچھ اس انداز میں بتائے گئے ہیں کہ پڑھنے والا اگر تھوڑی سی توجہ سے بھی کام لے تو راہ راست پر ضرور آ سکتا ہے۔ اس بات کی بے شمار مثالیں تاریخ میں اور قرآن پاک میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ اور جو نہیں سمجھتے ان کی بھی بے شمار داستانیں ملتی ہیں۔ پھر ان کو جو سزائیں ملیں دنیا میں وہ بھی بے شمار ہمارے سامنے ہیں۔ ان سب سے قرآن کی روشنی میں سبق حاصل کرنا چاہیے۔

موسیٰ اور فرعون کے درمیان حق و باطل کی جنگ اور ایک مومن کا کردار

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ
كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ
وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ
مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾
وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ ع ۴
رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ڰ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ
جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا

يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۲۸ يٰقَوْمِ لَكُمُ
الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ
فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۲۹ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ
يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۳۰ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ
وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۳۱ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ
التَّنَادِ ۳۲ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
مِنْ هَادٍ ۳۳ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۭ
حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
مُّرْتَابُۨ ۳۴ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۳۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ
ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۳۶ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ
لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ
فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۳۷ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۳۸ ع ۱۰
يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۳۹ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً
فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۴۰ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ
وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۴۱ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا النصف
اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۴۲ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا
فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۴۳ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ
اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۴۴ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ
مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ۴۵ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۴۶ وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ
فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ

النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ
الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ
تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ
اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ ع 5 13 10
يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾

''اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور دلیل روشن دے کر بھیجا۔(23) یعنی فرعون، ہامان اور قارون کی طرف تو انہوں نے کہا کہ یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔(24) غرض جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر پہنچے تو کہنے لگے کہ جو لوگ اس کے ساتھ اللہ پر ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور بیٹیوں کو رہنے دو اور کافروں کی تدبیریں بے ٹھکانے ہوتی ہیں۔(25) اور فرعون بولا کہ مجھے چھوڑو تا کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو بلا لے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو نہ بدل دے یا ملک میں فساد نہ پیدا کر دے۔(26) موسیٰ نے کہا: میں ہر متکبر سے جو حساب کے دن یعنی قیامت پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں۔(27) اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔ اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا نقصان اسی کو ہوگا۔ اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر ضرور آ کر رہے گا۔ بیشک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہو۔(28) اے قوم! آج تمہاری ہی بادشاہت ہے، اور تم ہی ملک میں غالب ہو لیکن اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو اس کو دور کرنے کے لیئے ہماری مدد کون کرے گا؟ فرعون نے کہا کہ میں تمہیں وہی بات سمجھاتا ہوں جو مجھے سوجھی ہے اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے۔(29) تو مومن کہنے لگا کہ اے قوم! مجھے تمہاری نسبت خوف ہے کہ کہیں تم پر اگلے فرقوں کا سا وقت آ پڑے (عذاب آ جائے)۔(30) یعنی نوح کی قوم اور عاد و ثمود اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے ہیں ان کے حال کی طرح تمہارا حال نہ ہو جائے اور اللہ تو بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔(31) اور اے قوم! مجھے تمہاری طرف سے پکار کے دن یعنی قیامت کا خوف ہے۔(32) جس دن تم پیٹھ پھیر کر قیامت کے میدان سے بھاگو گے اس دن تم کو کوئی عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔(33) اور پہلے یوسف بھی تمہارے پاس نشانیاں لے کر آئے تھے۔ تو جو وہ لائے تھے اس سے تم ہمیشہ شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے کہ اللہ اس

کے بعد کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا اور شک کرنے والا ہو۔ (34) جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک جھگڑا سخت ناپسند ہے۔ اسی طرح اللہ ہر سرکش متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہی۔ (35) تو فرعون نے کہا کہ ہامان! میرے لیے ایک محل بناؤ تاکہ میں اس پر چڑھ کر آسمان کے راستے پر جا پہنچوں۔ (36) یعنی آسمان کے راستوں پر پھر موسیٰ کے رب کو دیکھ لوں' اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کو اس کے اعمال بد اچھے معلوم ہوتے تھے اور وہ رستے سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی تدبیر تو بے کار تھی۔ (37) اور وہ شخص جو مومن تھا اس نے کہا کہ بھائیو! میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔ (38) بھائیو! یہ دنیا کی زندگی چند روز فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ (39) جو برے کام کرے گا اس کو بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور جو مومن بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں اُن کو بے شمار رزق ملے گا۔ (40) اور اے قوم! میرا کیا حال ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی آگ کی طرف بلاتے ہو۔ (41) تم مجھے اس لیے بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس چیز کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں۔ اور میں تم کو اللہ غالب اور بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ (42) سچ تو یہ ہے کہ جس چیز کی طرف تم بلاتے ہو اس کا دنیا و آخرت میں کہیں بھی بلاوا نہیں (یعنی دعا قبول کرنے کی طاقت نہیں) اور ہم کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور حد سے نکل جانے والے دوزخی ہیں۔ (43) جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آگے چل کر یاد کرو گے اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے"۔ (44) غرض اللہ نے موسیٰ کو ان لوگوں کی تدبیروں کی برائیوں سے محفوظ رکھا اور فرعونیوں کو برے عذاب نے آ گھیرا۔ (45) یعنی جہنم کی آگ کہ صبح و شام اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی حکم ہوگا کہ "فرعون والوں کو سخت عذاب میں داخل کرو۔ (46) اور جب وہ دوزخ میں جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے آدمیوں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے تو کیا تم دوزخ کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے دور کر سکتے ہو؟۔ (47) بڑے لوگ کہیں گے کہ تم بھی اور ہم بھی سب دوزخ میں ہیں اللہ بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے۔ (48) اور جو لوگ آگ میں جل رہے ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ ایک دن کیلئے تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔ (49) وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے"؟ وہ کہیں گے" کیوں نہیں"۔ تو وہ کہیں گے تم ہی دعا کرو: اور کفار کی دعا اس روز بے کار ہوگی۔ (50) ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے یعنی قیامت کو بھی۔ (51) جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کیلئے لعنت اور برا گھر ہے۔ (52) اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت کی کتاب دی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث

بنایا۔(53)عقل والوں کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے۔(54)تو صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور صبح وشام اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو"۔(55)

تشریح: اہل مکہ کو سمجھانے کیلئے پچھلی قوموں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مشہور قصہ دہرایا جا رہا ہے اس کا تفصیلاً ذکر گزر چکا ہے یہاں صرف وہ حصہ دہرایا جا رہا ہے جو مذکورہ مضمون سے تعلق رکھتا ہے۔کفار مکہ نے جب حضرت محمد ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا تو رب العزت ان کو بتا رہے ہیں کہ یہ کوئی عجیب بات نہیں پیغمبروں کے ساتھ نافرمان لوگ ایسے ہی کرتے آئے ہیں۔فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیتا ہوں۔مگر اللہ نے ان کی خاص حفاظت کا بندوبست کیا۔دراصل فرعون کے اس قصے کو جو کہ آیت 23 تا55 تک بیان کیا گیا ہے تین قسم کے لوگوں کو سبق دیا گیا ہے۔

پہلا گروہ کفار کا ہے جنہیں سمجھایا گیا ہے کہ یہی سلوک فرعون نے موسیٰ کے ساتھ کیا تو انجام اس کا تمہارے سامنے ہے۔

دوسرا گروہ حضرت محمد ﷺ اور مومنین کا ہے ان کو اس قصہ سے تسلی دینا اور ہمت بڑھانا مقصود ہے اور مثال دے کر ثابت کر دیا گیا کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے۔اللہ ہی تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔وہ غالب حکمت والا ہے۔اس کے سامنے کسی کی کوئی تدبیر کامیاب نہیں ہوسکتی وہ اپنے پیارے مخلص اور نیک بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ہمیشہ ان کی بھرپور مدد کرتا ہے۔اس لیے ہر مومن اور متقی انسان کو اللہ پر مکمل بھروسہ رکھتے ہوئے اسی سے ڈرنا اور اسی سے مدد مانگنا چاہیے اور بالکل بے خوف ہو کر اپنے مشن میں لگا رہنا چاہیے۔حق و باطل کی جنگ میں ہمیشہ حق ہی جیت حاصل کرتا ہے۔جیسا کہ فرعون اپنے مال ومتاع، اپنی طاقت' بادشاہت اور غرور سمیت سمندر میں غرق ہو گیا اور اسی جگہ سے موسیٰ علیہ السلام کی اللہ نے ایسی مدد کی کہ صحیح سلامت اپنی امت کے ساتھ دریا پار کر گئے۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو حق و باطل کی جنگ کو خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ حق ہی سچ ہے مگر کچھ دینوی مصلحتوں اور کچھ اعتقاد کی کمزوری کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں۔جبکہ ہر شخص میں اتنی جرات ہونی چاہیے کہ حق کو سچ اور باطل کو جھوٹ کہہ سکے۔تو اس قصہ سے سبق دیا گیا ہے کہ جس طرح بھرے دربار میں ایک شخص نے بے دھڑک کھڑے ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو سچ کہا اور ان کی پوری طرح حمایت کی،فرعون اور اس کے گروہ کو ان کی غلطی سے آگاہ کیا اور ان کو خوب اچھی طرح دلیلیں دے کر یہ سمجھایا کہ سچ ہی نجات کا ذریعہ ہوسکتا ہے جھوٹ اور کفر کرنے والے ہمیشہ ذلیل و خوار ہوئے اور اللہ کے غضب کے شکار ہوئے۔اللہ نے اس بہادر مومن بندے کی بھی حفاظت کی اور کوئی اس کا بال بھی بیکا نہ کرسکا۔کوئی اس کو نقصان پہنچانے کی جرات نہ کرسکا۔تو ہر انسان کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کہہ سکے۔اس میں ڈرنے گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔

اسی سلسلے میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بھی یاد کروایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر زمانے میں لوگوں کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نبی رسول بھیجتا رہا ہے مگر جو لوگ جان بوجھ کر ہدایت سے دوری اختیار کرتے رہیں تو پھر ایسے لوگوں کے ہدایت کے راستے سزا کے طور پر اللہ بند کر دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کیلئے سورۃ بقرہ میں بھی کہا گیا ہے اللہ نے ان کے کانوں اور دلوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے''۔ (سورۃ بقرہ آیت:7)

فرعون اور اس کی قوم کے متعلق جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں ان سے برزخ کے عذاب وثواب کا ثبوت ملتا ہے یہاں دو مرحلوں کے عذاب کا تذکرہ کیا جا رہا ہے ایک کم درجے کا عذاب جو قیامت کے آنے سے پہلے فرعون اور آل فرعون کو اب دیا جا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ صبح شام انہیں دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ ہر وقت ہول کھاتے رہتے ہیں کہ یہ ہے وہ دوزخ کی آگ جس میں آخر کار ہم نے جانا ہے۔ صبح وشام سے مراد دوام یعنی ہمیشگی بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ ہر وقت آگ کے سامنے رہتے ہیں یاد رہے کہ آگ پر پیشی بھی عذاب ہے جیسے گوشت کو روسٹ کرنے کیلئے آگ پر پیش کیا جاتا ہے تو پھر دیکھ لیں آگ کیا حشر کرتی ہے۔ عذاب کا دوسرا مرحلہ جب قیامت آ جائے گی تو انہیں بڑی سزا ملے گی جو ان کے مقدر میں ہے یعنی وہ اسی دوزخ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے جس کا نظارہ انہیں غرق ہو جانے کے وقت سے لے کر آج تک کرایا جا رہا ہے اور تا قیامت کرایا جاتا رہے گا۔ ان کی برزخ کی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو عالم برزخ میں ہی دوزخ کا عذاب دیا جا رہا ہے۔ ہوا یوں کہ فرعون اور اس کے فرعونی دوست سمندر میں غرق ہو گئے اور سمندری جانوروں کی خوراک بن گئے مگر فرعون کو عبرت کا نشان بنانے کیلئے اس کی لاش کو سمندر کے کنارے پھنکوا دیا۔ آج 3500 سال بعد بھی اس کی لاش قاہرہ کے میوزیم میں محفوظ پڑی ہے۔ مگر اس کی حالت سے صاف دکھائی دیتا ہے کہ وہ سخت اذیت میں ہے۔ اور اللہ کا قول کہ عالم برزخ میں بھی آگ کا عذاب ان کو مل رہا ہے۔ اس طرح ثابت ہو گیا۔ ورنہ نیک اور اچھے لوگ عالم برزخ میں یعنی موت سے قیامت کے آنے تک بڑی پرسکون نیند میں ہوتے ہیں اور میدان حشر میں بھی یہ لوگ پرسکون اور بے خوف ہوں گے۔ مگر استغفر اللہ کہ فرعون کا جو حال ہو رہا ہے وہ ہر عقل سمجھ رکھنے والے کیلئے بڑی عبرت کا مقام ہے۔ اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اور آخر میں پھر تسلی اور خوشخبری دی جا رہی ہے کہ اے نبی! آپ بالکل پریشان نہ ہوں آپ نے دیکھ لیا اور سمجھ بھی لیا اور یہی پیغام ایمان والوں کیلئے ہے کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا البتہ مخالفین کی اللہ ضرور خبر لیتا ہے۔ بس آپ سب اللہ پر بھروسہ رکھیں، ہمت نہ ہاریں، ہر وقت اللہ کو یاد کریں اس سے مدد مانگیں اور استغفار کرتے رہیں اور صبر وشکر کریں اور ہر دم یاد رکھیں کہ اللہ کا وعدہ کبھی بھی جھوٹا نہیں ہو سکتا، وہ ہر وقت تمہاری مدد کرتا رہتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس وقت گناہگاروں کا برا حال ہوگا۔ اور پھر جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر برتری دلائی اور کتاب دی جس کا وارث بنی اسرائیل کو بنایا گیا اسی طرح آپ کو بھی تمام کفار پر برتری دلائی جائے

گی اور امت محمد ﷺ کو قرآن کا وارث بنایا جائے گا۔ لہٰذا ''تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور صبح وشام اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو''۔ (سورۃ المومن آیت: 55)

ذکر قیامت' عبادت کی روح دعا

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۞ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۞ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ۙ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِیْٓءُ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ۞ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۞ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ ۞ ع ۱۰

''جو لوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں ان کے دلوں میں اور کچھ نہیں سوائے کبر و غرور کے مگر وہ اس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں تو اللہ کی پناہ مانگو بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(56) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(57) اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں حقیقت یہ ہے کہ تم بہت کم غور کرتے ہو(58) قیامت تو آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں رکھتے۔(59) اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جو لوگ تکبر کی وجہ سے میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''(60)

تشریح: ان آیات میں فرعون کی مثال دیکر یہ سمجھایا گیا ہے کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو تمام نشانیاں خوب کھول کر بیان کردی گئیں مگر وہ نہ مانے تو ان کی بڑائی اور غرور نے ان کو ذلیل وخوار کردیا۔ سب نشانیاں دیکھ کر بھی جو ایمان نہ لائے تو پھر اس کو اندھا ہی کہا جا سکتا ہے۔ یہاں قیامت' دعا اور عبادت کا ذکر کیا گیا ہے اور آخرت کا بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر اللہ کی قدرتوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے کہ انسان کو پیدا کرنا کائنات کو پیدا کرنے سے آسان ہے۔ اب اس کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ انسانی جسم اور روح آج تک انسان کیلئے کافی پیچیدہ مسئلہ بنا ہوا ہے۔ جسمانی نظم ونسق کو سمجھنے کیلئے ڈاکٹر صاحبان سات سال کی انتھک محنت کے بعد بھی مکمل نہیں ہوتے پھر ہر جسمانی عضو کا علیحدہ علیحدہ علم حاصل کرنا پڑتا ہے۔ آنکھ، ناک، کان، دل، دماغ، ہڈیاں، گردے وغیرہ غرض انسانی جسم کی ساخت کو سمجھنے کیلئے کس قدر محنت توجہ وقت اور پیسہ درکار ہوتا ہے تب جا کر ڈاکٹر کو کچھ سوجھ بوجھ حاصل ہوتی ہے۔ پھر بھی میڈیکل سائنسز میں اپ ٹو ڈیٹ رہنے کیلئے مسلسل مطالعہ جاری رکھنا پڑتا

ہے۔ کیونکہ ریسرچ کا عمل جاری رہتا ہے اور آئے دن نئی سے نئی معلومات حاصل ہوتی رہتی ہے۔ کائنات میں بھی انسان سر کھپاتا رہتا ہے۔ پھر اپنی ہی اختراعات کو بدلتا بھی رہتا ہے۔ مگر قرآن پاک میں انسان کے بارے میں کائنات کے بارے میں جو کچھ بتا دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں بدلا تو یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سائنس قرآن کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے قرآن سائنس سے مطابقت نہیں رکھتا اور اسی لیے موجودہ دور کے کئی سائنس دان اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں۔ جیسا کہ مسٹر آرتھر اپنی کتاب "I believe" میں لکھتے ہیں: انسانی دماغ تخلیق کائنات جیسے عظیم سوالات کو حل کرنے کے لیئے ایک حقیر سا آلہ ہے ہمیں اس کی مجبوریوں کا اعتراف کر لینا چاہیئے' مگر پھر بھی یہ ہمہ وقت (ہر وقت) ادراک کرواتا رہتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز کس قدر منظم اور مربوط اور فطرت کی نت نئی ایجادات کیسی حیران کن ہیں ہر سمت میں ایک مفید مقصد کارفرما ہے خواہ یہ عامی ہوں یا سائنس دان ہمیں کائنات کیلئے ایک حاکم اعلیٰ کو ماننا پڑے گا' جو نام چاہے اس کو دیدو اور جو شکل چاہے اس کی تجویز کردو مگر اس کو مانے بغیر مفر نہیں''۔ (از مطالعہ قرآن مصنف میجر جنرل غلام محمد ملک)

اسی طرح قیامت سے انکار کرنے والوں کیلئے ہیروشیما اور ناگاساکی کی تباہی بہت بڑا ثبوت ہے۔ قیامت کی تصدیق کیلئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی تباہی کافی بڑی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صور پھونکنے کے بعد پہاڑوں کو روئی کے گالوں کی طرح تم اڑتے ہوئے دیکھو گے کیا ان دھماکہ خیز مادوں نے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ نہیں کر دیا تھا؟ کیا اب بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا''۔ اور پھر لوگوں کو خبردار کرنے کیلئے فرمایا: کہ جو لوگ تکبر کی وجہ سے میری عبادات سے منہ موڑتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے''۔ (سورۃ المومن آیت:60)

اس قدر وضاحت سے سب کچھ بتایا جا رہا ہے کہ اگر انسان تھوڑا سا غور وفکر کرے تو ایمان وکفر کا فرق اس کو صاف دکھائی دینے لگے۔ اسی لیے قرآن پاک میں غور وفکر کرنے کیلئے بڑی تاکید کی گئی ہے اللہ ہر بندے کو اس کی توفیق دے۔ (آمین) ہر بندے کو یاد رکھنا چاہیے کہ دعا عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ جب ہم اللہ کو واحد' عظیم' حکیم اور خالق مانتے ہیں تب ہی تو اس سے دعا کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) اللہ دعا کرنے والے مانگنے والے پر اپنی رحمتیں برساتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکارو جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ (سورہ یونس آیت:106)

اللہ کی وحدانیت کے دلائل

اَللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِىْ

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ
الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ
تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۟ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ
لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا
مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ
فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع 7/8 12

''اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا کہ اس میں کام کرو بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (61) یہی اللہ تمہارا رب ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو۔ (62) اسی طرح وہ لوگ بھٹک رہے تھے جو اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ (63) اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے ٹھہرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی اچھی بنائیں۔ تمہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ (64) وہ زندہ ہے جسے موت نہیں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اسی کی عبادت کو خالص کر کے اسی کو پکارو ہر طرح کی تعریف اسی کے لیے ہے جو تمام جہان کا رب ہے۔ (65) اے محمد! ﷺ ان سے کہہ دو کہ مجھے اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان کی پوجا کروں اور میں ان کی کیوں پرستش کروں جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے کھلی دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ رب العلمین ہی کا فرمانبردار رہوں۔ (66) وہی تو ہے جس نے پہلے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ بنا کر، پھر لوتھڑا بنا کر، پھر تم کو نکالتا ہے کہ تم بچے ہوتے ہو پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو، پھر بوڑھے ہو جاتے ہو اور کوئی تم میں سے بوڑھا ہونے سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تم موت کے مقررہ وقت تک پہنچ جاتے ہو اور تا کہ تم سمجھو۔ (67) وہی تو ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ کوئی کام کرنا اور کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ (68)

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ کی تخلیقات میں سے چند کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کی وضاحت پچھلے اسباق میں بڑی اچھی طرح ہو چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔ خالق و مالک ہے۔ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ رازق ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ بابرکت ہے۔ تمام جہانوں کا رب ہے۔ سب تعریف اسی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ پیارے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے محمد! ﷺ ان سے کہہ دو کہ مجھے اس بات سے منع کر دیا گیا ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے

ہوان کی پوجا کروں، میں ان کی کیوں پرستش کروں جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے کھلی دلیلیں آ چکی ہیں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ رب العٰلمین ہی کا فرمانبردار رہوں۔ (سورۃ المومن آیت:66)

یہ حکم تمام مومنین کے لیے ہے اور یہی مقصد ہے زندگی کا کہ انسان کا مرنا جینا' اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا غرض سب کچھ صرف اللہ ہی کیلئے ہو تو پھر اس طرح انسان کا ہر سانس ہر قدم اور ہر کام عبادت میں شمار ہو جاتا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ ایسے ہی زندگی گزارنے کا مزہ بھی ہے اور ثواب بھی۔ جو لوگ اس کے برعکس کفر و شرک میں زندگی گزارتے ہیں ان کا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔

جھٹلانے والوں کا انجام

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا
أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾
فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ
قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾
ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ
جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا
نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن
قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ
أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾ ع 8 10 13
اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ
وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ
آيَاتِ اللَّهِ تُنكِرُونَ ﴿٨١﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن
قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم
مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ
مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي
عِبَادِهِ ۖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾ ع 9 7 14

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں؟ یہ کہاں بھٹک رہے ہیں؟۔(69) جن لوگوں نے کتاب اللہ کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا اس کو جھٹلایا وہ عنقریب معلوم کر لیں گے"۔(70) جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی اور گھسیٹے جائیں گے۔(71) یعنی کھولتے ہوئے پانی میں پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔(72) پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے شریک بناتے تھے۔(73) یعنی غیر اللہ کہیں گے وہ تو ہم سے جاتے رہے بلکہ ہم تو پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے۔ اسی طرح اللہ کفار کو گمراہ کرتا ہے۔(74) یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر اس کے خلاف خوش ہوا کرتے تھے' اور اس کی سزا ہے کہ اترایا کرتے تھے۔(75) اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ اسی میں رہو گے متکبروں کا کیا برا ٹھکانا ہے۔(76) تو اے پیغمبر! صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے اگر ہم تم کو کچھ اس میں سے دکھا دیں جس کا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں یعنی کفار پر عذاب نازل کریں یا تمہاری زندگی کا وقت پورا کر دیں تو ان کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔(77) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات تم سے بیان کر دیئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کیے اور کسی پیغمبر کے بس میں نہ تھا کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور جھوٹے لوگ نقصان میں پڑ گئے۔(78) اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے چار پائے (جانور) بنائے تاکہ ان میں سے بعض پر سوار ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔(79) تمہارے لیے ان میں فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ اگر کہیں جانے کی تمہارے دلوں میں حاجت ہو تو ان پر سوار ہو کر وہاں پہنچ جاؤ۔ ان پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو۔(80) اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کو نہ مانو گے۔(81) کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا حالانکہ وہ ان سے کئی گنا زیادہ طاقتور اور زمین میں نشانات (عمارتیں) بنانے کے اعتبار سے بہت بڑھ کر تھے۔ تو جو کچھ وہ کرتے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آیا۔(82) اور جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم ان کے خیال میں ان کے پاس تھا اس پر اترانے لگے اور جس چیز کا مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو آ گھیرا (عذاب)۔(83) پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے انکار کرتے ہیں۔(84) لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے اس وقت ان کے ایمان نے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ یہ اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آتی ہے۔ اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ کر رہ گئے"۔(85)

تشریح: یہ ان بدنصیب لوگوں کی داستان ہے جن کو پیغمبروں نے ہدایت کی طرف بلایا توحید کی دعوت دی' توحید کی خوبیاں بیان کیں اللہ سے ڈرایا' برے کاموں سے منع کیا اور بار بار دلیلوں کے ساتھ سمجھایا کہ برے کام نہ صرف دنیا میں ہی نقصان

دیتے ہیں بلکہ آخرت کو بھی خراب کر دیتے ہیں۔ جہنم کے عذاب کا نقشہ بیان کیا جس کو اگر انسان غور، یقین اور توجہ سے دیکھے تو چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ مگر کفار پہلے بھی اب بھی اور آئندہ بھی شیطان کی گرفت میں اتنی بری طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ روشنی اور ہدایت کی بات ان پر اثر ہی نہیں کرتی بلکہ الٹا پیغمبروں کو ہی جھٹلاتے ہیں مذاق اڑاتے ہیں اور نیکی سے دور بھاگتے ہیں۔ جب عذاب سچ مچ سامنے آ کھڑا ہوتا ہے تو ایمان لانے کی بات کرتے ہیں مگر اللہ نے توبہ کا ایک وقت، ایک حد مقرر کر رکھی ہے۔ عین موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اللہ ایک ہے اس نے ہدایت کا بڑا اچھا بندوبست کر رکھا ہے۔ جو نہ مانے اس کی مرضی، جو بوؤ گے وہ کاٹو گے، کر بھلا سو ہو بھلا۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ اللہ نے فرمایا ہے مرو گے ضرور اور واپس میرے پاس ضرور آؤ گے اعمال کا حساب ضرور ہوگا اور سزا و جزا ضرور ملے گی۔ ان سب باتوں میں ایک تنکا کے برابر بھی غلط نہیں۔ یہ سب کچھ سچ ہے، ضروری ہے، ہو کر رہے گا۔ کوئی شخص اس سے ہرگز بچ نہ سکے گا۔ اس لیے ہر شخص چاہے وکیل ہو، وزیر ہو، لیڈر ہو، استاد ہو، طالبعلم ہو، ڈاکٹر ہو، کسان ہو، سائنسدان ہو، معمار ہو، مزدور ہو، غرض زندگی کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو اپنی کتاب قرآن پاک اپنے رسول ﷺ اور اپنے اللہ کی طرف رجوع کرے اپنے ایمان کی روشنی سے خود کو، گھر کو، محلے کو، شہر کو، ملک کو، اور پوری دنیا کو منور کر دے۔ ایمان کی روشنی میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ تن تنہا توحید کی مشعل لے کر کھڑے ہوئے تو نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ان شاء اللہ اس مشعل کو کوئی گل نہیں کر سکتا یہ مشعل اللہ کے حکم سے قیامت تک روشن رہے گی اور انسانیت کو راہ دکھاتی رہے گی۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

آخر میں ایک چھوٹا سا واقعہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا جو مدینہ کے ممتاز علمائے یہود میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ جاتے ہی آپ پر ایمان لے آئے۔ ایک دفعہ اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھا رکھے ہوئے بازار سے گزرے۔ لوگوں نے کہا آپ کو اللہ نے سب کچھ دیا ہے آپ کو اتنی تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی آپ مزدوری پر بھی اس کو اٹھوا سکتے تھے۔ فرمایا میں اس طرح اپنے اندر تکبر کو توڑتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا''۔ (از ترغیب و ترہیب)

ظاہر ہے ایسے ہی متقی اور پرہیزگار لوگ اللہ کے مقبول ہیں اور یہی جنت کے وارث ہوں گے ان شاء اللہ۔ جب کہ فرعون جیسے متکبر مشرک دنیا و آخرت میں اللہ کے غضب میں جکڑے گئے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں ان کے لیے جہنم کا عذاب تیار کیا گیا ہے۔ استغفر اللہ۔ دراصل کامیابی اور ناکامی کا اصلی معیار موجودہ زندگی کی خوشحالی و بدحالی نہیں ہے بلکہ کامیاب انسان وہ ہے جو اللہ کے آخری فیصلے میں کامیاب ٹھہرے۔ اور ناکام وہ ہے جو وہاں ناکام ہو۔ کیونکہ امیری غریبی، صحت بیماری یہ سب امتحان کے پرچے ہیں جو ان میں پورا اترا وہی پاس ہوگا۔

خلاصہ سورت المومن

انسان، رسول، آسمانی کتابیں، مومنین اور مشرکین۔ یہ تو شروع دن سے ہی سلسلہ چل رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد جب گمراہی بڑھنے لگی تو حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ آپ نے لوگوں سے کہا اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو اسکے سوا تمہارا کوئی اللہ نہیں (الاعراف آیت 59) تو لوگوں نے جواب دیا: ہم کو تو یہ نظر آتا ہے کہ تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔ (سورۃ الاعراف آیت 60) یہی سلسلہ آج تک چلا آ رہا ہے۔ پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ تو حضرت محمد ﷺ کیساتھ ختم ہو گیا۔ مگر انکی تعلیمات اور کتاب قیامت تک جاری وساری رہیں گی۔ آج بھی ملحد اور مشرک لوگوں کا رویہ وہی ہے جو مدتوں پہلے تھا یعنی شرک وایمان، نیکی وبدی کی جنگ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور قیامت تک جاری رہے گی خوش بخت ایمان سے مستفید ہو کر کامیاب وکامران ہو کر جنت کے وارث ہوں گے جب کہ بدنصیب کفر وشرک میں بھٹک کر نقصان اٹھائیں گے اور جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے جو انسان اپنے اوپر خود کرتا ہے۔ لوگوں کی بے عقلی ہے کہ کوئی رسولوں کو پوجنے لگا کوئی نیک لوگوں کے بت بنا کر انکو پوجنے لگا کوئی دنیا کی چیزوں کو پوجنے لگا اور کوئی مختلف جانوروں کو پوجنے لگا۔ جبکہ قرآن پاک میں بار بار آیا ہے اللہ ہی کو پکارو یہ کبھی بھی کہیں بھی نہیں آیا کہ نبی ولی یا رسول کو پکارو حضور ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارے، حالانکہ پیدا تمہیں اللہ ہی نے کیا ہے۔ (مشکوۃ) یعنی اللہ تعالیٰ کے مدمقابل کسی اور کو قرار دے اللہ ہی کو پکارو اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کر کے۔ (سورۂ مومن:14)

سورۂ حم السجدۃ

یہ اکتالیسویں سورت ہے اس کا نام حم السجدہ ہے اور اس کو سورۃ فصلت بھی کہتے ہیں یہ مکہ کے درمیانی زمانے کی سورت ہے اس میں 54 آیات اور 6 رکوع ہیں۔ اس میں قرآن پاک کی صفات اور نازل کرنے کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ قرآن پاک بہترین بے مثال اللہ کی طرف سے کتاب ہدایت ہے۔ وجہ اس کی دو بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو وہ عام رحمت ہے جو کہ تمام مخلوقات کے لیے ہے اور دوسری وہ خاص رحمت ہے جو ہدایات کی صورت میں جن وانس کے لیے نازل فرمائی گئی ہیں۔ کیونکہ تمام مخلوقات صرف حکم الٰہی کی پابند ہیں جب کہ جن وانس کو اچھے برے راستے دکھا کر مرضی اور ارادہ کی اجازت دے دی گئی ہے۔ اور پھر بتا دیا گیا ہے کہ اس دنیا کے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی جو ہمیشہ کی زندگی ہو گی وہ اسی طرح گزرے گی جیسے اعمال کئے ہوں گے۔ اس لیے مسلمان کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کو ایک مانتا ہے ہر مصیبت ہر خوشی میں صرف اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ محمد ﷺ کو اللہ کا بھیجا ہوا آخری نبی مانتا ہے اور ان پر نازل کی گئی کتاب

جو کہ آخری کتاب ہے اس پر ایمان لاتا ہے، پڑھتا ہے، سمجھتا ہے اور پھر سختی سے اس پر عمل کرتا ہے۔ مسلمان کی شان، عادات ، اعمال اور اعتقادات اس قدر بہترین ہیں کہ جو دیکھتا ہے تعریف کیے بغیر اور اثر لیے بغیر نہیں رہتا۔ سچا اور پکا مسلمان کبھی کوئی غلط کام نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام کو ہر وقت اور ہر صورت سے اچھی طرح دیکھ رہا ہے اور اس کا انصاف اتنا بہترین ہے کہ ہر اچھے کو ٹھیک اور اچھا بدلہ ملے گا اور ہر برے کو برا بدلہ ملے گا۔ کسی کے ساتھ ہرگز کوئی بے انصافی نہ ہوگی۔ اب مذکورہ سورت کے متن، ترجمہ اور تشریح کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اللہ کی رحمتیں قرآن کی صورت میں

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾

حٰمٓ (1) یہ کتاب اللہ رحمن ورحیم کی طرف سے اتری ہے۔ (2) ایسی کتاب جس کی آیات معنی کے لحاظ سے بڑی واضح ہیں، یہ قرآن عربی (زبان) میں ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو علم رکھتے ہیں۔ (3) یہ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں۔ (4) اور کہنے لگے کہ جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردہ میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے (بہرے ہیں) ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے۔ تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں''۔ (5)

تشریح: ان آیات میں خدائے واحد کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ رحم کرنے والا بے حد مہربان ہے۔ اس نے انسانوں پر مہربانی کی کہ ایک کتاب جو ہر طرح سے مکمل اور بہترین کتاب ہے انسانوں کی بہتری، آسانی اور کامیابی کے لیے بہترین راہنما اصول بنا کر انسانوں کو وقت پر خبردار کر دیا ہے کہ جو اس کے بتائے ہوئے راستوں کو اختیار کرے گا۔ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوگا اور جو اس سے دور رہے گا وہ دنیا و آخرت میں سزا پائے گا ناکام ہوگا۔ عرب لوگوں کی سہولت کے لیے قران پاک ان کی مادری زبان عربی میں نازل کیا گیا اور بے حد آسان زبان، آسان مضمون اور آسان الفاظ میں نازل کیا گیا ہے۔ لیکن ہر دور مین نالائق ہٹ دھرم اور بے وقوف لوگ موجود ہوتے رہے، ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے جو قرآن کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے بلکہ صاف کہتے ہیں کہ ہم سننے سمجھنے کے لیے نہ تیار ہیں اور نہ ہی ہمارے دل ودماغ اس کو ماننے کے لیے تیار ہیں۔ لہٰذا ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ ہے سو تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ (آیت 5:) ایسے ہی لوگ بدنصیب ہوتے ہیں جو اللہ کی رحمتوں سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں اور دنیاوی چکا چوند میں پھنسے رہتے ہیں۔ اور اسی

کونجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ علم وحکمت پیغمبروں کی میراث ہے، اور مال وزر فرعون وقارون کی۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)
دنیا کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آخرت پر دھیان دینا ضروری ہے۔

اللہ کا حکم نبی ﷺ کی زبانی

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ
وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿٨﴾ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ ع ١ 15
الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ
فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿١٠﴾ ثُمَّ اسْتَوٰٓى
اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا
طَآئِعِيْنَ ﴿١١﴾ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا وَزَيَّنَّا
السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿١٢﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ
اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿١٣﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿١٥﴾
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا
الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾ ع ٢ 10 16

"کہہ دو کہ میں بھی آدمی ہوں جیسے کہ تم۔ ہاں مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود اللہ واحد ہے تو سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو اور اسی سے مغفرت مانگو اور مشرکوں پر افسوس ہے۔ (6) جو زکوۃ نہیں دیتے اور آخرت کے بھی قائل نہیں۔ (7) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے ایسا ثواب ہے جو ختم ہی نہ ہو۔ (8) کہو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو جس

نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔ اور بتوں کو اس کے جیسا بناتے ہو، وہی تو سارے جہانوں کا مالک ہے۔(9) اور اسی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی اور عیش و آرام کے تمام سامان پیدا کئے۔ اور یہ سب کچھ صرف چار دن میں اور تمام مخلوقات کے لیے برابر ہے۔(10) پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ خواہ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ انہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔(11) پھر دو دن میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کے کام کا حکم بھیجا اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں یعنی ستاروں سے سجایا اور شیطانوں سے محفوظ رکھا۔ یہ زبردست اور خبردار کے مقرر کئے ہوئے اندازے ہیں۔(12) پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو کہہ دو کہ "میں تم کو ایسی چنگھاڑ کے عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر چنگھاڑ کا عذاب آیا تھا۔(13) جب ان کے پاس پیغمبران کے آگے اور پیچھے سے آئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتار دیتا، سو جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔(14) جو عاد تھے وہ ناحق ملک میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے رہے۔(15) تو ہم نے بھی ان پر نحوست کے دنوں میں زور کی ہوا چلائی تاکہ ان کو دنیا کی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی ذلیل کرنے والا ہے اور اس روز ان کو مدد بھی نہ ملے گی۔(16) اور ثمود کو ہم نے سیدھا راستہ دکھا دیا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں کڑک نے ان کو آ پکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا۔(17) اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کو ہم نے بچا لیا"(18)

تشریح: ان آیات کو پڑھنے سے مسلمان کے خصوصی اعتقادات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ معلوم ہو جاتا ہے کہ رسول کو عام انسانوں پر فوقیت کیوں دی گئی۔ اس لیے کہ وہ انسانیت کی بہترین مثال ہوتا ہے۔ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا پیغام بندوں تک پہنچا دے۔ سب سے پہلے وہ اللہ کی وحدانیت کا حکم سناتا ہے وہ واحد اس لیے ہے کہ اس جیسا خالق، مہربان، منتظم، انصاف کرنے والا اور باخبر اور کوئی نہیں جن، بشر یا فرشتے کوئی بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اس کی بنائی ہوئی تمام مخلوقات بہترین، مکمل اور نقص سے پاک ہیں۔ مثال کے طور پر زمین کو ہی دیکھ لیں۔ یہاں اللہ غور و فکر کرنے والوں کے لیے کچھ ہلکے پھلکے سائنسی نکات کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں مثلاً زمین کی پیدائش اللہ کے معیار کے مطابق دو دن میں ہوئی یہ دو دن ہمارے 48 گھنٹوں کے دنوں کے برابر نہیں بلکہ بقول قرآن اللہ کا ایک دن ہمارے کئی ہزار سالوں کے برابر ہے اس کا ذکر بہت دفعہ ہو چکا ہے۔ مثلاً: سورۃ السجدہ آیت 05، سورۃ الحج آیت 47، سورۃ المعارج آیات ایک تا 07 اللہ کے دن کی وضاحت کرتی ہیں مطلب تو صرف یہ ہے کہ زمین کا پیدا کرنا اس کو ایک خاص شکل دینا اور اس کا گردش کرنا اور زمین میں بے بہا خصوصیات کا موجود ہونا، یہ سب صرف اللہ کی ہی حکمت اور قدرت ہے کوئی شخص ایک ریت کا ذرہ بھی اپنی قدرت سے پیدا

نہیں کرسکتا۔ یہ سب کچھ جان کر بھی اکثر بے عقل انسان اللہ کو ایک ماننے سے انکار کرتے ہیں بلکہ اس کے سوا کئی دوسرے معبود بنا کر ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ان سے مصیبت میں مدد مانگتے ہیں جب کہ یہ کام ہرگز نامناسب، کفر اور شرک ہے۔ کوئی ایسے لوگوں سے پوچھے کہ خود ان کو اللہ نے پیدا کیا پھر ان کی پرورش کیلئے یہ کائنات اور بے شمار نعمتیں اور برکتیں پیدا کر دیں۔ ہر شخص چاہے وہ کافر ہو، مسلمان ہو، عیسائی ہو یا مشرک، اللہ اپنی یہ تمام نعمتیں اور برکتیں ہر ایک کو برابر دیتا رہتا ہے۔ یہ نہیں کرتا کہ یہ مجھے چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے تو چلو اس کو زندگی نہ دو، اولاد نہ دو، کھانے پینے کو نہ دو، ہوا، روشنی اور پانی نہ دو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی یہ وسیع وعریض زمین اور اس میں پیدا ہونے والی ہر نعمت ہر انسان کو برابر ملتی رہتی ہے۔ مگر انسان ہی بے وقوف، ناقدر شناس اور ناشکرا ہے کہ الٹی سیدھی حرکتیں کرتا رہتا ہے اور رسول کے بتائے ہوئے راستوں سے اعراض کرتا ہے۔ پھر اللہ کی قدرتوں کا ذکر کرتے ہوئے آسمانوں اور جہانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ رب العٰلمین یعنی وہ جہانوں کا رب ہے۔ موجودہ سائنس دان بھی اس نتیجہ پر اب پہنچا ہے کہ اس کائنات میں اس دنیا کے علاوہ بے شمار دنیائیں موجود ہیں۔ اس زمین کی حیثیت پوری کائنات میں ایک باریک ذرے کے برابر ہے کیونکہ ہمارا تعلق اس زمین سے بہت قریب ہے اس لیے صرف اسی کا ہی یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح آسمان بھی سات بنائے گئے ہیں جن میں ہمارا قریب ترین آسمان وہ ہے جس کو اللہ نے فرمایا کہ ستاروں سے سجایا گیا ہے۔ اس کے بارے میں سائنسی حقائق کی روشنی میں تفصیلات پچھلے اسباق میں گزر چکی ہیں۔

ایک بہت بڑی حقیقت کہ زمین کی تخلیق پہلے ہوئی اور آسمان کی بعد میں ہوئی جبکہ دوسری بڑی حقیقت کہ آسمان دھوئیں اور مختلف گیسوں کا مجموعہ ہے۔ تیسری بڑی حقیقت یہ بیان کی گئی کہ آسمان صرف یہ ہی نہیں جو ہمیں ستاروں سے بھرا ہوا چھت کی صورت میں نظر آتا ہے۔ چوتھی حقیقت یہ ہے کہ ہر آسمان کا علیحدہ علیحدہ کام ہے۔ جیسا کہ ہمارے آسمانِ دنیا میں حفاظت کے لیے کئی مختلف مفید قسم کی گیسوں کی بے شمار مضبوط تہیں بنائی گئی ہیں جو اپنا اپنا کام کرتے ہوئے ہمیں شہاب ثاقب کی بارش سے محفوظ کرتی ہیں اور اسی طرح بے شمار فضائی آفات سے بچا کر ہمیں مناسب ترین فوائد مہیا کرتی ہیں: مثلاً اوزون کی تہہ ہمیں سورج کی جلا دینے والی تپش سے بچا کر انتہائی مناسب روشنی اور گرمی مہیا کرتی ہے جو انسان کی بقا کے لیے بے حد ضروری ہے۔ آج سائنسدان ان گیسوں کو مختلف نام دیتے ہیں۔ مثلاً وہ یوں کہتے ہیں کہ یہ دھواں۔ کاربن ڈائی آکسائیڈ، نائٹروجن آکسیجن اور آبی بخارات کا آمیزہ ہے۔ جب کہ زمین کا سب سے پہلا ہوائی کرہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آبی بخارات پر مشتمل ہے اور یہ دونوں گیسیں دھوئیں کے اہم اجزاء ہیں۔ اس گیسی حالت سے ستاروں کے وجود میں آنے کا عمل اب بھی جاری ہے اور جاری رہے گا، اس گیسی عمل کو سائنسدان Nelulae یعنی ستاروں کے وجود میں آنے کا عمل کہتے ہیں۔ یہ تمام نظام کائنات بے حد پیچیدہ مگر انتہائی مناسب موزوں اور مستحکم ہے۔ اس میں ذرہ برابر فرق نہیں آسکتا۔ اللہ کے حکم کے

مطابق اور اس کے منظم منصوبے کے مطابق زمین و آسمان کو مل کر ایک کام پر لگنا تھا جس پر ان کو لگا دیا گیا اور اب قیامت تک وہ اس کام سے ہرگز کوتاہی، لاپرواہی یا سستی نہیں کر سکتے یہ اللہ کا ان کو حکم ہے جس کی نافرمانی وہ ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس سے اللہ کی حاکمیت اور قدرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر دلدار احمد قادری صاحب اس آسمان و زمین کے رابطہ کو کچھ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں اللہ کا تخلیقی منصوبہ یہ تھا کہ آسمان و زمین باہم مربوط رہیں۔ جیسا کہ فی الحقیقت یہ ہیں۔ زمین شمسی نظام کا حصہ ہے۔ جو خلاء میں سفر کر رہا ہے۔ اور ایسے کرنے کے دوران وہ کئی coments کے راستوں سے گزرتا ہے۔ اور یہ کہ وہ تمام مادہ جو اللہ نے پیدا کیا ہے ان قوانین کی پیروی کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کئے ہیں۔ (از کائنات قرآن اور سائنس) مندرجہ بالا آیات کافی مشکل آیات ہیں۔ میں نے ان کی وضاحت بڑے ہی عام الفاظ میں کی ہے۔ کیونکہ ان کی وضاحت یا پوری طرح تمام رازوں سے واقف ہونا ابھی تک بڑے بڑے سائنسدانوں کی عقل سے بھی پوشیدہ ہیں۔ جب کہ کائنات کے بارے میں مختلف ماہرین مثلاً کاسمولوجی، ایسٹروفزکس یا ایسٹرونومی کے ماہرین دن رات تحقیقات اور تجربات میں مصروف ہیں۔ کچھ معلومات بڑے دلچسپ انداز میں ڈاکٹر دلدار احمد قادری صاحب نے لکھی ہیں ملاحظہ ہو:

Horizons by Michael A. Seeds - Page 386"

زمین ابتدا میں Protoplanet (زمین کی ابتدائی شکل) کے طور پر ظہور میں آئی۔ یہ مندرجہ ذیل چار مدراج سے گزر کر موجودہ شکل تک پہنچی: پہلا مرحلہ ''تفریق'' (Differentiation)

یہ مرحلہ زمین کے ابتدائی طور پر وجود میں آنے کے دوران یا فوراً بعد میں شروع ہوا۔ یہاں تفریق سے مراد زمین کے مادوں کا کثافت کے فرق کی بنیاد پر علیحدہ علیحدہ ہونا ہے۔ اس مرحلے کے دوران زمین کے بھاری عناصر لوہا اور نکل زمین کے مرکز میں جمع ہوئے اور ہلکے مادے سلیکیٹس (Silicates) باہر کی طرف تیرتے ہوئے اٹھے اور سطح پر آ گئے انہوں نے بالآخر ٹھوس حالت اختیار کر کے ایک پتلی تہہ کی شکل اختیار کی اس تہہ کو قشر (Crust) (زمین کا چھلکا) کہتے ہیں۔ چنانچہ تفریق کے مرحلے میں زمین بلند کثافت کے مرکز اور ادنیٰ کثافت کے قشر کی شکل میں متمیز ہوئی۔

گڑھوں کی تشکیل (cratering)

یہ مرحلہ قشر ارض کے ٹھوس حالت اختیار کرنے پر شروع ہوا۔ شمسی بادل (nebula Solar) میں موجود شہابوں کی بوچھاڑ سے قشر میں گڑھے بننے لگے۔ یہ عمل شمسی بادل کے چھٹنے تک جاری رہا۔ اس عمل میں زمین کے قشر میں اونچ نیچ پیدا ہوئی یعنی نشیب و فراز ظاہر ہوئے۔

سیلاب اندازی (Flooding) یہ اس مرحلے میں زمین کے قشر میں بننے والے نشیب گڑھے (لاوا یا پانی یا دونوں سے

بھر گئے۔ جب تابکار عناصر (Radioactive elements) کے زوال (Decay) کے عمل نے زمین کے اندرونی حصہ کو گرم کیا تو اندر کا لاوا زمین کے قشر میں موجود زروں کے ذریعے عود کر باہر نکلنے اور گہرے نشیبوں میں جمع ہونے لگا۔ بعد میں جیسے جیسے کرہ ہوائی ٹھنڈا ہوا تو آبی بخارات کی تکثیف (Condensation) ہوئی اور وہ بارش کی شکل میں برسنے لگے پھر یہ پانی زمین کے قشر کے نشیبوں) گڑھوں (میں جمع ہوا اور اس نے ابتدائی سمندروں کی تشکیل کی۔

سطح کا سست رو ارتقاء (Slow Surface Evolution)

زمین کی سطح آہستہ آہستہ تبدیلی کے عمل سے گزرتی ہوئی کوئی 3.5 ارب سالوں میں موجودہ شکل تک پہنچی۔ کئی عوامل (Factors) ہیں جنہوں نے زمین کی سطح کو موجودہ شکل تک لانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ قشر زمین بڑے بڑے قطعوں (Sections) پر مشتمل ہے جو حرکت میں ہیں اور آپس میں باہمی عمل (Interaction) کرتے رہتے ہیں۔ قشر زمین کی قدیم تر تاریخ تو معلوم نہیں لیکن تقریباً 250 ملین سال 25) کروڑ سال (قبل آج کے تمام براعظم (contenents) آپس میں جڑے ہوئے اور ایک ہی قطع کی شکل میں تھے جسے پنگایا (Pangaea) کہتے ہیں۔ 25 کروڑ سال قبل زمین کے قشر کے نیچے کے حصے (Mantle) میں چلنے والی لہروں نے Pangaea کو دو قطعوں میں توڑ دیا۔ آگے چل کر ان قطعوں میں مزید تقسیمی عمل ہوا اور نئے قطعے وجود میں آئے اور سطح نے موجودہ شکل اختیار کی۔ پانی کے بہاؤ اور ہواؤں نے بھی زمین کی سطح کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ زمین کے قشر میں موجود قطعوں کے باہمی عمل کو Plate Tectonics کہا جاتا ہے اکثر پہاڑوں کی تشکیل اسی عمل میں ہوئی ہے۔ شروع میں زمین کا کرہ ہوائی زیادہ تر کاربن ڈائی آکسائید اور آبی بخارات پر مشتمل تھا۔ جیسے جیسے زمین کا درجہ حرارت گرتا گیا کرہ ہوائی کے بخارات بارش بن کر برستے رہے اور سمندروں کی جسامت بڑھتی گئی۔ کاربن ڈائی اکسائیڈ نے پانی میں حل ہو کر حل شدہ مرکبات کے ساتھ تعامل کر کے کاربونیٹس (carbonates) اور دوسرے (Mineral sediments) دھاتیں بنائیں۔ ہوا میں بڑی مقدار میں نائٹروجن گیس باقی رہ گئی۔ جب زمین 25 ارب سال کی ہوئی تو اس کا کرہ ہوائی میتھین (Methane) اور امونیا سے صاف ہو چکا تھا۔ زندگی کا آغاز زمین کی تشکیل کے ایک ارب سال کے اندر ہوا۔ شروع میں جو زندہ اشیاء وجود میں آئیں انہوں نے کرہ ہوائی کو کوئی خاص متاثر نہیں کیا۔ لیکن کوئی 33 ارب سال قبل جب پودوں میں ضیائی تالیف (Photosynthesis) کا عمل شروع ہوا تو کرہ ہوائی کی کاربن ڈائی آکسائیڈ اس عمل میں استعمال ہونے لگی۔ اس عمل میں آکسیجن گیس پیدا ہوتی ہے۔ اس آکسیجن کے ہوا میں خارج ہونے سے ہوا میں آکسیجن کی مقدار بڑھی۔ آج ہوا میں کوئی 21 فیصد آکسیجن گیس ہے اور 18 فیصد نائٹروجن ہے۔ باقی دوسری گیسیں ہیں جیسے ارگن، کاربن ڈائی آکسائیڈ وغیرہ۔ (از کائنات قرآن اور سائنس)

یہ سب کچھ قرآن کے حکم کے مطابق ہے کہ کائنات میں غور و فکر کرو۔ ماہرین فلکیات و سائنسدان دن رات نئی نئی دریافتوں اور

کائنات کے رازوں پر سے پردہ اٹھانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔کبھی ٹھیک اور کبھی غلط نتائج سامنے آتے رہتے ہیں۔ جبکہ قرآن پاک کے بتائے ہوئے راز اور بے شمار طبی سائنسی حقائق کی طرف کئے گئے اشارات بالکل سچ اور نہ بدلنے والے ہیں۔انسان لگا ہوا تو ضرور ہے لیکن اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات کے راز انتہائی معمولی حد تک جان سکے ہیں۔اور جو جان سکے ہیں ان میں بھی اکثر غلط ثابت ہوتا ہے مثلاً سورج کا ٹھہرے رہنا۔جب کہ قرآن نے صاف الفاظ میں بتا دیا ہے کہ سورج اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے۔اب سائنسدان بھی اس سے متفق ہو گئے ہیں۔اسی طرح بہت سی بنیادی حقیقتیں قرآن پاک میں چودہ سو سال پہلے بتائی جا چکی ہیں۔اور یہی حقیقتیں قرآن کے سچ ہونے، نبی کے اللہ کا رسول ہونے اور اللہ کے واحد لاشریک ہونے کے پکے ثبوت ہیں۔حیرت کی بات ہے اتنا کچھ صاف صاف جان لینے کے بعد بھی ہمیشہ سے لوگ اللہ کا انکار، نبی کا انکار اور قرآن کا انکار کرتے چلے آ رہے ہیں۔تو ایسے نافرمان لوگوں کے برے انجام سے تاریخ بھری پڑی ہے۔بے شمار قوموں نے اللہ کا انکار کیا خراب اور ناشکری کی زندگیاں گزار دیں اور پھر اللہ کے عذاب کا شکار ہو کر دنیا سے ذلیل وخوار ہو کر رخصت ہوئے اور اس وقت قوم عاد اور ثمود کی مثال دی گئی ہے مگر آج کل کئی قومیں اسی ذلت وخواری کا شکار ہو چکی ہیں۔ابھی حال ہی میں بہت بڑے ملک روس کا انجام ہمارے سامنے ہو چکا ہے۔مسلمان بھی جب تک اللہ کی پوری فرمانبرداری کرتے رہے۔پکے اور سچے مسلمان بنے رہے اللہ نے ان کے لیے فرمایا ہے کہ ہم نے ان کو بچا لیا جو ایمان لائے تھے اور بچ کر چلتے تھے۔(آیت (18) مگر جو ایمان نہ لائے یا ایمان تو لے آئے مگر سچا اور پکا ایمان نہ لائے تو ان کے لیے اگلی آیات آنکھیں کھول کر چلنے اور محتاط راستے اختیار کرنے کے لیے کافی زیادہ بڑی خبر کا درجہ رکھتی ہیں۔کیونکہ ان میں نافرمان لوگوں کی سخت سزاء کا ذکر بڑی وضاحت سے کیا گیا ہے۔اور یہ اللہ کی طرف سے بہت بڑی سہولت ہے انسان کے لیے کہ اللہ خبردار کر رہا ہے بار بار خبردار کر رہا ہے کہ اس زندگی کو کھیل نہ سمجھو۔اس کو اچھی طرح گزارو کیونکہ اس زندگی کے ایک ایک لمحے کا حساب لیا جائے گا اور اس آنے والی زندگی میں اس کا انعام یا سزا بھی ضرور دی جائے گی۔تو ملاحظہ ہو۔

حشر کے میدان کی تصویر کشی یعنی حالات

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ
سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ
قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢١﴾ وَمَا
كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ
اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ

فَاَصۡبَحۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنۡ يَّصۡبِرُوۡا فَالنَّارُ مَثۡوًى لَّهُمۡ‌ ۚ وَاِنۡ يَّسۡتَعۡتِبُوۡا فَمَا هُمۡ
مِّنَ الۡمُعۡتَبِيۡنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضۡنَا لَهُمۡ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوۡا لَهُمۡ مَّا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَحَقَّ
عَلَيۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِىۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ‌ ۚ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿۲۵﴾ ع 17
وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَالۡغَوۡا فِيۡهِ لَعَلَّكُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيۡقَنَّ
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا عَذَابًا شَدِيۡدًا ۙ وَّلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ
اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ‌ ۚ لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ‌ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيۡنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا
مِنَ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۲۹﴾

"اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے تو ترتیب وار کر لیے جائیں گے۔(19) یہاں تک کہ جب ان کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے کان، آنکھیں چمڑے اور دوسرے اعضاء ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے۔(20) اور وہ اپنے چمڑوں یعنی اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی؟ وہ کہیں گے کہ جس اللہ نے سب چیزوں کو بولنے کی طاقت دی ہے اسی نے ہم کو بھی بولنے کی طاقت دی ہے۔ اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔(21) اور تم اس بات کے خوف سے پردہ نہ کرتے تھے کہ تمہارے کان، آنکھیں اور چمڑے تمہارے خلاف شہادت دیں گے بلکہ تم یہ خیال کرتے تھے کہ اللہ کو تمہارے بہت سے عملوں کی خبر ہی نہیں۔(22) اور اسی خیال نے جو تم اپنے رب کے بارے میں رکھتے تھے تم کو ہلاک کر دیا اور تم خسارہ پانے والوں میں ہو گئے۔(23) اب اگر یہ صبر کریں گے تو بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر توبہ کریں گے تو ان کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔(24) اور ہم نے شیطانوں کو ان کا ہم نشین کر دیا تھا تو انہوں نے ان کے اگلے اور پچھلے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائے اور جنات اور انسانوں کی جماعتیں جو ان سے پہلے گزر چکیں ان پر بھی اللہ کے عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا بیشک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔(25) اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور جب پڑھنے لگیں تو شور مچا دیا کرو تا کہ تم غالب رہو۔(26) سو ہم بھی کفار کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے اور ان کے برے اعمال کی جو وہ کرتے تھے سزا دیں گے۔(27) یہ اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے۔ یعنی دوزخ، ان کے لیے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے، یہ اس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔(28) اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب جنوں اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا ان کو ہمیں دکھا دے کہ ہم ان کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں۔(29)

تشریح: ان آیات میں تمام انسانوں کو ایک بہت بڑا راز اور ایک بہت بڑی خبر بڑے واضح الفاظ میں دے دی گئی ہے۔ تاکہ لوگ خبردار ہو جائیں اور جہنم کے دردناک عذاب سے بچ سکیں۔ اور پھر میدان حشر میں دوبارہ زندہ ہو کر اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا بظاہر ممکن نہیں لگتا مگر قران پاک میں اور احادیث میں بے شمار مرتبہ اس بات کا یقین دلایا گیا ہے۔ پھر انصاف کو برقرار رکھنے کے لیے یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ ہر شخص کے جسم کا ہر عضو خود انسان کے خلاف گواہی دے گا اور ان اپنے اعمال نامے کی فلم بھی اپنی آنکھوں سے خود دیکھ سکے گا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ان کے کان، آنکھیں چمڑے اور دوسرے اعضاء ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے'' (آیت:20) قرآن وحدیث کے علاوہ مادی اور سائنسی علوم بھی اس بات کی گواہی دے رہے ہیں۔ جیسا کہ سلطان بشیر محمود صاحب اس کی وضاحت بڑے خوبصورت انداز سے کرتے ہیں لکھتے ہیں: خالقِ کائنات نے کسی بھی چیز کو شعور اور زندگی کے بغیر پیدا نہیں کیا۔ اور انسانی خلیہ اپنی تخلیق میں دراصل نہایت چھوٹے پیمانے پر انسان ہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی انسان کی پوری زندگی کا ایک ایک واقعہ اس کے بدن کے ذرات میں جاگزیں ہوتا رہتا ہے۔ قیامت کے دن جسم کے یہی پوشیدہ خلیات زندہ کر دیے جائیں گے اور یہی ہمارے خلاف گواہ ہوں گے۔ مزید لکھتے ہیں: اب یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری زمین پر ہر سکینڈ باہر کی فضا سے اربوں کھربوں تابکاری کے ذرات برستے رہتے ہیں اور وہ اس قدر طاقت ور ہیں کہ ان میں سے کچھ ہماری زمین کا جگر چیر کر اس سے اس طرح آر پار ہو جاتے ہیں جس طرح روشنی صاف شفاف شیشہ سے گزر جاتی ہے۔ یہ تابکار شعائیں زمین پر ہونے والے تمام حالات واقعات کا ریکارڈ تیار کر رہی ہیں۔ مستقبل قریب میں یہ ممکن ہوگا کہ سائنسدان ان ریکارڈوں کا کھوج لگا سکے اور ان کے اندراج کو پڑھ سکے اور زمین ایک کھلی کتاب کی طرح بولنا شروع کر دے۔ اس لیے قرآن حکیم میں یہ جو بتایا گیا ہے کہ روز جزاء کو انسانی جسم کے اجزاء اس کے اعمال اور خیالات پر شاہد ہوں گے ایک قابل سمجھ سائنسی حقیقت بھی ہے اور وقت آنے پر یہ سب کچھ ظاہر ہو جائے گا مگر اس وقت سزا ملنی ضروری ہو چکی ہوگی کیونکہ اسوقت نہ سفارش چلے گی نہ مال و دولت کام آئے گا اور نہ ہی توبہ قبول کی جائے گی۔ (از قیامت اور حیات بعد الموت)

ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم بھی کفار کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے اور ان کے برے اعمال کی جو وہ کرتے تھے سزاء دیں گے (آیت 27) تو یہ ہیں غیب کی باتیں اور مستقبل کی خبریں جو بڑے اچھے وقت پر بار بار بتادی گئی ہیں پھر بھی لوگ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے اور کفر و شرک اور برائیوں کی زندگیاں گزارتے ہیں۔ مگر جو لوگ نیک راہیں اختیار کرتے ہیں وہ ہمیشہ فائدے میں رہیں گے۔ سائنس آج ان نتیجوں پر پہنچی ہے جن کی اسلام نے پہلے ہی نشاندہی کر دی تھی۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ انسان سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اللہ کا انکار کرتا ہے تو پھر سوائے نقصان کے اس کو اور کیا مل سکتا ہے۔ لیکن جو لوگ اللہ کو مانتے ہیں ان کا ذکر قرآن میں یوں کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ایمان والوں کے درجات

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَنْ
أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي
الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ
حَمِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٣٥﴾ وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ
مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٦﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن
كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے خوشی مناؤ۔(30) ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں، اور وہاں جس چیز کو تمہارا دل چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہو گی۔(31) یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔(32) اور اس شخص سے اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔(33) بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی تو سخت کلامی کا ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو۔ ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست بن جائے گا۔(34) اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔ اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والے ہوتے ہیں۔(35) اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو بیشک وہ سنتا جانتا ہے۔(36) رات اور دن، سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تو لوگو! نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ صرف اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔(37)

تشریح: مندرجہ بالا آیات میں پکے اور سچے مسلمانوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ جنت کی تعریف کیا کریں! جنت ایسے بہترین پرسکون اور پرآسائش باغات اور محلات کی جگہ ہے کہ جس کی مثال دنیا میں نہیں دی جا سکتی کیونکہ وہ اللہ کا دیا ہوا

انعام ہے وہاں فرشتے رحمتیں اور برکتیں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ وہ ایسی طلسماتی جگہ ہے کہ جو سوچا وہ پالیا۔ مگر جنت کو حاصل کرنے کے لیے بڑی سخت محنت، خلوص محبت اور قربانی کی ضرورت ہے۔ یہ جس قدر زیادہ ہوگا انعام اسی قدر زیادہ بہترین ہوگا۔ اس کا حاصل کرنا کوئی بہت زیادہ دشوار بھی نہیں اللہ کو مان لینا اس کے احکامات کو مان لینا اور صرف اسی کی ہی عبادت کرنا محض حصول جنت ہی کا باعث نہیں بلکہ دنیاوی زندگی میں بھی سکون کا باعث بنتا ہے۔

ان آیات میں کچھ اخلاقی ہدایات بھی دی گئی ہیں مثلاً برائی کا جواب برائی سے نہیں بلکہ صبر وسکون سے اچھائی میں دو۔ ایک روایت میں ہے کہ ''محمد ﷺ نے دیکھا ایک شخص غصہ میں آپے سے باہر ہوگیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسی حالت میں اعوذ باللہ پڑھ لیا کرو''۔ (مشکوٰۃ) پھر توحید پر پوری طرح قائم رہنے کا سبق دیا گیا ہے۔ شرک کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا ظلم کہا ہے۔ کیونکہ اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں بلکہ خود ہماری زندگیوں میں سکون، ترتیب اور حسن وخوبی تب ہی پیدا ہو سکتی ہے جب ہم ایک سب سے بڑے ارفع واعلیٰ، مضبوط ترین رب العلمین کو اپنا مالک وآقا مان کر صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسی کے سامنے جھکیں اور اسی سے ہر طرح کی مدد مانگیں۔ بجائے اس کے کہ اس کی پیدا کردہ چیزوں کو معبود بنا بیٹھیں اور بجائے یکسو ہو کر مطمئن زندگی گزارنے کے اِدھر اُدھر بھٹکتے پھریں دنیا بھی خراب اور آخرت تو بہت ہی خراب کر لیں۔ اسی لیے شرک کو خود اپنے اوپر ظلم کرنے کا درجہ دیا گیا ہے جو کہ ہر لحاظ سے نقصان کی بات ہے۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ دین اسلام کی بنیاد ہی توحید پر ہے۔ جیسا کہ سورۃ لقمان میں سب سے پہلی نصیحت ان الفاظ میں کی گئی ہے: اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا، یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ جو لوگ اللہ پر پکا یقین رکھتے ہیں۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں نیک عمل کرتے ہیں۔ حسن سلوک اور درگزر کو اپنی زندگی کا معیار بناتے ہیں۔ وہی اللہ کے مقبول ترین بندے ہوتے ہیں اور آخر میں توحید کی تاکید دوبارہ کی گئی ہے۔ اللہ کی پیدا کردہ کسی چیز کو سجدہ نہ کرو بلکہ صرف اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں (تمام کائنات مخلوقات) بنایا اگر تم اسی (اللہ) کی عبادت کرتے ہو''۔ (آیت 37) اگلی آیت میں سجدہ ہے۔

غرور کی ضرورت نہیں سجدہ ہی بہترین ہے

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۩ ﴿۳۸﴾
وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ
الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا
يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا
شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ

عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ مَا
يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ
يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ ع 12/19
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾

''اگر یہ لوگ سرکشی کریں تو اللہ کو بھی ان کی پرواہ نہیں جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور کبھی تھکتے ہی نہیں۔(38) اور اے بندے یہ اسی کی قدرت کے نمونے ہیں کہ تو زمین کو دبی ہوئی یعنی خشک دیکھتا ہے۔ جب ہم اس پر پانی برسادیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھولنے لگتی ہے تو جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔(39) جو لوگ ہماری آیتوں میں کجراہی کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں، بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن وامان سے آئے؟ تو خیر جو چاہو سو کرلو۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔(40) جن لوگوں نے نصیحت کو نہ مانا جب وہ اُن کے پاس آئی اور یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔(41) اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے یہ دانا اور خوبیوں والے اللہ کی اتری ہوئی ہے۔(42) تم سے وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے اور پیغمبروں سے کہی گئی تھیں۔ بیشک تمہارا رب بخش دینے والا بھی ہے اور عذاب الیم دینے والا بھی ہے۔(43) اور اگر ہم اس قران کو غیر زبان (یعنی عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان) میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں ہماری زبان میں کھول کر بیان کیوں نہیں کی گئیں۔ عجیب بات ہے کہ قرآن تو عجمی اور مخاطب عربی۔ کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے یہ ہدایت اور شفا ہے جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں نقص یعنی بہرا پن ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کے برابر ہے۔ نقص کی وجہ سے گویا ان کو دور سے آواز دی جاتی ہے۔(44) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے رب کی طرف سے پہلے سے ایک بات ٹھہر نہ چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور یہ اس قرآن سے الجھ رہے ہیں۔(45) جو نیک کام کرے گا تو اپنے لیے اور جو برے کرے گا تو ان کا نقصان بھی اسی کو ہوگا۔ اور تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔(46)

تشریح: سب سے پہلے تو صرف اللہ کے آگے سجدہ کرنے کی اہمیت بتائی گئی ہے جیسا کہ سورہ الفاتحہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے کہ کسی کے آگے جھک جانے کا مطلب یہ ہے کہ خود کو ہر طرح سے عاجز اور کم تر سمجھ لینا اور جس کے آگے جھکے اس کو ہر ہر

صورت سے اپنا مالک، برتر اور مشکل کشا سمجھ لینا۔ جیسے بچہ ماں کا ہی محتاج ہوتا ہے۔ سمجھ دار انسان خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ سہارا لیتے ہوئے سہارا کس قدر مضبوط اور معقول ہونا چاہیے۔ جو لوگ اپنی پیدائش کے معجزانہ عمل کو غور سے دیکھتے ہیں ان کو یہ بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ دنیا کی ہر چیز اور تمام مخلوقات ہر صورت صرف اللہ ہی کی محتاج ہے اس لیے اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے نبی کے بتائے ہوئے پیغامات پر عمل کرنے سے خود ان کا اپنا ہی فائدہ ہے۔ اللہ کو ان کے سجدوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنے کے لیے تو بے شمار فرشتے موجود ہیں۔ اس کو ہم بندوں کی عبادت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس نے ہماری راہبری کے لیے ہمیشہ پیغمبر بھیجے جنہوں نے یہی پیغام دیا کہ صرف اللہ ہی کو اپنا آقا اور معبود مانو۔ یہ چھوٹی سی بات جس کی سمجھ میں آ جاتی ہے وہ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں حاصل کر لیتا ہے اور جب ایک بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا صرف وہ اللہ ہی ہے جو بے حد مضبوط قدرت والا، بے حد رحم کرنے والا اور سخت حساب لینے والا، ہر وقت ہمارے کام کو دیکھنے والا بلکہ ہماری نیتوں، ارادوں اور منصوبوں سے بھی وہ بڑی اچھی طرح واقف ہے اور دنیا و آخرت میں ہمارے حساب کتاب کر کے بدلہ دینے کے ایسے بہترین اور پکے بندوبست اس نے کر رکھے ہیں کہ ہر شخص جب دوبارہ زندہ ہو کر اس کے سامنے پیش ہوگا تو اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور یوں کسی شخص کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی ہرگز نہ ہو سکے گی۔ اللہ بے حد مہربان ہے اور بے حد سخت بھی ہے۔ اگر بار بار نصیحت کا اثر بندوں پر نہ ہو تو پھر ایسے لوگ ہرگز اللہ کی پکڑ سے بچ نہ سکیں گے۔ اور جو لوگ سیدھی راہ اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تو وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ بس زندگی یہی ہے ''کھاؤ پیو اور عیش کرو''۔ ہمیں اللہ نے بہت بڑے مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور ہمارا مر جانے کے بعد اللہ کے سامنے پیش ہونا اسی طرح اٹل اور سچ ہے جس طرح ہمارے سامنے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلات بہت اچھی طرح بیان کی جا چکی ہیں۔ توحید پر ایمان لانے کی ہی یہ برکت ہے کہ مسلمان اس قدر، بہادر، بے خوف، مضبوط اور کامیاب شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ کفار و مشرکین حیران ہوتے ہیں اور فی زمانہ اس کھوج میں لگے ہوئے ہیں کہ آخر کون سی ایسی بات قرآن پاک میں بتائی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمان ناقابلِ تسخیر ہیں۔ قرآن پاک میں صاف صاف اللہ نے فرمایا ہے کہ ''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں''۔ (سورۃ حم السجدہ آیت:31)

تو سوچنے کی بات ہے جس کا دوست اس قدر عظیم و کبیر، حی و قیوم، رحمن و رحیم اور خالق کون و مکان ہو اس کو بھلا کس کا ڈر خطر یا پریشانی ہو سکتی ہے۔ علامہ اقبال مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(اقبال)

اِلَيْهِ يُرَدُّ

قیامت کا علم اللہ کے پاس

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

''قیامت کے علم کا حوالہ اسی کی طرف دیا جاتا ہے یعنی قیامت کا علم اسی کو ہے۔ اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ پیدا کرتی ہے۔ مگر اس کے علم سے اور جس دن وہ ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں تو وہ کہیں گے کہ ہم تجھ سے عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو ان کی خبر ہی نہیں۔ (47) اور جن کو پہلے وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لیے کوئی خلاصی نہیں۔'' (48)

تشریح: جب ایک بندہ یہ جان لیتا ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا صرف وہ اللہ ہی ہے جو بے حد مضبوط قدرت والا، بے حد رحم کرنے والا اور سخت حساب لینے والا، ہر وقت ہمارے کام کو دیکھنے والا بلکہ ہماری نیتوں، ارادوں اور منصوبوں سے بھی وہ بڑی اچھی طرح واقف ہے اور دنیا و آخرت میں ہمارے حساب کتاب کر کے بدلہ دینے کے ایسے بہترین اور پکے بندوبست اس نے کر رکھے ہیں کہ ہر شخص جب دوبارہ زندہ ہو کر اس کے سامنے پیش ہوگا تو اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا اور یوں کسی شخص کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی ہرگز نہ ہو سکے گی۔ اللہ بے حد مہربان ہے اور بے حد سخت بھی ہے۔ اگر بار بار نصیحت کا اثر بندوں پر نہ ہو تو پھر ایسے لوگ ہرگز اللہ کی پکڑ سے بچ نہ سکیں گے۔ اور جو لوگ سیدھی راہ اختیار کرنا پسند نہیں کرتے تو وہ اس غلط فہمی میں نہ رہیں کہ بس یہی زندگی ہے ''کھاؤ پیو اور عیش کرو''۔ ہمیں اللہ نے بہت بڑے مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور ہمارا مر جانے کے بعد اللہ کے سامنے پیش ہونا اسی طرح اٹل اور سچ ہے جس طرح ہمارے سامنے مردہ زمین زندہ ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلات بہت اچھی طرح بیان کی جا چکی ہیں۔ توحید پر ایمان لانے کی ہی یہ برکت ہے کہ مسلمان اس قدر، بہادر، بے خوف، مضبوط اور کامیاب شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ کفار و مشرکین حیران ہوتے ہیں اور فی زمانہ اس کھوج میں لگے ہوئے ہیں کہ آخر کون سی ایسی بات قرآن پاک میں بتائی گئی ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمان ناقابلِ تسخیر ہیں قرآن پاک میں صاف صاف اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست تھے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست ہیں۔ (سورۃ حم السجدہ آیت 31) تو سوچنے کی بات ہے کہ جس کا دوست اس قدر عظیم و کبیر، حی و قیوم، رحمن و رحیم اور خالق کون و مکان ہو اس کو بھلا کس کے ڈر کا خطر یا پریشانی ہو سکتی ہے۔

انسان کی فطرت

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ
رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ
اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ
عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ
دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾

''انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تو تھکتا نہیں اور اگر تکلیف پہنچ جاتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے اور آس توڑ بیٹھتا ہے۔(49) اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہو اور اگر قیامت سچ مچ بھی ہو اور میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لیے اس کے پاس بھی خوشحالی ہے پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم ان کو ضرور جتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔(50) اور جب ہم انسان پر کرم کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو پھیر کر چل دیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے''۔(51)

تشریح: ان آیات میں انسانی فطرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عام طور پر میرے بندے مجھے اس وقت یاد کرتے ہیں جب ان کو کوئی مصیبت یا پریشانی پہنچتی ہے۔ ورنہ خوشی اور راحت کے حالات میں بندہ مجھ سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس حد تک غافل ہو جاتا ہے کہ تمام نعمتوں اور برکتوں کو اپنا ہی کمال سمجھنے لگتا ہے۔ سچے اور اچھے مسلمان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہر صورت میں اللہ کا شکر گزار رہتا ہے، تنگی پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی اور خوشی میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنا رہتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ تمام کرامات، احسانات اور مہربانیاں صرف اور صرف اس کے رب کی طرف سے ہی آتی ہیں کیونکہ مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا کارساز اور دینے والا رحیم و کریم ہے۔ پریشانی اور مصیبت میں گھبرانا مسلمان کا کام نہیں کیونکہ اللہ فرماتا ہے: ''اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ دیکھا جائے تو زندگی میں کامیاب و کامران ہونے کا زیادہ موثر نسخہ یہی ہے۔ زندگی تو راحت اور دکھ کا مجموعہ ہوتی ہے لیکن ایک مسلمان اللہ کی رضاء میں اس قدر ڈوب جاتا ہے کہ وہ اس زندگی کے دکھ سکھ سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور ہر صورت اللہ کا شکر ادا کرتا رہتا ہے۔

قرآن کریم کی حفاظت کے بعض دلائل

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾
سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ
اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ
مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

''کہو کہ بھلا دیکھوتو اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اس سے انکار کروتو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جوحق کی پرلے درجے کی مخالفت میں ہو۔(52) ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور خودان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ قرآن حق ہے۔کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز سے خبردار ہے۔(53) دیکھو یہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے شک میں ہیں۔سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے''۔(54)

تشریح: قرآن پاک کے سچ ہونے اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی بڑی پکی، سچی اور واضح نشانیاں اور ثبوت اللہ نے ان آیات میں بیان کئے ہیں۔ایسے ثبوت، ایسی نشانیاں کہ جن کو آنحضرت ﷺ نے بھی حق جانا اور موجودہ زمانے کے حکمائ، علماء، محدثین اور جدید سائنس کے ماہرین ان تمام پیش گوئیوں کو واضح الفاظ میں بیان کررہے ہیں جو 14 سو سال پہلے قرآن پاک میں بتائی گئی تھیں۔مثلاً۔اعضاء انسانی کا گواہی دینا اور زمین کا گواہی دینا سورہ یٰسین میں گزر چکا اور آنحضرت ﷺ نے اس کی یوں وضاحت کی کہ''زمین ہمارے اعمال پر شاہد ہے''۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم) اور پھر آیت 53 میں آیا ہے کہ (ہم عنقریب ان کو---آخر تک'') آج کے سائنس دان ان آیات واحادیث کو یوں ثابت کرتے ہیں کہ انگلیوں کے نشانات سے مجرم کو پکڑنا تو بہت پرانا ہو چکا آج کل تو بقول سلطان بشیر محمود صاحب انسانی ہڈیوں، بالوں، خون، رطوبت اور خلیوں کی مدد سے کسی مُردہ کے بارے میں حیرت انگیز حد تک معلومات حاصل کی جارہی ہیں۔مثلاً انسانی بال ہزاروں سال بعد بھی آدمی کی خصوصیات اور عادات کا راز اپنے اندر رکھتے ہیں۔مثال کے طور پر انیسویں صدی کے مشہور شاعر جان کیسٹ کے بالوں کے تجزیہ سے معلوم ہوا کہ وہ عادی افیونچی تھا۔مزید لکھتے ہیں: ایک انسان میں تقریباً دس ارب ایسے خلیے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے مالک کی ساری زندگی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔اگر ضرورت کے مطابق صحیح ماحول میسر ہوتو انسان کی موت کے لاکھوں سال بعد تک بھی وہ زندہ رہ سکتے ہیں''۔

مزید لکھتے ہیں: زمین کا ذرہ ذرہ بھی ایک کیمرہ ہے اور اس میں سے گزرنے والی تابکار شعاؤں سے ان کے اوپر

ہونے والے واقعات کی فلم بنتی جا رہی ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کمپیوٹر چپ کی مانند ہے۔ جس کو پڑھ کر کل کا سائنس دان زمین کی پوری تاریخ کا علم حاصل کر سکے گا۔ پھر لکھتے ہیں: کہ سورج سے جو گرمی اور روشنی زمین پر پہنچتی ہے اس سے وہاں ہونے والے ایٹمی دھماکوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ بیج سے اگنے والے درخت کے بارے میں معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ (از قیامت اور حیات بعد الموت)

جس قدر اوپر لکھا گیا ہے ایک ایک حرف اس آیات نمبر 53 کے بیان کے مطابق ہے اور یہی تمام نشانیاں قرآن کے حق ہونے کی دلیل ہیں کیونکہ اس قدر ٹھیک ٹھیک پیش گوئی انسان کے نفس اور کائنات کے بارے میں کوئی شخص ہرگز نہیں کر سکتا سوائے رب العٰلمین کے، کیونکہ وہی تو خالق ہے مالک ہے اور ہر ذرہ کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔ تمام چیزوں کو اپنے احاطہ میں کیے ہوئے ہے"۔ (آیت 54) اس پیارے رسول محمد ﷺ نے انسانوں کو خبردار کیا ہے کہ زمین سے ڈرو، اپنے جسم سے ڈرو، اپنے ماحول سے ڈرو، یہ سب قیامت کو تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جاننا چاہتے ہو کہ بھلائی کیا ہے؟ تو اپنے دل سے پوچھو۔ بھلائی وہ ہے جو روح کے لیے باعث اطمینان ہے اور دل کے لیے باعث مسرت ہے گناہ وہ ہے جو روح کو پشیمان کرتا ہے اور دل کو پریشان"۔ (احمد دارمی) یہ آیات اس قدر حیران کر دینے والی ہیں کہ ہم ان کو قرآن کا معجزہ کہہ سکتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے صادر ہوا۔ معجزہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ معجزات جو فطرت سے اوپر ہوں جو نبی اکرم ﷺ سے پہلے والے پیغمبروں کو دیئے گئے۔ دوسرا معجزہ انسان اور کائنات کے رازوں سے آگاہی جو قرآن پاک کی صورت میں آپ ﷺ کو بتائے گئے جن کا علم چودہ سو سال پہلے کسی بندے بشر کو ہرگز نہ تھا۔ اللہ نے اپنے پیارے بندے حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ قرآن کی برکت سے انسان تک پہنچائے۔ بیشک اس طریقہ سے قرآن کی سچائی، جامعیت اور اللہ کے واحد ہونے کا ثبوت بڑے واضح طور پر ملتا ہے۔ پھر کون سی چیز ہے جو ہمیں اللہ سے اور آخرت سے غافل کیے ہوئے ہے۔ جب کہ اللہ کا فرمان بار بار ہمیں مل رہا ہے۔ دیکھو یہ (اکثر لوگ) اپنے رب کے سامنے حاضر ہونے سے شک میں ہیں۔ سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے"۔ (آیت: 54)

خلاصہ سورۂ حم سجدہ

یہ سورت بھی قرآن کی سچائی، بہترین کتاب ہونے اور نبی اکرمؐ کے آخری نبی ہونے اور اللہ تبارک تعالیٰ کے واحد ہونے کے ثبوتوں سے دلیلوں کے ساتھ بھری ہوئی ہے۔ اور انسانی فطرت کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے کہ سب کچھ جان کر بھی اللہ پر یقین نہیں کرتا آخرت پر یقین نہیں کرتا۔ اس سورت کا ایک ایک حرف نصیحت، آگاہی اور علم و عرفان کا ترجمان ہے۔ ہم انسانوں پر یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ ہمیں جو بھی علم، جو بھی حقیقت اور جو بھی معلومات قرآن سے حاصل ہوں ہم ان کو بڑی

فراخدلی، خلوص اور محنت سے دوسروں تک پہنچائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ قرآن کی حقیقت سے واقف ہوسکیں۔ اس کے احکامات سے اپنی زندگیوں اور آخرت کو سنوار سکیں۔ کیونکہ نیکی کی راہیں ہی زندگی کو آسان کرکے بندے کو مضبوط اور کامل بناتی ہیں اور یہی راہیں ہمیں آخرت میں بھی جنت کا انعام دلوائیں گی۔ اللہ کو ہماری عبادت کی ضرورت نہیں بلکہ ہمیں خود ایک ایسے مضبوط، معقول اور اعلیٰ ترین سہارے کی ضرورت ہے کہ جو ہمیں دنیا کے غم وفکر اور آخرت کے عذاب سے نجات دلائے اور وہ سہارا ہے اللہ وحدہ لاشریک لہ کا جو بہترین سہارا ہے۔

خدا خود اٹھاتا ہے گر کر تو دیکھو
ہے تعمیر اخلاق و کردار سجدہ

لیفٹیننٹ محمد مختار احمد غازی (پاک بحریہ)

تعارف سورۃ الشوریٰ

یہ بیالیسویں سورت ہے اس میں 53 آیات اور 5 رکوع ہیں، حٰم سے شروع ہونے والی سورتوں میں سے تیسری سورت ہے۔ یہ سورت بھی قیام مکہ کے درمیانی دور کی ہے۔ اسی لیے اس میں بھی زیادہ تر توحید کی تعلیم دی گئی ہے اور کفار مکہ کے بڑے بڑے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ کیونکہ کفار مکہ کفروشرک میں بری طرح ڈوبے ہوئے تھے تو جب نبی اکرم ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس وقت کے رسم ورواج کے بالکل الٹ پیغام دیا تو وہ لوگ بڑے حیران پریشان اور مشکل میں پڑ گئے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے حضرت محمد ﷺ پر اعتراض کیا کہ یہ کیسے نبی بن گئے؟ تو اس کا جواب رب العزت نے اس طرح دیا کہ محمد ﷺ تمہارے درمیان چالیس سال سے رہ رہے ہیں تم جانتے ہو کہ یہ اُمی ہیں تو یہ جو اتنی علم وحکمت کی باتیں کرنے لگے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ باتیں وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہی ان کو بتا رہا ہے۔ اسی طرح جس طرح تم سے پہلے بے شمار رسول، پیغمبر اور نبی لوگوں کی ہدایت کے لیے آچکے ہیں۔ یہ اللہ کا اصول ہے۔ کہ وہ اپنی مخلوقات کے لیے جسمانی ضروریات کے ساتھ ساتھ روحانی ضروریات کا بندوبست بھی کرتا رہتا ہے۔ حضرت آدم سے لے کر محمد ﷺ تک پیغمبر یہی پیغام ہدایت لے کر آتے رہے کہ اللہ ایک ہے اس کو ماننے والا ہی دنیا وآخرت میں بھلائی حاصل کرسکتا ہے۔ اس پر کفار مکہ اور ہر زمانہ کے کفار ایک ہی اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے تو وہ اپنی قدرت سے سب کو مومن یعنی مسلم بنا دیتا۔ بات تو ٹھیک ہے ایسے ہونا کوئی مشکل کام نہیں۔ اللہ کی قدرتیں یہ کرسکتی ہیں لیکن جواب یہ دیا گیا ہے کہ قرآن تمام مخلوقات میں سے صرف جن اور انسان کے لیے ہدایت کی کتاب بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس کی وجہ کئی دفعہ بیان ہو چکی ہے۔ وجہ انسان کے شعور، عقل اور اختیار کا امتحان لینا ہے۔ تاکہ اس کے اعمال کے مطابق حساب کے دن اس کا انعام یا سزا دی جا

سکے۔ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا گیا ہے۔ ظاہر ہے بڑے عہدے بڑے مقام کے فرائض اور ذمہ داریاں بھی بڑی ہی ہوں گی۔ جو وحی کی روشنی میں اپنی عقل سے کام لے کر ہدایت کا راستہ اختیار کرے گا دوسروں کو بھی ہدایت دے گا وہی اللہ کا زیادہ پسندیدہ ہوگا اور خوب انعام پائے گا اور جو اس کے خلاف چل کر ذلت کا راستہ اختیار کرے گا وہ ذلت ہی پائے گا سیدھی سی بات ہے۔ اسی طرح نبی بن جانا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ بھی کسی خاص بندے پر ہی اللہ کی طرف سے خاص رحمت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کو نبوت کے لیے چن لیا گیا۔ انہوں نے اللہ کا پیغام جب لوگوں کو دیا تو ان پر کون سی ایسی مصیبت ہے جو نہ ڈھائی گئی ہو مگر وہ اللہ کے فضل و کرم سے اپنے کام پر ڈٹے رہے اور پھر خوب کامیاب ہوئے۔ دنیا سے ٹکرا گئے اور رشد و ہدایت کا چراغ پوری دنیا کے لیے جلا گئے۔

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

(الطاف حسین حالی)

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انہوں نے کیا پیغام دیا؟ اسی پیغام کی وضاحت جو اس سورت میں کی گئی ہے ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں: اس سورت میں تفرقہ سے بچنے، وحدتِ امت اور محبت و مروت کی ضرورت کے ساتھ ایمان، اعمال صالحہ، اقامت صلوۃ، انفاق فی سبیل اللہ عفو و درگزر اور اصلاح عامہ کی تلقین ہے۔ بے حیائی، گناہ اور ہر قسم کی برائی سے بچنے کا حکم ہے''۔ (از انوار القرآن) اور یہ تمام روشنی کی شعائیں کہاں سے پھوٹتی ہیں؟ پیغام حق سے اور حق کیا ہے؟ رب العلمین، رحیم و کریم، حی القیوم، قوی عزیز، بدیع السموت والارض اتنی زیادہ قدرتوں اور صفات کا مالک کہ اگر اس کے بارے میں لکھنے لگیں تو زندگی ختم ہو جائے مگر اس کی صفات پوری نہ لکھی جا سکیں۔ تو کیوں نہ اسی کو خالق و مالک اور معبود برحق چن لیا جائے۔

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

(الطاف حسین حالی)

(سبحان اللہ)

اللہ کا غلبہ، قدرت، دانائی اور رحم وکرم سب سے زیادہ ہے

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ لَهٗ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ
وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِيْمُ ۝۵ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ
بِوَكِيْلٍ ۝۶ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ
الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝۷ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً
وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۸ اَمِ اتَّخَذُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُـحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ وَمَا ع
اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ڰ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۱۰ فَاطِرُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ
فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۱۱ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۲ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا
وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا
تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ
اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ
بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۱۴ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ
وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ
اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۱۵

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ
غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝١٦ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝١٧ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ
مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝١٨ اَللّٰهُ
لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝١٩ ع 2/10/3

حم ۔(1) عسق ۔(2) اللہ غالب، دانا اسی طرح تمہاری طرف اور تم سے پہلے لوگوں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔(3) جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے وہ بلند مرتبہ رکھنے والا اور سب سے بڑا ہے۔(4) قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں ان کے لیے معافی مانگتے رہتے ہیں سن لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(5) اور جن لوگوں نے اس کے سوا رفیق بنا رکھے ہیں اللہ کو وہ سب یاد ہیں اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔(6) اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی میں بھیجا ہے تا کہ تم بڑے گاؤں یعنی مکہ کے رہنے والوں کو اور جو اس کے اردگرد رہتے ہیں ان کو رستہ دکھاؤ اور ان کو قیامت کے دن کا بھی جس میں کوئی شک نہیں خوف دلاؤ۔ اس روز ایک فریق بہشت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔(7) اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے (یعنی جو خود چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے) اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہے نہ مددگار۔(8) کیا انہوں نے اس کے سوا کارساز بنائے ہیں؟ کارساز تو اللہ ہی ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔(9) اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا' یہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔(10) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا وہی ہے اسی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے اور چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے اور اسی طرح تم کو پھیلاتا رہتا ہے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔(11) آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز سے واقف ہے۔(12) اس نے تمہارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا ہے جس کے اختیار کرنے کا نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی اے محمد ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا اور وہ یہ تھا کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، جس بات کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے۔(13) اور یہ لوگ جو الگ الگ ہوئے ہیں تو یہ

حق کے علم کے آ چکنے کے بعد آپس کی ضد سے ہوئے ہیں اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک مقررہ وقت تک کے لیے بات ٹھہر نہ چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور جو لوگ ان کے بعد اللہ کی کتاب کے وارث ہوئے وہ اس کی طرف سے شبہ کی الجھن میں پھنسے ہوئے ہیں۔(14) تو اے محمد اسی دین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا اور جیسا تم کو حکم دیا گیا ہے اسی پر قائم رہنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور کہہ دو کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا، ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں۔ اللہ ہم سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(15) اور جو لوگ اللہ کے بارے میں اس کے بعد کہ مومنوں نے اس کو مان لیا ہے جھگڑتے ہیں تو ان کے رب کے نزدیک ان کا جھگڑا لغو ہے۔ ان پر اللہ کا غضب اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔(16) اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی اور ترازو بھی یعنی شریعت اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔(17) جو لوگ اس (قیامت) پر یقین نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی مچا رہے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ دیکھو جو لوگ قیامت میں جھگڑتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔(18) اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ زور والا اور زبردست ہے۔(19)

تشریح: پہلی اور دوسری آیات میں حروف مقطعات ہیں۔ اس کے بعد رب ذوالجلال کی صفات کا ذکر ہے۔ توحید پر ایمان لانا انسان کے لیے بہترین راستہ ہے۔ کیونکہ یہی مبارک راستہ انسان کو زندگی کی تمام قباحتوں سے بچاتا ہے۔ انسان کو ایسا نظام حیات عطا کرتا ہے کہ جس کی وجہ سے عبادات، اخلاقیات، معاملات، حقوق اور تعزیرات کا ایک بہترین نقشہ انسان کے ہاتھ میں آ جاتا ہے۔ یہ نظام حیات انسان کو ظلم زیادتی، کفر و شرک، بے حیائی بدنظمی اور تمام غم، خوف اور پریشانیوں سے محفوظ کر دیتا ہے۔ اسی لیے قرآن کو بہت بڑی رحمت اور اسلام کو سلامتی کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کا کام بہترین انسانوں کے ذمہ لگایا گیا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بے شمار نبی پھر سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا گیا۔ سب نے سلامتی کے راستہ پر چلنے کی تاکید کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لیے نبی بنایا گیا اسی لیے فرمایا کہ تمہارے پاس قرآن عربی میں بھیجا ہے تاکہ تم بڑے گاؤں یعنی مکہ کے رہنے والوں کو اور جو اس کے گرد رہتے ہیں ان کو رستہ دکھاؤ۔ (آیت 7) جب ہم دنیا کا نقشہ دیکھتے ہیں تو جزیرہ نمائے عرب دنیا کے عین وسط میں واقع ہے۔ کیونکہ اللہ بڑی حکمت والا ہے وہ جانتا ہے کہ نبی اپنی قوم میں سے ہی ہونا چاہیے اور کتاب بھی اس قوم کی مادری زبان میں ہی ہونی چاہیے اور پھر دین کے اصول و قوانین اس قدر بہترین بنائے کہ حسن کردار، حسن اخلاق اور حسن معاملات کی خوبیوں کو دیکھ کر لوگ خود بخود دین اسلام کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ لیکن

اس راہ کو اختیار کرنے کے لیے خالص توحید پر قائم رہنا اور اس راہ میں آنے والی دشواریوں کا مقابلہ کرنا بہت ضروری ہے حالانکہ اللہ کی مدد تو شامل حال ہوتی ہی ہے۔ یہ وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے، فرماتا ہے: اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ (سورہ حج 40) اللہ کو ہماری مدد کی ہرگز ضرورت نہیں یہ تو ہمیں خوش کرنے کے لیے فرمایا ہے۔ حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں رشد و ہدایت دینے کا موقعہ دے تو یہ ہمارے اپنے لیے بہت بڑی سعادت اور خوشی کا مقام ہے کہ اس نے ہمیں اس نیک کام کی توفیق دی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا فرض بڑی اچھی طرح پورا کر دیا ہے اور اب یہ فرض ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے کہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے کیونکہ یہی راستہ امن و سلامتی کا راستہ ہے۔ آج ہماری حالت بہت خراب ہے مگر بعثت کے وقت اہل عرب کی حالت ہم سے کہیں زیادہ خراب تھی۔ کیونکہ اس وقت وہاں ہر قسم کی برائی، لڑائی جھگڑے، قتل، فساد، لوٹ مار، ظلم و ستم، جوا، شراب اور بت پرستی کا دور دورہ تھا مگر اسلام کی تعلیمات نے ان کو آگ کے گڑھے سے بچا لیا۔ مثال کے طور پر اوس و خزرج مدت سے باہمی جنگ و جدل میں مبتلا تھے مگر جب وہ اسلام کے سائے تلے آ گئے تو لا الہ الا اللہ کے عقیدے نے ان کو بھائی بھائی بنا دیا اور مدت کی دشمنی محبت میں بدل گئی۔ آج کا مسلمان ایمان کی کمزوری کی وجہ سے تفرقہ بازی میں مبتلاء ہو گیا ہے۔ کسی بھی قوم کو برباد کرنے کے لیے گروہ بندی اور آپس کا اختلاف بہترین ہتھیار رہے۔ ہمارا مذہب اس کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ اصل میں اسلام ایک دین، پورا نظام زندگی ہے اسی طرح شرک بھی بہت بڑا نظام حیات ہے۔ مشرک لوگ اس پر بڑی سختی سے قائم رہنا چاہتے ہیں اس لیے کفار مکہ نے سر توڑ کوشش کی کہ آپ ﷺ کو توحید کا پیغام دینے سے روکیں۔ مگر آپؐ نے ان کی ہرگز پرواہ نہ کی اور دنیا پر ثابت کر دیا کہ نیکی میں، سچائی میں اس قدر طاقت ہے کہ صرف ایک اکیلا آدمی پورے اہل عرب سے ٹکرا گیا اور پھر پیغام حق کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے امیر معاویہ کو ایک خط میں لکھا کہ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس نے لوگوں کی ناراضگی کا اندیشہ نہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تلاش کی اللہ اسے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچانے کے لیے کافی ہو جائے گا اور جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشنودی چاہی، اللہ اسے لوگوں کے ہی حوالے کر دے گا۔ (ترمذی) ثابت یہ ہوا کہ صرف عقیدہ توحید ہی ایک ایسی مضبوط بنیاد ہے جس پر ترقی و کامیابی اور سکون و اعتماد کی مضبوط عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا، ''جس شخص نے تمام فکروں کو چھوڑ کر ایک ہی فکر لگا لی یعنی آخرت کی فکر تو اللہ اس کے دینوی تفکرات کے معاملے میں اس کے لیے کافی ہو جائے گا اور جسے طرح طرح کے دنیاوی تفکرات نے پریشان رکھا تو اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے''۔ (ابن ماجہ) اصل میں یہ پیغام ہر اس مسلمان مرد و عورت، بچے بوڑھے اور جوان کے لیے ہے جو کمائی، بیوی بچوں اور مال و دولت کے جنجال میں اس قدر مصروف رہتا ہے کہ اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ، رسول موت اور آخرت کا خیال تک نہیں آتا۔ جب خیال ہی نہیں آتا تو وہ آخرت کے لیے کیا کر سکتا ہے۔

نہ نماز روزہ کی خبر اور نہ جنت ودوزخ کی فکر بس صبح اٹھے اور کمائی میں لگ گئے رات کو تھکے ہارے بستر پر سو گئے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے تاکہ اللہ ان کے لیے نیکی کی راہیں کھول دے اور وہ دنیا وآخرت میں سرخرو ہو سکیں۔ ایسے لوگوں کو اس آیت پر غور وفکر کرنی چاہیے ''اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی اور میزان بھی اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو''۔ (آیت 17)

قیامت اور حساب کتاب کا خیال انسان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اگر وہ اللہ رحمن ورحیم زور والے غالب اور زبردست حساب لینے والے پر پکا یقین رکھنے والا ہو تو! تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ ہمارے رب! ہمیں اپنا مسلم اور فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت کو اٹھا جو تیری مسلم اور فرمانبردار ہو''۔ (سورۃ البقرہ آیت: 128)

الحمد اللہ کہ ہم ہی ان کی امت میں سے خوش نصیب لوگ ہیں۔ ہمیں اپنی خوش نصیبی اور اپنے اعمال واعتقادات پر بھی سختی سے نظر رکھنی چاہیے۔ اللہ اس کی توفیق دے۔ آمین

اللہ کے قوانین اٹل ہیں

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿٢٠﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٢٢﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿٢٦﴾

''جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو اس کے لیے ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا خواست گار ہو اس

کو ہم اس میں سے دیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔(20) کیا ان کے وہ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر فیصلے کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور جو ظالم ہیں ان کے لئے درد دینے والا عذاب ہے۔(21) تم دیکھو گے کہ ظالم اپنے اعمال کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے رب کے پاس موجود ہوگا یہی بڑا فضل ہے۔(22) یہی وہ انعام ہے جس کی بشارت اللہ اپنے ایسے بندوں کو دیتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ میں تم سے اس کا بدلہ نہیں مانگتا مگر تم کو قرابت کا خیال تو کرنا چاہیے اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں ثواب بڑھائیں گے بیشک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔(23) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اے محمد اگر اللہ چاہے تو تمہارے دل پر مہر لگا دے اور اللہ جھوٹ کو مٹاتا ہے اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے بیشک وہ دلوں کی باتوں تک سے واقف ہے۔(24) اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے قصور معاف فرماتا ہے اور جو تم کرتے ہو سب جانتا ہے۔(25) اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کی دعا قبول فرماتا اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔(26)

تشریح: سب سے پہلے تو یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ زندگی ہر انسان کے لیے ایک کھیتی کی طرح ہے۔ یعنی دنیا کے کام کرنا فرض ہے مگر ان کے ساتھ ساتھ اللہ کو یاد کرنا اور ہر دم اللہ سے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگنا بھی فرض ہے۔ تو گویا ایک پنتھ دو کاج ہو گئے۔ یوں اللہ تعالیٰ دنیا کے کاموں میں بھی برکت اور بھلائی پیدا کرتا ہے اور آخرت میں بھی بھلائی اور برکت عطا کرتا ہے جو دنیا میں گم ہو کر اسے بھول جاتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس طرح وہ اپنا بہت بڑا نقصان کر لیتے ہیں۔ اللہ کا نظام کائنات ایسا عجیب وغریب ہے اور اس کی نظر اس قدر وسیع اور مضبوط ہے کہ وہ نہ صرف ظاہری اعمال کو ہی جانتا ہے بلکہ ہر شخص کی اصل نیت ارادے اور خیال سے بھی واقف ہے یہ بار بار دہرایا جا رہا ہے کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اصل حقائق بھول جاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت سائنسی نکتہ نظر اور احادیث کی روشنی میں کئی دفعہ کی جا چکی ہے کہ اللہ غیب کی باتوں کو خوب جانتا ہے کوئی بھی چیز اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اچھے برے لوگوں کو اچھا برا بدلہ قیامت کے دن ضرور دیا جائے گا۔ کیونکہ اللہ کا فضل وکرم بے شمار ہے اس لیے وہ نیکی کا بدلہ کئی گنا زیادہ دیتا ہے اور وہ بے حد بخشنے والا اور اچھائی کی قدر کرنے والا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔(آیت 26:)

رزق کی مناسب تقسیم حکمت الٰہی کے مطابق

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿27﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ
الْحَمِيْدُ ﴿28﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي
جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ﴿29﴾ ع 3/10/4

''اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا ہے تو وہ زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔(27) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے نا اُمید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت یعنی بارش برسا دیتا ہے وہ کارساز اور تعریف کا مستحق ہے۔(28) اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان جانوروں کا جو اس نے پھیلا رکھے ہیں اور وہ جب چاہے ان کو جمع کر لینے پر قدرت رکھتا ہے۔(29)

تشریح: ان آیات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں رزق کی مناسب تقسیم حکمت الٰہی کے مطابق ہے اگر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کے رزق میں وسعت دے دیتا ان کی ضروریات سے زیادہ انہیں عطا کر دیتا تو وہ خرمستی میں آ کر ہلڑ مچا دیتے اور دنیا کے امن کو تباہ و برباد کر دیتے اور ایک دوسرے کو آگ لگا کر پھونک دیتے، بھون کھاتے، سرکشی اور بغاوت کرتے تکبر اور بے پرواہی میں حد سے آگے بڑھ جاتے یہ سب حکمت الٰہی کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مناسب رزق عطا فرماتا ہے۔

مصیبتیں اپنے اعمال کی وجہ سے ہی آتی ہیں

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿30﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ
فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿31﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ
كَالْاَعْلَامِ ﴿32﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰي ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿33﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿34﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ
اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿35﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿36﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ

وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ
وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ
يَنتَصِرُونَ ﴿٣٩﴾ وَجَزَٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الظَّٰلِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ ﴿٤١﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى
الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ أُولَٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٢﴾
وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿٤٣﴾ ع 14 5

اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی کاموں کی وجہ سے آتی ہے اور وہ (اللہ) بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔(30) اور تم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا دوست ہے اور نہ مددگار۔(31) اور اسی کی نشانیوں میں سے سمندری جہاز ہیں جو گویا پہاڑ ہیں۔(32) اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھرا دے اور جہاز اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لیے ان باتوں میں اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں۔(33) یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کر دے اور بہت سے قصور معاف کر دے۔(34) اور (انتقام اس لے لیا جائے کہ) جو لوگ ہماری آتیوں میں جھگڑتے ہیں وہ جان لیں کہ ان کے لیے چھٹکارا نہیں۔(35) لوگو! جو مال و متاع تم کو دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کا عارضی فائدہ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور قائم رہنے والا ہے یعنی ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔(36) اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔(37) اور اپنے رب کا حکم مانتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(38) اور جب ان پر ظلم اور زیادتی ہو تو مناسب طریقے سے بدلہ لیتے ہیں۔(39) اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کر دے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے، اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔(40) اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کچھ الزام نہیں۔(41) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔(42) اور جو صبر کرے، قصور معاف کر دے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔(43)

تشریح: ان آیات میں بے شمار حکمت کی باتیں بتائی گئی ہیں جن کو سمجھ لینا اور ان پر عمل کرنا نہ صرف آسان ہے بلکہ زندگی کو آسان بناتا ہے اور پھر اللہ کی خوشنودی کا باعث بھی بنتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ بڑا رحمن اور رحیم ہے۔ کچھ

قدرتی آفات تو اللہ کے حکم سے فضائی ردوبدل کے لیے آتی ہیں۔ کچھ گناہوں کی سزا کے طور پر قدرتی آفات کی شکل میں آتی ہیں مثلاً طوفان نوح وغیرہ اور بہت سی ایسی آفات ہیں جو انسان خود اپنے اوپر مسلط کر لیتا ہے۔ مثال کے طور پر 1945 میں امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر ظلم وستم اور دہشت و بربریت کی ایسی مثال قائم کی کہ جو مدتوں تک انسانی تاریخ میں پڑھی جاتی رہے گی۔ یہ تباہی انسان نے خود اپنے لیے تیار کی اور استعمال بھی کی۔ اس طرح موجودہ صنعتی ترقی فضائی آلودگی کا باعث بن رہی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خوبصورت اور صحت مند خوش گوار فضا اور کائناتی نظام کو کس طرح اپنے ہاتھوں سے نقصان پہنچا رہا ہے۔ اوزون کی تہہ جو ہمیں سورج کی غیر ضروری تپش سے بچاتی ہے وہ اس فضائی آلودگی سے پھٹنا شروع ہو چکی ہے جس کا اثر پوری دنیا کے موسموں پر پڑ رہا ہے دنیا میں جہاں برف پڑتی تھی اور گرمیوں میں کبھی پنکھے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھی اب گرمی کی شدت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اے سی استعمال ہونے لگے ہیں۔ انسان نے تو بے شمار غلط کام شروع کر رکھے ہیں ابھی تو اللہ کی رحمت اس پر موجود ہے کہ اس کے کاموں کی پوری پوری سزا اس کو نہیں مل رہی۔ تھوڑی تھوڑی مل رہی ہے۔

یہ اللہ کا دستور ہے کہ وہ معاف کر دینے کو بے حد پسند کرتا ہے۔ اسی لیے اس نے مسلمان کی زندگی کے آداب میں یہ بات لازمی رکھ دی ہے کہ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرے تو بدلہ میں تم بھی اس کے ساتھ اتنی ہی زیادتی کرو۔ یہ اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ ظالم حد سے نہ بڑھ جائے بلکہ اس کو یہ معلوم ہو کہ مدمقابل اتنا بھی گیا گزرا نہیں کہ جواب میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ یوں معاشرے میں اعتدال اور نظم وضبط پیدا کیا جا سکتا ہے پھر یہ کہا گیا کہ اگر معاف کر دینے کی کچھ گنجائش ہو تو ضرور معاف کر دیا کرو کیونکہ صبر کرنے اور معاف کر دینے کا بہت بڑا درجہ ہے یہ کام اللہ کو بے حد پسند ہے۔ پھر غصہ کو بے حد ناپسند کیا گیا ہے یہاں تک کہ غصہ کو حرام کہا گیا ہے۔ کیونکہ غصہ فوری طور پر انسان کی عقل کو مار کر پاگل کر دیتا ہے اور پھر اس پاگل پن میں انسان سے بہت ہی برے کام ہو جاتے ہیں یوں کہہ سکتے ہیں کہ غصہ میں ایک انسان شیطان کا بھائی بن جاتا ہے۔ اور انسان کا سب سے بڑا بوجھ غصہ ہے"۔ ایک حدیث میں ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس (اپنے آپ پر) کو قابو میں رکھے" (صحیح بخاری ومسلم) حضرت محمد ﷺ کی زندگی ہمارے سامنے بہترین نمونہ ہے۔ اہل عرب نے آپ پر کس قدر ظلم وستم کیے مگر آپ ﷺ صبر واستقامت سے کام نہ لیتے تو آج ہمارے سامنے آپ پر نازل ہونے والا قران آپ ﷺ کی دی ہوئی شریعت اور آپ ﷺ کا سکھایا ہوا دین دنیا کے کسی خطہ میں دکھائی نہ دیتا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ جہاں بھی مسلمانوں نے دین میں سستی کی وہاں انہوں نے مٹنا شروع کر دیا۔ ورنہ دینِ اسلام کے دیئے ہوئے اصولِ زندگی دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت دیتے ہیں۔ ایک شخص پیغمبر اسلام ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ، مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جس کو میں اپنی زندگی بنا لوں اور وہ بات مختصر ہوتا کہ میں

اسے بھول نہ جاؤں آپ نے جواب دیا ''غصہ نہ کرو''۔ (مؤطا امام مالک، صفحہ 652)

آخر میں مسلمان کے چند ایک فرائض شمار کر لیے جائیں۔

1۔ اللہ کی وحدانیت، حاکمیت اور قدرت پر پورا یقین رکھنا۔

2۔ نیکی کے راستے اختیار کرنا

3۔ صبر و شکر سے کام لینا

4۔ انتقام لیتے وقت ظلم و زیادتی سے بچنا۔

5۔ غصہ پر قابو پا کر بہادری کا ثبوت دینا۔

6۔ کوئی ایسا کام نہ کرنا جس سے دنیا، کائنات اور انسانوں کو نقصان پہنچے، ان کے حسن کی حفاظت کرنا۔

7۔ رب کا حکم ماننا، بے حیائی اور برائی سے بچنا۔

8۔ نماز پڑھنا، زکوۃ دینا اور ہر کام آپس میں مشورہ سے کرنا۔

9۔ برائی کا بدلہ انتہائی احسن طریقہ سے لینا۔

10۔ انتقام لینے کی بجائے معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا۔

11۔ ظلم و ستم اور فساد نہ پھیلانا

12۔ دنیا کی زندگی کو عارضی سمجھنا اور آخرت پر نظر رکھنا۔

کتنی خوبصورت باتیں ہیں، بھلا ایسا انسان دنیا میں خوش کیوں نہ رہے گا اور آخرت میں اس کو بہترین ٹھکانا کیوں نہ ملے گا؟ ضرور ملے گا۔ اللہ نے فرمایا ہے: اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے اور جو لوگ اوپر دیے گئے تمام اصولوں سے روگردانی کرتے ہیں یعنی پورا نہیں کرتے وہ بھلا سکون کی زندگی کیسے گزار سکتے ہیں؟ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا اب غور کریں تو پتہ چل جائے گا کہ مسلمان اور کفار برابر نہیں ہو سکتے۔

فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا
شداد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا
نمرود بھی خدا ہی کہلاتا تھا برملا
بات ہے سمجھنے کی آگے کہوں میں کیا
یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

(نظیر اکبر آبادی)

مطلب یہ ہے تقویٰ اور پرہیز گاری سے انسان اللہ کا مقبول بن جاتا ہے مگر جو نافرمانی کی راہ اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کا دشمن اور شیطان کا بھائی بن جاتا ہے یعنی اللہ کے دربار سے نکالا ہوا ناپسندیدہ انسان ایسے ہی لوگوں کے لیے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

گمراہ لوگوں کا قیامت کے دن برا حشر ہوگا

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۞ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۞ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۞

''اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرے تو اس کے بعد اس کا کوئی دوست نہیں اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ دوزخ کا عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کیا دنیا میں واپس جانے کا کوئی راستہ ہے۔(44) اور تم ان کو دیکھو گے دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے ذلت سے، عاجزی کرتے ہوئے چھپی اور نیچی نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے اور مومن لوگ کہیں گے کہ خسارہ اٹھانے والے تو وہ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا خبردار! بے شک ظالم لوگ ہمیشہ کے عذاب میں پڑے رہیں گے۔(45) اور اللہ کے سوا ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے کہ جو اللہ کے سوا ان کی مدد کر سکیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے ہدایت کا کوئی رستہ نہیں۔(46)

تشریح: ان آیات میں غیب کی ایک بہت بڑی ڈرانے والی خبر دی گئی ہے۔ اس دنیا میں ان کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ ان کی زندگیاں خود ان کے لیے اور ان کے عزیز و اقارب کے لیے شرمندگی اور عذاب کا باعث ہیں اور مرنے کے بعد بھی ہوں گی۔ کیونکہ دنیا میں تو ان کے لیے یہ محاورہ ہے کر برا تو ہو برا اور آخرت میں عذاب جہنم ان کے لیے تیار کیا جا چکا ہے جس کا نقشہ ان آیات میں کھینچا گیا ہے اس وقت مومن لوگ عذاب میں ڈالے جانے والے لوگوں پر افسوس کا اظہار کر رہے ہوں گے۔

اللہ کو کوئی پوچھنے والا نہیں

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۞ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا

قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

''ان سے کہہ دو کہ اس سے پہلے کہ وہ دن اللہ کی طرف سے آ موجود ہو جو ٹلنے والا نہیں اپنے رب کا حکم قبول کر لو۔ اس دن تمہارے لیے نہ کوئی پناہ کی جگہ ہو گی اور نہ ہی تم اپنے گناہوں سے انکار کر سکو گے۔ (47) پھر اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تمہارا کام تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے۔ اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو انہی کے اعمال کی وجہ سے کوئی سختی پہنچتی ہے تو سب احسانوں کو بھول جاتا ہے، بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے۔ (48) تمام بادشاہت اللہ ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطاء کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ (49) یا پھر بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہی عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے''۔ (50)

تشریح: یہاں پھر دہرایا گیا ہے کہ نیکی ہی نجات کا راستہ ہے اگر اختیار کر لو گے تو اپنا ہی بھلا ہو گا نہیں کرو گے تو پھر سوچ لو تمہارا کوئی مددگار، سفارش کرنے والا اور بچانے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمام اختیارات صرف اور صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر قسم کی نعمت، عزت اور آسائش دینے والا صرف اللہ ہی ہے تمام حکمتیں اس کو معلوم ہیں۔ جس کے لیے جو بہترین سمجھتا ہے وہ اس کو دیتا ہے۔ یہاں خاص طور پر ان پیروں فقیروں کی طرف جانے سے منع کیا گیا ہے جن کے پاس لوگ اپنی مرادیں مانگنے کے لیے جاتے ہیں خاص طور سے اولاد مانگنے جاتے ہیں یہ بڑی سخت شرک کی بات ہے۔

وحی الٰہی کا طریقہ

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿٥٣﴾ ع

''اور کسی بندے کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر الہام کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے القا کرے بیشک وہ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے۔ (51) اور اسی طرح ہم نے

تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے سے قرآن بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو، لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک اے محمد تم سیدھا رستہ دکھاتے ہو۔ (52) یعنی اللہ کا راستہ جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے۔ دیکھو سب کام اللہ کی طرف رجوع ہوں گے اور وہی ان میں فیصلہ کرے گا۔ (53)

تشریح: ان آیات میں وحی الٰہی کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ دل میں کسی بات کا ڈال دینا یا خواب میں بتلا دینا اس یقین کے ساتھ کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے جیسے ام موسیٰ کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ وہ انہیں ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیں۔

۲۔ پردے کے پیچھے سے کلام کرنا جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر کیا گیا تھا۔

۳۔ فرشتے کے ذریعے اپنی وحی بھیجنا جیسے جبرئیل امین علیہ السلام اللہ کا پیغام لے کر آتے اور پیغمبروں کو سناتے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بڑی خوبصورت وضاحت کرتے ہیں۔ ''ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے، جن میں 315 رسول تھے گویا 315 صحیفے نازل ہوئے باقی ایک لاکھ تیئیس ہزار چھ سو پچاسی پیغمبروں نے اپنے پہلے نبی کی کتاب پر عمل کیا، ظاہر ہے کہ سارے پیغمبر مختلف زمانوں اور دنیا کے مختلف ملکوں میں آئے ہوں گے اور ان کی زبانیں بھی مختلف ہوں گی۔ (از خطبات بہاولپور صفحہ 162)

بہر حال مسلمان تمام آسمانی کتابوں کو مانتا ہے۔ اب یہ بات کہ اللہ کو اس پیغام رسانی (بھیجنے) کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ تو جواب یہی ہوگا کہ انسانوں کی روحانی تربیت کے لیے انہی میں سے کوئی بہترین انسان راہ دکھانے کے لیے اٹھایا جاتا رہا کیونکہ انسانی فطرت ہے کہ اکثر برائی کی طرف زیادہ بڑھنے لگتے ہیں تو ان کی ہدایت کا یہی ذریعہ ہے۔ اب کیونکہ رسول کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے تو اب یہ فرض علماء فضلاء اور نیک بندوں بلکہ ہر بندے اور بندی کے ذمہ لگا دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی دی ہوئی کتاب قرآن پاک اور شریعت کو خوب اچھی طرح سمجھیں اس پر عمل کریں اور ہر صورت دوسروں کو سکھائیں۔ نیکی کا حکم دیں، برائی سے منع کریں۔ اب وحی کے بارے میں کچھ بات ہو جائے۔ مشرکین پہلے بھی اور آج بھی وحی سے انکار کرتے آئے ہیں۔ مگر ہم مسلمان ہونے کے ناطے جب قرآن میں وحی کے بارے میں پڑھتے ہیں تو یقین کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم اللہ کو وحدہ لاشریک لہ مانتے اور ہمارا کلمہ لا الہ الا اللہ ہمیں وحدانیت کی تعلیم دیتا ہے اور قرآن اسی کا بھیجا ہوا ہے اور قرآن ہدایت کا راستہ دکھانے کے لیے نور ہے اور یہ تمام ہدایت حکمت اور موجودہ آنے والے واقعات اور کائنات وانسان کی بناوٹ کے راز یہ سب نبیٔ اُمی ﷺ کو اللہ نے اسی کتابِ روشن کے ذریعے ہی بتائے ہیں یہی دلیل ہے نبی کے سچ ہونے کی ہم نے اس کے بارے میں آیت 51 سے 53 تک صاف صاف اور آسان لفظوں میں پڑھ لیا ہے اب

اس میں شک وشبہ کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نور کہا ہے اور حدیث میں یوں آتا ہے: حضرت عبیدہ ملیکی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے قرآن خوانی کرنے والو! قرآن کو تکیہ مت بناؤ بلکہ اس کی تلاوت کرو اور اسے علانیہ اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھو اور اس میں جو مضامین ہیں ان پر فوراً غور کرو کیونکہ اس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو اس کا ثواب حاصل کرنے میں جلدی نہ کرو کیونکہ آخرت میں اس کا ثواب لازمی ہے۔'' اسی طرح سفیان بن عینیہ نے کہا: غور وفکر کرنا روشنی ہے جو تمہارے دل میں داخل ہوتی ہے وہ کہا کرتے تھے کہ جب آدمی کے اندر سوچ کا مادہ ہو تو ہر چیز میں اس کے لیے نصیحت اور عبرت ہوگی۔ جب اللہ کی حقیقت کسی بندے پر ظاہر ہو جاتی ہے تو اس کے ذہن میں ایک نئی روشنی آجاتی ہے۔ اور اس کی روح میں ایک خاص قسم کی پاکیزگی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا دل دماغ، بولنا چلنا، سونا جاگنا غرض ہر کام اللہ کی رضا کے لیے ہوتا ہے گویا اس کو اپنے رب سے پیار ہو جاتا ہے۔ اس کو نہ کوئی خوف رہتا ہے اور نہ ڈر ایسا بندہ ایک مضبوط بندہ بن جاتا ہے۔ اور ایک مضبوط بندے کی تعریف ہم یوں کر سکتے ہیں۔ وہ آسائشوں آرزوں اور دینوی عیش وآرام سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اس میں تکبر نہیں ہوتا وہ کسی کو تکلیف یا رنج پہنچانا پسند نہیں کرتا، انتہائی نرم مزاج خوش خلق اور نیک نیت مخلص انسان ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ پرسکون ہوتا ہے اور کوئی بھی فیصلہ کرتے ہوئے اس کو نہ دیر لگتی ہے اور نہ پریشانی ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اللہ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں اور وہ موت سے بھی نہیں ڈرتے اس وقت بھی ان کے لبوں پر مسکراہٹ ہوتی ہے۔ ایک پاکیزہ روح اور صاف دل رکھنے والے بندے کی تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں کرتے ہیں، ''رب العزت کو آسمان وزمین سما نہیں سکتے مگر مومن کا دل''۔ یعنی مومن کا دل پوری کائنات سے زیادہ وسیع اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے مقبول یعنی ولی اللہ کہلانے کے حق دار ہوتے ہیں رب العزت اپنے ایسے محبوب بندے کی قدر اس طرح کرتا ہے کہ وہ خود اس کا دل دماغ، ہاتھ آنکھیں اور زبان بن جاتا ہے۔ اور یوں بندہ اپنی ہمت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے اور اللہ اپنی رحمت فضل وکرم اور مہربانی سے اس بندے کا ذکر زمین وآسمان میں پھیلا دیتا ہے۔ جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہمارے سامنے ہے۔ اور آپ کی زندگی کا وہ پہلو بھی ہمارے سامنے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں کس قدر جان ماری، مشکلات، پریشانیاں اور تکلیفیں خوش ہو کر برداشت کیں تب جا کر کہیں یہ مرتبہ حاصل کیا۔ رہتی دنیا تک ان کا نام دنیا کے تمام مسلمان عزت واحترام سے لیتے رہیں گے ان کے دیے ہوئے قرآن اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں زندگیاں گزار کر دنیا وآخرت میں مسرت وشادمانی کامیابی اور نجات حاصل کرتے رہیں گے۔ اللہ ہمیں اس پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

خلاصہ سورۃ الشوریٰ

یہ سورت بھی توحید و رسالت اور حقانیت قرآن کے موضوع پر مشتمل ہے کیونکہ ثواب و عقاب کا انحصار انہیں سے ہے جو کوئی ان پر ایمان لے آیا اور ان کے تقاضوں کو پورا کیا تو وہ کامیاب و کامران ہے اور جس نے ان سے بے رخی اختیار کی وہ ناکام اور نامراد ہے جہنم اس کا ٹھکانا بنے گی اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔

اللہ کے رسول کا فرمان ہے: جس نے سچے دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا وہ جنت میں جائے گا۔'' اور یہ بھی آپ کا فرمان ہے کہ'' بھلائی کی طرف متوجہ کرنے والے کو ان تمام انسانوں کے برابر ثواب اور اجر ملے گا جو قیامت تک اس بھلائی کو اختیار کیے رہیں گے۔'' ایک سچے اور پکے مسلمان کی زندگی بذات خود تبلیغ کا ذریعہ بن جاتی ہے کیونکہ اس کی زندگی اور روح یعنی اعمال اور الفاظ اس قدر پاکیزہ، بامعنی، خوبصورت اور دل کو بھانے والے ہوتے ہیں کہ ہر ملنے والا دیکھنے والا اسلام کی برکتوں سے خود بخود واقف ہوجاتا ہے اور وہ بے اختیار اسلام کی طرف راغب ہونے لگتا ہے۔ (شعور حیات از محمد یوسف اصلاحی)

یہاں ہم ایک چھوٹی سی کہانی علامہ اقبال کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ ایک غیر مسلم بڑے آفیسر اپنے گھر آئے تو بیوی نے کہا میں مسلمان ہوگئی ہوں، میاں حیران ہوئے پوچھا، یہ رستہ تجھے کس نے دکھایا ہے؟ تو بولی یہ راستہ ایک غریب خستہ حال دھوبن نے دکھایا۔ میں جب اس سے پریشان حالی کی بات کرتی ہوں تو وہ جواب دیتے ہوئے کہتی۔ بڑے پرسکون لہجہ میں مسکرا کر کہتی ہے: اللہ مالک ہے، اس کا بڑا شکر ہے، وہ بڑا مہربان ہے، اس کے شکر کا حق ادا نہیں ہوتا، بی بی کوئی فکر کی بات نہیں سب کا اللہ مالک ہے۔ یہ سب سن کر مجھے سخت ندامت ہوئی کہ جو سکون اور خوشی اس خستہ حال غریب دھوبن کو حاصل ہے۔ دنیا کی ہر نعمت حاصل ہونے کے باوجود مجھے میسر نہیں، یقیناً یہ اس کے دین کی برکت ہے اور اس کا دین واقعی اللہ کا سچا دین ہے۔ اسی لیے میں نے اپنے اللہ کا کلمہ پڑھا اور ایمان لے آئی۔ آپ بھی اپنے اللہ کا کلمہ پڑھیں اور اس پر ایمان لے آئیں۔

آپ نے دیکھا غریب مسکین محنت کش دھوبن نے کوٹھیوں میں رہنے والی امیر عورت کو اپنے کردار افعال اور الفاظ سے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ اسلام اللہ کا دین ہے اس میں بڑی کشش ہے، بے پناہ تاثیر ہے اور جذب کرنے کی غیر معمولی قوت ہے۔ سوچیے کہ آپ کس طرح اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کر رہے ہیں، اور آپ کی زندگی سے اسلام کی کیا ترجمانی ہو رہی ہے؟ دعا: اے اللہ میں تجھ سے ہدایت، تقوی درگزر اور غنی مانگتی ہوں۔'' اے اللہ میں تجھ سے مانگتی ہوں تندرستی ایمان کے ساتھ اور ایمان حسن اخلاق کے ساتھ''۔ (مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

تعارف سورت الزخرف

یہ سورت تنتالیسویں سورت ہے اس میں 7 رکوع اور 89 آیات ہیں حٰم سے شروع ہونے والی یہ چوتھی سورت ہے۔ قیامِ مکہ کے درمیانے دور میں نازل ہوئی۔ قرآن کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ مکہ والے چاہے کتنی ہی مخالفت کریں یہ بہترین کتاب اللہ کے فضل وکرم سے ان شاء اللہ تمام دنیا میں پھیل کر رہے گی۔ جو کہ سچ ثابت ہوا۔ اسلام کی تیز ترین فتوحات کا سب سے بڑا سبب اسلامی تعلیمات اور عقائد ہیں۔ جس میں سب سے پہلے عقیدہ توحید کا نمبر آتا ہے۔ اس عقیدہ میں اتنی طاقت ہے کہ اس نے جاہل جنگجو بدو قبائل کو خانہ جنگی اور شر و فساد کی لعنت سے نجات دلا دی اور وہ ایک قوم کی شکل میں ایک نیک مقصد کے لیے متحد ہو گئے۔ اتحاد اور ایمان میں بڑی زبردست طاقت ہے۔ جب لوگوں میں یہ طاقت پیدا ہوگئی تو پھر انہوں نے بہت جلد ان علاقوں کو فتح کر لیا جو ہمیشہ ان کی نظروں میں رہتے تھے۔ یعنی عراق و شام کے زرخیز ممالک کو مسلسل جدوجہد سے فتح کر لیا پھر سلطنتِ روم اور ایران کی طرف متوجہ ہوئے جہاں قدرت نے ان کی یوں مدد کی کہ وہاں کے عوام اپنی تہذیب اور حاکموں سے بڑے بیزار رہتے تھے انہوں نے اسلام کی خوبصورت تعلیمات اور حاکموں کی انصاف پسندی کو جلد ہی اپنا لیا اور اسلام کی طرف فوراً رجوع کیا۔ مگر آہستہ آہستہ لوگ دوبارہ بری رسموں میں پھنس گئے اور مذہب سے دوری اختیار کرنے لگے۔ جیسا کہ دنیا کا دستور شروع سے چلا آیا ہے۔ لیکن آخری نبی اپنے پیغام اور درجہ کے لحاظ سے ایک مکمل انسان ہیں۔ ان کی تعلیمات اور کتاب کا ذمہ خود اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ مگر اس دنیا میں مسلم، مشرک، سکھ، عیسائی اور بیشمار مذاہب کو ماننے والے بھرے پڑے ہیں اس لیے گزری ہوئی قوموں اور لوگوں کی مثال دے دے کر قرآن بار بار اعلان کرتا ہے کہ نیکی اختیار کرو کیونکہ تم نے مرنے کے بعد اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اس دنیا میں کئے گئے کاموں کا حساب ضرور دینا ہے۔ یہ سب راز کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ انسانوں کو خبردار کرنے کے لیے کھول کھول کر اور بار بار دہرا کر بتاتا ہے۔ کہ موت کا خیال کرو اور پھر موت کے بعد کی زندگی کا سوچو۔ یہ زندگی ختم ہونے والی ہے اور وہ زندگی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت''۔ (مسلم) مطلب یہ ہے کہ مومن دنیا کی زندگی کو اللہ کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق گزارنے کے لیے بڑی محنت کرتا ہے گویا خود کو حدود میں رکھ کر زندگی گزارتا ہے جب کہ کافر ہر قسم کی پابندی سے آزاد رہ کر الٹے سیدھے عیش و آرام میں ہر جائز و ناجائز طریقہ اختیار کرتا ہے اور یوں اپنی آخرت خراب کر کے جہنم خرید لیتا ہے۔

قرآن زبردست اور بہترین کتاب ہے

حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ

لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝۴ أَفَنَضْرِبُ عَنكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَن كُنتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۝۵ وَكَمْ
أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ ۝۶ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝۷ فَأَهْلَكْنَا
أَشَدَّ مِنْهُم بَطْشًا وَمَضَىٰ مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۝۸ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۝۹

(حٰمٓ) حروف مقطعات میں سے ایک ہے۔(1) روشن کتاب کی قسم۔(2) ہم نے اس کو عربی (زبان) میں اتارا ہے تا کہ تم اس کو سمجھو۔(3) اور یہ بڑی کتاب یعنی لوح محفوظ میں ہمارے پاس لکھی ہوئی ہے یہ بڑی فضیلت اور حکمت والی ہے۔(4) کیا ہم یہ کتاب تمہاری طرف سے موڑ کر پھیر دیں گے اس لیے کہ تم حد پر نہیں رہتے۔(5) اور ہم نے پہلے لوگوں میں بھی بہت سے نبی بھیجے ہیں۔(6) اور کوئی نبی ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس سے تمسخر کرتے تھے۔(7) تو جو ان میں سخت زوروالے تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اگلوں کی مثال گزر چکی ہے۔(8) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہیں گے کہ ان کو غالب اور علم والے اللہ نے پیدا کیا ہے"۔(9)

تشریح: کسی چیز یا بات میں زور پیدا کرنے کے لیے قسم کھائی جاتی ہے۔ سو یہاں قرآن پاک کی سچائی کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی ہی قسم کھا کر فرما رہا ہے کہ یہ کتاب بڑی فضیلت اور بڑی حکمت والی ہے اسی کی قسم کھا کر ہم اس کی معقولیت ، جامعیت اور کتاب الٰہی ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔ کیونکہ یہ کوئی معمولی کتاب نہیں اس کو ام الکتاب یعنی تمام کتابوں حکمتوں ہدایتوں اور برکتوں کی جڑ، بنیاد اور مجموعہ کہا گیا ہے۔ کیوں نہ ہو اس کا مرتب کرنے والا اور بھیجنے والا اتنا بڑا، سب سے بڑا علیم و حکیم ہے کہ اس کے برابر کا کوئی بھی ہو نہیں سکتا دنیا میں بہت سی کتابیں بھیجی گئی ہیں مگر وہ وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئیں جبکہ اس کتاب کی اور حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے اور پھر یہ کتاب ان بھیجی گئی تمام کتابوں کا مجموعہ اور نچوڑ ہے ہمیشہ قائم دائم اور محفوظ رہے گی یہ وعدہ ہے کہ یہ اللہ کے پاس محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ پیغمبروں کو ستایا جانا کوئی عجیب بات نہیں اور پھر ستانے والے برُے لوگوں کا انجام بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جھوٹے اور برے لوگ کبھی عذاب سے بچ نہیں سکتے نہ اس جہاں میں اور نہ اگلے جہاں میں۔ اسی لیے قرآن پاک حکمت وہدایت کا مجموعہ پوری دنیا کے لوگوں کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ یوں تو انسان ہر طبقہ کا چاہے کافر ہو مشرک ہو، اللہ کی حاکیت سے واقف ہے وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا پالنے والا وہ اللہ ہی ہے جو سب سے زیادہ زبردست، غالب اور ہر طرح کا علم رکھنے والا ہے، مگر عقل کی کمی، کہ پھر بھی اس کے شریک بناتے ہیں تو پیغمبر کو حکم دیا جا رہا ہے کہ ان کو اور بھی ہدایت دینے کی کوشش کرو شاید کہ یہ راہ راست پر آ جائیں۔ اللہ کی طاقت اور قدرت ان کے سامنے بیان کرو۔ جیسا کہ اگلی آیات میں آ رہا ہے۔

اللہ کی نعمتیں

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰ وَالَّذِیْ نَزَّلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱ وَالَّذِیْ خَلَقَ
الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝۱۲ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ
تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ
مُقْرِنِیْنَ ۝۱۳ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۴

جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لیے رستے بنائے تاکہ تم راہ معلوم کرو۔(10) اور جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا پھر ہم نے اس سے مردہ شہر کو زندہ کیا، اسی طرح تم بھی زمین سے نکالے جاؤ گے۔(11) اور جس نے تمام قسم کے حیوانات پیدا کئے، تمہارے لیے کشتیاں اور چار پائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔(12) تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو اور اس پر بیٹھ کر اپنے اللہ کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو اپنے بس میں کر سکتے۔(13) اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔(14)

تشریح: یہ آیات بظاہر بڑی سیدھی سادی ہیں مگر ان کے اندر بے شمار سائنسی حقائق پوشیدہ ہیں۔ مثلاً: زمین کی ساخت اس کے اوپر کئے گئے تمام انتظامات یعنی راستوں کا بننا، پانی کا برسنا پھر نقل و حمل کے ذرائع اور پھر بالآخر مر کر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا۔ یہ سب کچھ کیونکہ ہر روز ہوتا رہتا ہے اس لیے ہمارے لیے معمولی باتیں ہیں۔ لیکن جب ہم ان تمام چیزوں پر غور کرتے ہیں تو پھر ہمیں ان تمام باتوں کی تہہ میں بڑے بڑے عجیب و غریب راز دکھائی دیتے ہیں جو اللہ کی عظمت اور طاقت کا زندہ ثبوت ہیں سب سے پہلے ہم زمین کو لیتے ہیں زمین کے بارے میں بڑی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ مختصراً یہ ہے کہ اس عجیب و غریب گولے کو پوری طرح جان لینا انسان کے لیے فی الحال ممکن نہیں ہو سکا۔ ہم اسی سے پیدا کئے گئے اسی پر پرورش پاتے ہیں اور پھر اسی کے اندر چھپا دیئے جاتے ہیں جب کہ ہماری روح اللہ کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ بارش اور زمین کا تعلق بڑا گہرا ہے۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب لکھتے ہیں: ایک تحقیق میں امریکہ کے وسٹن جے شیفرڈ نے بتایا کہ پانی کے قطرے جب وہ بہت چھوٹے اور خالص ہوں تو 4C ڈگری تک نہیں جمتے اگر پانی ناخالص اور بڑی مقدار میں ہو تو وہ صفر ڈگری سینٹی گریڈ پر جم جاتا ہے۔ بادل ایک خاص مادی ساخت ہے جو بھاپ سے بنتا ہے لیکن جو فوراً ہی پانی کے باریک قطروں میں تبدیل ہو جاتا ہے اس لیے عام پانی سے مختلف ہوتا ہے فضائی بادل جمتے نہیں اور نہ ہی 3C (نقطہ انجماد سے نیچے)

زمین پر گرتے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں: سمندر میں نمکین پانی، بخارات کے عمل میں شامل ہو کر نمک کے قطرے بھاپ میں شامل کر دیتا ہے یہ تمام عمل ایک انتہائی خاص اور باریک انداز کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اللہ کی قدرت کو ظاہر کرتا ہے پھر یہ کہ کہاں اور کس وقت کتنی بارش کی ضرورت ہے۔ یہ سب اللہ کی حکمتیں اور اندازے کو ظاہر کرتے ہیں۔ جس کا ذکر آیت نمبر (11) میں کیا گیا ہے۔ دوسرا نقطہ جو اسی آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ ہے تشبیہ یعنی جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے انسان بھی اسی طرح دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ اس کی وضاحت بھی ہو چکی ہے مختصراً دوبارہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ بارش حیاتی سلسلے کو کس طرح جلا بخشتی ہے۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی صاحب اس کو بڑے اچھے انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

زندہ چیزوں کے بنیادی کیمیائی اجزاء ہائیڈروجن کا ایک پل سا ہوتا ہے جس سے ایک عضوی زندگی قائم رہتی ہے جسے ہائیڈروجن بندھن (Hydrogen Bond) بھی کہتے ہیں یہ ہائیڈروجن اکثر تبدیل ہو کر نئے بندھن بناتا ہے اور اس طرح vitality کو بدلتا رہتا ہے۔ یہ ہائیڈروجن کے متبادل صرف پانی کے بہاؤ یا روانیت سے پیدا شدہ ہائیڈروجن سے ممکن ہو سکتا ہے اس لئے پانی زندگی کے لیے ناگزیر (ضروری) ہے۔ ہمارا دوبارہ زندہ ہونا اللہ کے حکم کے مطابق ہمارے زندگی کے قوانین code کی مثل ہے جو زمین میں باقی رہتے ہیں۔ جس طرح بارش ایک مردہ زمین سے نامیاتی کوڈ کو بروئے کار لاتی ہے اور فوراً زندگی جلا پاتی ہے اسی طرح اللہ کے حکم یا مرضی سے انسانی کوڈ بھی دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ جس طرح اللہ بارش کی معرفت زیر زمین زندگی کو جلا دیتا ہے اسی طرح وہ جب چاہے گا ہمیں دوبارہ زندگی دے دے گا۔ (از قرآنی آیات اور سائنسی حقائق)

یہ وضاحت بڑی خوبصورت ہے جو اس تشبیہ کی، کی گئی ہے جو آیت نمبر (11) میں دی گئی ہے۔ آخر میں سفر کے وہ ذرائع بیان کیے گئے ہیں جو انسان کو اللہ نے اپنی قدرت سے عطاء کیے ہیں ورنہ انسان میں اتنی قدرت کہاں کہ جانوروں پانیوں اور ہواؤں کو اپنے قابو میں رکھ کر ان سے نقل و حمل کا کام لے سکتا اسی لیے جب بھی سفر پر روانہ ہوں تو یہ مقبول دعا ضرور پڑھنی چاہیے کہ وہ ذات پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو اپنے بس میں کر سکتے اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔ (آیات 14,13) کون ایسا بے وقوف انسان ہے جو یہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی اللہ سے انکار کرتا ہے یا اس کے علاوہ اس کی پیدا کردہ چیزوں کی عبادت کرتا ہے؟ اصل میں اللہ کے یہ پیغامات دوسروں تک پہنچاتے رہنا چاہیے کہ جو ان سے بے خبر ہیں ان کو بھی خبر ہو جائے۔ اور یہ فرض ہر شخص کے ذمہ لگا دیا گیا ہے کہ جو کچھ بھی کسی کو معلوم ہو دوسروں تک ضرور پہنچا دے۔ امت مسلمہ کو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ اعزاز بھی حاصل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا کرے۔ (آمین) مشہور دعا ہے "اے اللہ! تیرے ہی نام پر مجھے مرنا ہے اور تیرے ہی نام پر مجھے جینا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

نبی محمد ﷺ کی دعا ہے "اے میرے رب مجھے مزید علم عطا کر"۔ (طٰہٰ 114)

مشرکین کا بدترین فعل

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ ع 15 7
وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ
كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ
عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔـلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ
شَاۗءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ
اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا
عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ
مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ
بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَاۗءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَاۗءٌ مِّمَّا ع 10 8
تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا
جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰي رَجُلٍ
مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾

اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے اس کے لیے اولاد ٹھہرائی بیشک انسان صریح ناشکرا ہے۔(15) کیا اس نے اپنی مخلوقات میں سے خود تو بیٹیاں لیں اور تم کو چن کر بیٹے دیے۔(16) حالانکہ جب ان میں سے کسی کو خوشخبری دی جاتی ہے جو انہوں نے اللہ کے لیے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔(17) کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات نہ کر سکے، اللہ کی بیٹی ہو سکتی ہے؟۔(18) اور انہوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے اللہ کی بیٹیاں بنا دیا ہے۔ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے؟ عنقریب ان کی شہادت لکھ لی جائے گی اور ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔(19) اور کہتے ہیں اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کو نہ پوجتے ان کو اس کا کچھ علم نہیں یہ تو صرف اندازے لگا رہے ہیں۔(20) یا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی تو یہ اس کو پکڑے ہوئے ہیں۔(21) بلکہ کہنے لگے کہ ہم نے

اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔(22) اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت کرنے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔(23) پیغمبر نے کہا اگرچہ میں تمہارے پاس ایسا دین لاؤں کہ تمہارے باپ دادا کے رستے سے کہیں زیادہ سیدھا ہو؟ کہنے لگے کہ جو دین تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔(24) تو ہم نے ان سے بدلہ لیا تو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(25) اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔(26) ہاں جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا۔(27) اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے تا کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔(28) اصل میں ان کفار کو اور ان کے باپ دادا کو متمتع کرتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف بیان کرنے والا پیغمبر آ پہنچا۔(29) اور جب ان کے پاس سچا قرآن آیا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔(30) اور یہ بھی کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں یعنی مکہ اور طائف میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ کیا گیا؟''۔(31)

تشریح: یہ تمام آیات ان بے وقوف لوگوں کی بے بنیاد باتوں کے جواب میں ہیں جو کفر و شرک کی دلدل میں پھنس کر الٹی سیدھی دلیلیں دیتے رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ دین اسلام اور اسے لے کر آنے والے حضرت محمد ﷺ سب جھوٹے ہیں اور اللہ پر الٹے سیدھے بہتان لگاتے ہیں۔ مثلاً پہلا بہتان کہ اللہ کی اولاد ہے۔ دوسرا یہ کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تیسرا صرف اپنے باپ دادا کی دیکھا دیکھی مخلوق خدا کی ہی پرستش شروع کر دی۔ چوتھا یہ کہ اللہ کی مرضی تھی تب ہی تو ہم اللہ کے سوا کسی اور کو پوجتے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ اللہ نے انسان کو عقل اور ارادہ کی آزادی دے کر اس کو نیکی و بدی میں تمیز کرنے کے لیے رسول اور کتاب ہدایت دی۔ اپنے اختیار سے ہی وہ اچھا یا برا راستہ اپناتا ہے۔ اللہ نے بندے کی ہدایت کے لیے ہمیشہ رسول بھیجے جن کی تعلیم یہی تھی کہ اللہ کو ایک مانو اور کسی کو اس کا شریک مت بناؤ۔ مگر پھر بھی یہ لوگ غلط باتیں کرتے ہیں، یہاں تک کہ خود تو بیٹوں کے خواہش مند ہوتے ہیں اور اللہ کو بیٹیوں سے نوازتے ہیں۔ جب کہ ان کے خیال میں لڑکیوں کا پیدا ہونا نحوست ہے۔ یہ بھی کفار کی ایک بہت بڑی غلطی تھی کہ بیٹیوں کو نحوست سمجھتے تھے جبکہ عورت و مرد دونوں انسان ہونے اور ذمہ داریاں نبھانے کے لحاظ سے بالکل برابر ہیں۔ عورت کی ذمہ داری گھر کے اندر اور مرد کی گھر سے باہر مقرر ہو چکی ہے اور اسی لحاظ سے ان کی جسمانی ساخت اور جسمانی طاقت بنائی گئی ہے۔ اور اسی لیے مرد کو عورت کی نسبت زیادہ مضبوط کہا گیا ہے۔ لیکن اہل مکہ اسلام سے پہلے عورت اور بیٹی کو بڑا نچلا مقام دیتے تھے اسی لیے بیٹی کی پیدائش پر غم زدہ ہو جاتے بلکہ بیٹی کو مار ہی دیتے تھے۔ پھر ان کی اس دلیل کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم تو صرف اپنے باپ دادا کی ہی پیروی کر رہے ہیں۔ تو ان کے جد امجد تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے ان کی تعلیم تو ہرگز شرک کی نہ تھی بلکہ انہوں نے تو توحید کی تعلیم دی تھی۔ جو ہمارے خالق و مالک کے معاملہ میں اصولی تصور ہے۔ اور اسی مخلوق کے معاملہ میں اصولی تصور ہے انسانیت یہ دونوں تصور انسان کو امن و سکون اور

کامیابی کی راہ دکھاتے ہیں۔ یہی تصور یہی تعلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی ہے اگر یہ لوگ باپ دادا کی تعلیم کو کہتے ہیں تو ان کی تعلیم کفروشرک سے بہت دور تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہترین انسان تھے اور اللہ کے انتہائی فرمانبردار نبی تھے۔ حالانکہ ان کے والد بت بنانے والے اور ارد گرد تمام لوگ بت پرست تھے۔ مگر انہوں نے بڑی جرأت سے بتوں سے بیزاری اور توحید پر عمل کا اعلان کیا۔ ان کی یہ جرأت مندی اور اللہ سے محبت کی ادا اللہ کو اس قدر پسند آئی کہ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کی آل اولاد کو توحید کا معلم قرار دے دیا اور ان کو تمام انسانوں پر فضیلت و برتری عطا کی جو رہتی دنیا تک برقرار رہے گی۔ آپ کو خلیل اللہ کا لقب ملا اور اپنے بعد آنے والے تمام نبیوں کے جد امجد کہلائے۔ جیسا کہ ہمیشہ کا دستور ہے کہ رسول کو طرح طرح کے الزامات دیئے جاتے رہے ہیں۔ آپ کو بھی اہل مکہ نے جادوگر وغیرہ کہا اور پھر یہ بھی کہ آپؐ کی بجائے کسی بڑے مالدار کو نبی بنایا جاتا تو بات بھی تھی تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا رحمت خداوندی کے یہ مالک ہیں؟ یہ نبوت کی نعمت تو صرف اس کو دی جاتی ہے جو سب سے زیادہ پاکیزہ، نیک فطرت اور پاکیزہ گھرانے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس میں دنیاوی جاہ وحشمت کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ہر قسم کی عزت، طاقت مال و دولت غرض ہر چیز اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ جسے جتنا چاہتا ہے دیتا ہے اگلی آیات اسی بارے میں ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

دنیا وآخرت کی بڑائی کفروشرک کا انجام

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا
بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا
يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ
سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝
وَزُخْرُفًا ۭ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ ع
وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ
السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ
الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ
مُشْتَرِكُوْنَ ۝

کیا یہ لوگ تمہارے رب کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں اُن کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے تا کہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے رب کی رحمت اس سے

کہیں بہتر ہے۔(32) اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ سے انکار کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے۔(33) ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں۔(34) اور خوب زینت و آرائش کر دیتے اور یہ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمہارے رب کے پاس پرہیزگاروں کے لیے ہے۔(35) اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کرے یعنی غافل ہو جائے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔(36) اور یہ شیطان ان کو رستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے رستے پر ہیں۔(37) یہاں تک کہ جب ہمارے پاس آئے تو کہے گا کہ کاش مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا تو بُرا ساتھی ہے۔(38) اور جب تم ظلم کرتے رہے تو آج تمہیں یہ بات فائدہ نہیں دے سکتی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔(39)

تشریح: ان آیات میں سب سے پہلے تو دنیاوی اور آخروی نعمتوں، برکتوں، مال و اسباب اور اجر و ثواب کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اول تو مال و دولت اور درجات کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنے منصوبے، پروگرام اور نظام دنیا کی بہترین طریقہ سے چلانے کے لحاظ سے مقرر کر رکھا ہے۔ تفصیلات پہلے بھی گزر چکی ہیں۔ اگر ہم اپنے گھر کو دیکھیں تو مسئلہ بڑی آسانی سے سمجھ آ سکتا ہے۔ مثلاً باہر کے کام مشکل ہوتے ہیں تو مرد کو جسمانی لحاظ سے مضبوط بنا دیا گھر کے اندر ہلکے اور نازک کام ہوتے ہیں تو عورت کو نرم و نازک اور نسبتاً کمزور طاقت والا بنا دیا گھر میں کام کاج میں مدد کے لیے کم حیثیت یعنی مالی لحاظ سے کمزور انسان بنا دیئے تاکہ وہ اپنی کمائی کا ذریعہ صبر و شکر سے چھوٹے موٹے کاموں کو بنا سکیں ذرا غور کریں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر میں جہاں جس کی ضرورت تھی اسی لحاظ سے انسانوں کو مقرر کر دیا گیا ہے۔ مرد کی جگہ عورت اور آقا کی جگہ خادم کام نہیں کر سکتا بالکل اسی طرح اللہ جل شانہ نے ہر شخص کو اس کی حیثیت سے مقرر کر رکھا ہے کیونکہ تمام دنیا کا نظام ایسے ہی ٹھیک چل سکتا ہے۔ پھر یہ بھی بتا دیا کہ یہ تمام درجات انسان کے امتحان کا ذریعہ ہیں۔ جو بھی اپنی ڈیوٹی نیک نیتی، خلوص، محبت اور حب الٰہی حاصل کرنے کے لیے صبر و شکر اور سنت و قرآن کے اصولوں کے مطابق ادا کرتا ہے تو گویا اس نے سب کچھ کما لیا۔ کیونکہ دنیا کے عیش و آرام مال و دولت اور اعمال تو آخرت کے عیش و آرام اور مال و دولت کی نسبت بالکل صفر کا درجہ رکھتے ہیں۔ دنیا کی غربت شیطان سے دور رکھنے کا ہتھیار ہے اور جنت میں پہلے داخل ہونے کی ضمانت ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ اہل مال فقراء کے مقابلہ میں پانچ سو سال بعد جنت میں جائیں گے وہ حساب دیتے رہیں گے اور فقراء بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے''۔ (مشکوٰۃ)

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ صاحب بڑے خوبصورت انداز سے اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ:

''دنیا کا مال و دولت تو اللہ کے ہاں اس قدر کمتر اور ناقدری کی چیز ہے کہ کافروں کو زیادہ دیتا ہے مگر اس کا مقصد یہ

ہر گز نہیں کہ مومن اس سے محروم رکھے جائیں گے۔ کیونکہ مومن کی دلداری کی غرض سے ابھی تک کفار کا مال محدود ہے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ ان کو اس قدر دے دیتا کہ ان کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی اور گھروں کے دروازے اور خوبگا ہیں سونے کی ہوتیں''۔ ایک حدیث میں آتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں فقر (تنگدستی) لوگوں کے ہاں عیب ونقص سمجھا جاتا ہے اور قیامت کے دن یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سبب زینت ہوگا۔ (یعنی فقر کی بدولت آدمی کو بہت بڑے اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا) (کنز الاعمال بحوالہ گلستان قناعت)

سب سے بڑا نقصان دنیاوی مال ودولت اور عیش وآرام کا یہ ہے کہ یہ اکثر ایسے نشہ کا باعث بنتا ہے کہ انسان کو اللہ سے دور کرنے کا باعث بن جاتا ہے۔ اور یہی انسان کی بدنصیبی کا باعث ہوتا ہے۔ ایسا انسان بڑی آسانی سے نفس کا تابع ہو جاتا ہے اور یہی وہ شیطان ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت 36 میں کیا ہے۔ مال کی محبت میں ایسا شخص حلال وحرام کی پہچان بھول جاتا ہے اور جب ایک دفعہ بھولتا ہے تو پھر یہ بھول جانا اس کی عادت بن جاتا ہے اور یوں وہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی وہ کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے یعنی اچھائی اور برائی میں فرق کرنا اس کیلئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی کے لیے کہا گیا ہے کہ شیطان ان کو رستے سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے رستے پر ہیں'' (آیت 37) یہ انسانی فطرت ہے کہ اگر ایک دفعہ برا کام کر لے تو پھر وہ برائی کی راہوں پر چلنے لگتا ہے اور اس کو یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ برائی کی راہیں اختیار کر چکا ہے اس لیے کوئی چھوٹی سے چھوٹی برائی بھی ہر گز نہیں کرنی چاہیے۔ اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ کی یاد اور ذکر میں مشغول رہے۔ عبداللہ بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ شریعت کے احکام تو بہت سے ہیں لیکن مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جس کو میں اپنا مشغلہ بنالوں''۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیری زبان ہر وقت ذکر اللہ سے تر وتازہ رہے۔ (ابن ماجہ) سیدھی اور آسان سی بات ہے جب کوئی شخص اللہ سے غافل ہو کر زندگی گزارتا ہے تو اس کو یہ نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔ وہ شیطان کے قبضہ میں آجاتا ہے۔ اللہ کے شکر کی بجائے ناشکری کرتا ہے۔ اس کا دل قناعت اور توکل سے بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ دنیاوی ترقی اور تنزل کی فکر میں ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ سکون اور امن کی نعمت سے دل دماغ بالکل خالی ہو جاتا ہے موت اور مال کے نقصان کی فکر سے راتوں کی نیندیں ختم ہو جاتی ہیں اور پھر وہ اس قدر عاجز آجاتا ہے کہ موت کی تمنا کرنے لگتا ہے۔ جبکہ ذکر الٰہی کرنے والے شخص کی زندگی اس کے بالکل خلاف ہوتی ہے ہم ایک حدیث سے اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا وہ آدمی جو اللہ کو یاد کرتا ہے اور وہ آدمی جو یاد الٰہی سے غافل ہے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے یعنی جو بندہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ زندہ دل ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مر جاتا ہے''۔ (بخاری ومسلم) ایسے لوگ جن کے دل میں یاد الٰہی اور زبان سے ذکر الٰہی ہوتا رہے وہ اللہ کے مقبول ترین انسان بن جاتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کا نور ان کے چہروں پر دکھائی دینے لگتا ہے۔ جو اس

کے علاوہ راستے اختیار کرتے ہیں تو انہی لوگوں کے لیے اللہ فرماتا ہے: اور جب تم ظلم کرتے رہے تو آج تمہیں یہ بات فائدہ نہیں دے سکتی کہ تم سب عذاب میں شریک ہو''۔(آیت 39)

دعا ہے: الٰہی مجھے اس گروہ میں شامل کر جو کثرت سے توبہ کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرتا ہے۔ آمین

بروں کا انجام اور عبرت کا مقام

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا
مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ
بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ
تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً
یُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ
اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا
رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ
یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ﴿۵۲﴾
فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ
فَاَطَاعُوْهُ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ
اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ ﴿۵۶﴾

کیا تم بہرے کو سنا سکتے ہو یا اندھے کو رستہ دکھا سکتے ہو، اور جو صریح گمراہی میں ہو اسے راہ پر لا سکتے ہو؟(40) اگر ہم آپ کو (دنیا سے) اٹھا لیں تو ان لوگوں سے ہم انتقام لے کر رہیں گے۔(41) یا تمہاری زندگی میں تمہیں وہ عذاب دکھا دیں گے جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہم ان پر قابو رکھتے ہیں۔(42) پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رہو بیشک تم سیدھے رستے پر ہو۔(43) اور یہ قرآن تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے نصیحت ہے اور لوگو! تم سے عنقریب باز پرس ہوگی۔(44) اور اے محمد ﷺ! جو ہم نے تم سے پہلے پیغمبر بھیجے ہیں ان کے حالات دیکھ لو۔ کیا ہم نے اللہ رحمٰن کے سوا

ور معبود بنائے تھے کہ جن کی عبادت کی جائے؟۔(45)اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھیجا تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے رب العٰلمین کا رسول ہوں ۔(46) جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ نشانیوں سے ہنسی کرنے لگے۔(47)اور جو نشانی ہم ان کو دکھاتے ہیں وہ دوسری سے بڑی ہوتی ہے اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تا کہ باز آئیں ۔(48)اور کہنے لگے کہ اے جادوگر! اس عہد کے مطابق جو تیرے رب نے تجھ سے کر رکھا ہے اس سے دعا کر تو ہمیں ہدایت مل جائے گی (49) سو جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو وہ عہد شکنی کرنے لگے(50)اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟ اور یہ نہریں جو میرے محلات کے نیچے بہہ رہی ہیں، میری نہیں ہیں؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟(51) بھلا میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ایک ذلیل آدمی ہے اور بات بھی صاف طور پر نہیں کر سکتا۔(52) تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے ۔(53) غرض اس نے اپنی قوم کی عقل ماردی اور انہوں نے اس کی بات مان لی بیشک وہ نافرمان لوگ تھے۔(54) جب انہوں نے ہم کو ناراض کیا تو ہم نے ان سے انتقام لے کر ان سب کو ڈبو دیا۔(55)اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا''۔(56)

تشریح: ان آیات میں سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو تسلی کے طور پر مخاطب کر کے کہا جا رہا ہے کہ لوگوں کے دلوں سے کفر کو نکال کر ایمان کی روشنی ڈالنا کوئی آسان کام نہیں جیسا کہ شروع دن سے یہی ہوتا آیا ہے کہ نبی آتے رہے لوگوں کو توحید و ایمان کی تعلیم دیتے رہے کچھ نے مانا اور بہت سوں نے نہ مانا اور جنہوں نے نہ مانا وہ اللہ کے غصے کا شکار ہوئے عذاب آیا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ان کو عذاب ہی ملے گا۔تو فرمایا اے پیارے نبیؐ! آپ اپنا تبلیغ کا کام کئے جائیں ان تمام لوگوں سے ہم خود نمٹ لیں گے۔ اس کی مثالیں تاریخ میں بھری پڑی ہیں۔ایک مثال تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی آپ کے سامنے موجود ہے۔ یہ قصہ بڑی تفصیل سے گزر چکا ہے مختصراً عرض ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون قبطیوں اور بنی اسرائیل کی طرف معجزے دیکر توحید کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا گیا تھا۔مگر وہ باوجود عذاب دیکھنے کے راہ راست پر نہ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو مشہور معجزے ہیں یعنی لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور ہاتھ کا روشن ہونا، اسی طرح فرعونیوں پر اللہ کے عذاب آتے رہے مثلاً طوفان آیا، ٹڈیاں آئیں، جوئیں آئیں، مینڈک کی بارش ہوئی، اور تمام کھیت مال مویشی تباہ و برباد ہو گئے۔ ہر عذاب کے آنے پر توبہ استغفار کرتے مگر پھر اپنی پہلی چال پر چلنے لگتے یعنی شرک و کفر۔ تو یوں انہوں نے رب العزت کو بالکل ناراض کر لیا تو بالآخر ان پر اتنا شدید عذاب آیا کہ سب کے سب غرق ہو گئے اور ایسے غرق ہوئے کہ قیامت تک تمام لوگوں کے لیے عبرت کی مثال بنے رہیں گے۔ وہ یوں کہ فرعون کی لاش عجیب و غریب حال میں مصر کے عجائب گھر میں محفوظ پڑی ہوئی ہے۔جس کو لوگ دیکھنے جاتے ہیں اور توبہ توبہ کرتے ہیں۔ یہ حال تو اس کا دنیا میں ہو رہا ہے آخرت میں تو نجانے

کیا ہوگا۔ یہ سب کچھ اس کو اپنے کیئے گئے اعمال کے بدلے میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ جیسا کہ تفصیلات آیات 46 سے 56 میں بیان کی گئی ہیں۔ تو جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں بار بار قصوں کو دہرایا گیا ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے۔ ہدایت دینے کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ مثالیں دے کر ہر بات کو اچھی طرح واضح کر دیا جائے یعنی سبق دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کے متعلقہ مضامین کو زندہ کہانیوں کے ذریعے واضح کر دیا جائے جیسا کہ درس و تدریس کا بہترین ذریعہ اخبارات رسائل ریڈیو اور ٹیلی ویژن ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے ان تمام گزری ہوئی قوموں کے حالات تفصیل سے بار بار بیان کرتا ہے کہ لوگ ہدایت پائیں اور برائی کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اسی سلسلہ میں اگلی آیات میں حضرت مریم علیہا السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور قوم کا قصہ

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ
مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ
وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾
وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ
الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ
وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ
وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ
لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا
يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ ع 6 11 12

اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے۔ (57) اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ عیسیٰ؟ انہوں نے صرف جھگڑنے کے لیے ہی آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کی مثال بیان کی ہے دراصل یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ (58) وہ تو ایک بندے ہی تھے جن پر ہم نے فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لیے ان کو اپنی قدرت کا نمونہ بنا دیا۔ (59) اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے۔ (60) اور وہ عیسیٰ قیامت کی نشانی ہیں لہٰذا اس میں ہرگز شک نہ کرو میرے پیچھے چلو یہی سدھا راستہ ہے۔ (61) اور کہیں شیطان تم کو اس سے روک نہ دے وہ

تو تمہارا اعلانیہ دشمن ہے۔(62) اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ میں تمہارے پاس دانائی کی کتاب لے کر آیا ہوں اور اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو تم کو سمجھا دوں تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو(63) کچھ شک نہیں کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے پس اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔(64) پھر کتنے فرقے ان میں سے پیدا ہو گئے تو جو لوگ ظالم ہیں ان کو درد دینے والے عذاب سے خرابی ہے۔(65) یہ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت اچانک آ جائے اور ان کو خبر تک نہ ہو۔(66) جو آپس میں دوست ہیں اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیز گار کہ وہ (اس دن) آپس میں دوست ہی رہیں گے۔" (67)

تشریح: یہاں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کفار مکہ کے سامنے کیا گیا تو وہ لوگ پھولے نہ سمائے اور نعرے لگانے لگے اور شور مچانے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی تو ان کی قوم اللہ مانتی ہے کوئی ان کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اگر ہم نے بے شمار معبود بنا رکھے ہیں تو کونسی عجیب بات ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب لوگوں کے اپنی گمراہی کے عقیدے ہیں کیونکہ عیسیٰ ابن مریم نے تو اللہ کے ایک ہونے اور لاشریک ہونے کی ہی تعلیم دی تھی یہ تو ان کے بعد لوگ مختلف گروہوں میں بٹ گئے اور مختلف عقیدے گھڑ لیے اور یہ بھی کہ ان کی قوم نے تو اپنی طرف سے ان کو سولی پر چڑھا دیا تھا جب کہ قرآن پاک اس کی تردید کرتا ہے اور ان کی دوبارہ دنیا میں آمد کی اطلاع دیتا ہے کہ وہ دنیا میں اس وقت دوبارہ آئیں گے جب قیامت بالکل قریب ہوگی گویا ان کا آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جیسا کہ آیت نمبر 61 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور وہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں"۔ پھر لوگوں کو تلقین کی گئی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہی سیدھا راستہ ہے کیونکہ انہوں نے اس رب العزت، علیم وحفیظ اور قادر مطلق رب العلمین کی عبادت کا حکم دیا ہے جو تمام لوگوں کے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی کا راستہ ہے۔توحید کا سبق پہلا بنیادی سبق ہے دوسرا آخرت پر یقین اور تیسرا سنت رسولؐ کی پیروی اس بحث کو محمد یوسف اصلاحی یوں بیان کرتے ہیں: یہ اللہ کا دین ہے جو تمام انسانوں کا رب ہے، سارے ہی انسان اس کے بندے ہیں اور اس کو سب سے یکساں پیار ہے، یہ ہر اس انسان کا دین ہے جو اس کو اپنا کر اس کے مطابق زندگی گزارے تو اسلام کی برکتوں سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔(از شعور حیات)

توحید پر قائم ہونا گویا تمام دنیا کے خوف وخطر سے بے نیاز ہو کر ایک کامل انسان بن جانے کی دلیل ہے۔شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
کیا ڈر جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

یہی وہ عقیدہ اور جذبہ ہے جو مسلمان کو سیسہ پلائی دیوار بنا دیتا ہے۔ غیر مسلم اس حقیقت سے بے خبر ہے اس لیے گھبراہٹ میں وہ مسلمان کو دہشت گرد کا خطاب دے دیتا ہے جب کہ اسلام امن کا سبق دیتا ہے، ظلم زیادتی، جنگ وجدل اور فساد سے منع کرتا ہے۔ توحید کے بارے میں میجر جنرل غلام محمد ملک صاحب یوں لکھتے ہیں:

''اللہ پر ایمان صرف عقلی دلائل سے پیدا نہیں ہوتا، بلکہ یہ کائناتی علم، روحانی واردات و مشاہدات کے اشتراک سے جنم لیتا ہے۔ آج کا سائنس دان ایک عجیب مقام پر رکا ہوا ہے وہ نہ تو وجود کائنات کی کوئی توجیہہ پیش کر سکتا ہے اور نہ وہ دانشِ اعلیٰ کو تسلیم کرتا ہے بایں ہمہ وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایسے شعور، احساس اور فکر کے سرچشمے کو ضرور محسوس کرتا ہے۔ جسے روحِ اکبر کہنا زیادہ موزوں ہوگا۔ انسان کی روح اسی روحِ اکبر کو پکارتی آ رہی ہے۔'' (از مطالعہ قرآن)

ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ صرف اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت اچانک آ جائے اور ان کو خبر تک نہ ہو''۔ (آیت 67) اگلی آیات میں ان لوگوں کو خوشخبری دی گئی ہے جو اللہ کے مقبول، متقی اور پرہیزگار بندے ہیں کہ ان کو بڑے بڑے انعامات دیئے جائیں گے۔

فیصلے کا دن اور نیکوکاروں کے لیے خوشخبری اور گنہگاروں کے لیے سزا کی خبر

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا
مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ
وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ
الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِنَّ
الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾
لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ اَمْ
يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۚ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٨٠﴾ قُلْ اِنْ كَانَ
لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٨١﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا
يَصِفُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي
السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ
خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾
ع فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

میرے بندو! آج تمہیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہو گے۔(68) جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرمانبردار ہو گئے۔(69) (ان سے کہا جائے گا) تم اور تمہاری بیویاں عزت و احترام کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جاؤ۔(70) لیے پھریں گے ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور آبخورے اور وہاں جو جی چاہے اور جو آنکھوں کو اچھا لگے موجود ہوگا اور (اے اہل جنت) تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔(71) اور یہ جنت جس کے تم مالک بنا دیئے گئے ہو تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔(72) وہاں تمہارے لیے بہت سے میوے ہیں جن کو تم کھاؤ گے۔(73) اور مجرم ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے (74) جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔(75) اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔(76) اور وہ پکاریں گے اے مالک تمہارا پروردگار ہمیں موت دے دے تو وہ جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو گے۔(77) ہم تمہارے پاس حق لے کر پہنچے لیکن تم میں سے اکثر حق سے ناخوش ہوتے رہے۔(78) کیا انہوں نے کوئی بات ٹھہرا رکھی ہے تو ہم بھی کچھ ٹھہرانے والے ہیں (79) کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں؟ ہاں ہم سب سنتے ہیں، ہمارے فرشتے ان کے پاس ان کی سب باتیں لکھ لیتے ہیں۔(80) کہہ دو کہ اگر اللہ کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں۔(81) یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کا مالک، عرش کا مالک اس سے پاک ہے۔(82) تو ان کو بک بک کرنے اور کھیلنے دو یہاں تک کہ جس دن ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کو دیکھ لیں۔(83) اور وہی ایک آسمانوں میں معبود ہے اور وہ دانا اور علم والا ہے۔(84) اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے۔ اور اسی کو قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔(85) اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں جو علم و یقین کے ساتھ حق کی گواہی دیں وہ سفارش کر سکتے ہیں۔(86) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے تو پھر یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں؟ (87) اور بعض اوقات پیغمبر کہا کرتے ہیں کہ "اے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔(88) تو ان سے منہ پھیر لو اور سلام کہہ دو ان کو عنقریب انجام معلوم ہو جائے گا"۔(89)

تشریح: شروع کی آیات میں رب العزت بڑے پیار اور شفقت سے اپنے بندوں کو بتا رہے ہیں کہ یہ دنیا تمہارے لیے امتحان گاہ ہے میرا مقصد تو لوگوں کو سزا دینا ہرگز نہیں لیکن قرآن کے مطابق جو زندگی نہیں گزاریں گے ان کو سزا ضرور ملے گی مگر

نیکی پر چلتے ہوئے جو لوگ نیک، اچھی، پاکیزہ اور صاف ستھری زندگیاں گزاریں گے ان کو مرنے کے بعد انتہائی سکون کی زندگی ملے گی بلکہ ایسی بہترین زندگی کہ جس کا تصور تم آیات 68 سے 73 تک کے مضمون سے بخوبی کر سکتے ہو۔ یہ تمام باتیں ایسی ویسی نہیں بلکہ یہ اس الہ العٰلمین کی کہی ہوئی ہیں جو اپنی تمام صفات میں بے مثل اور لاشریک ہے۔ وہ بالکل اکیلا ہے۔ اس کا کوئی رشتہ دار، کوئی مدد کرنے والا اور کوئی دوست نہیں، ہاں البتہ وہ ان بندوں کو دوست بناتا ہے جو اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے پاکیزہ زندگیاں گزارتے ہیں لیکن جو بدکردار مشرک لوگ ہیں ان کو دنیا میں ذلیل وخوار ہو کر آخرت میں جہنم کی زندگی گزرانے کا پیغام دیا گیا ہے۔ جہنم کیا ہے؟ آیت 74 سے 77 تک اس کا نقشہ بڑی اچھی طرح کھینچ دیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو تسلی سے بتا دیا گیا ہے کہ آپؐ اپنا کام کیئے جائیں ان بدکردار لوگوں کے حساب لینے کا بندوبست اللہ جل جلالہ نے بہت اچھا کر رکھا ہے کیونکہ وہ (اللہ) بڑی شان، برکت، عظمت اور طاقت رکھنے والا ہے۔ کیونکہ اس اکیلے نے دنیا، آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے خود اپنی حکمت اور طاقت سے بنایا ہے اس لیے کوئی چیز کوئی بات اور کوئی فرد اس کی نظر سے چھپ نہیں سکتا۔ اس نے کائنات کا بندوبست اس قدر بہترین کر رکھا ہے کہ یہ سب بندے بشر کی سمجھ سے باہر ہے۔ بڑے بڑے سائنسدان، مفکر علماء اور فقہاء ہر وقت تحقیق وتفتیش میں لگے رہتے ہیں اور تھوڑا بہت علم ان کو ہو چکا ہے۔ مثلاً سلطان بشیر محمود صاحب لکھتے ہیں:

''سائنس دان بھی یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ آسمانوں میں خالص خلا (Pure vaccum) جیسی کوئی چیز نہیں بلکہ وہ بھی (Slellar) گیسوں، تابکاری اور انتہائی لطیف قسم کے مادوں کے ساتھ بھری پڑی فضاء ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ سائنسدان ہائل اور وکرم دونوں کا خیال ہے کہ دمدار ستارہ فضائی جراثیموں کے لیے بہت عمدہ رہائشی جگہ ہے۔ کیونکہ وہاں کیمیکل اور پانی کے بخارات کے باہمی عمل کی وجہ سے فضاء سازگار اور مناسب گرم بھی ہوتی ہے جو جراثیم کی تخلیق اور زندگی کے پروان چڑھانے کے لیے خوب مناسب ہے۔ اور یہ جراثیم اچھے برے، وقتاً فوقتاً زمین پر بھی کسی نہ کسی طرح پہنچ رہے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے تخلیقی ادامر کو بھی بہتر طور پر سمجھنے کی طرف ایک قدم ہے کہ ہر جگہ زندگی کی کفالت وبحالی اور نشوونما اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ ہے اس کا علم ہر جگہ کو گھیرے ہوئے ہے، وہی زمان ومکان کا خالق ومالک ہے۔ ہمارا قرآن پاک اس کی طرف سے ایک آفاقی کتاب ہے اور حضرت محمد ﷺ جس طرح اس کرہ ارض پر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اسی طرح وہ باقی تمام دنیاؤں کے لیے بھی رحمت ہیں اور ان کی وساطت سے ساری کائنات سے ہمارا رستہ استوار ہے۔ (از قیامت اور حیات بعد الموت)

قرآن پاک میں یہ سائنسی حقائق چند جملوں میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ جب ہم جیسے عام انسان قرآن میں بیان کی گئی ان تمام حقیقتوں سے واقف ہوتے ہیں تو پھر قرآن کی بتائی ہوئی ہر بات یعنی توحید، قیامت، جنت دوزخ اور نیکی و

بدی پر اور بھی زیادہ پکا یقین ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کون ایسا بے وقوف اور ناعاقبت اندیش انسان ہوگا جو اللہ کا شریک کسی کو بنائے گا یا مسلم ہوتے ہوئے احکامات الٰہی سے انکار کرے گا؟ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہیں مگر بغیر سمجھے، اللہ کو مانتے ہیں مگر بغیر پکے یقین کے، زندگی گزارتے ہیں مگر بغیر یہ سوچے ہوئے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ لکھا جا رہا ہے اور اس کا حساب بھی دینا ہے۔ اور دنیا کی زندگی میں یوں مست، لاپرواہ اور بے خوف رہتے ہیں گویا یہ زندگی ہی سب کچھ ہے اور بس۔ تو ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سے منہ پھیر لو اور سلام کہہ دو ان کو عنقریب انجام معلوم ہو جائے گا''۔ (آیت 89) اس تمام حکمت کو ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے اور وہ ہمارا حاکم اعلیٰ ہے۔ اس کا خوف علم کا سرچشمہ ہے اس کا خوف بدی سے بچاتا ہے۔ اس کا خوف حکمت کی راہ دکھاتا ہے۔ اس کا خوف لمبی اور پرسکون زندگی بخشتا ہے۔ اس کا خوف پر اُمید بناتا ہے۔ اور اس کا خوف شیطان کی دوستی سے دور کر کے ایمان کے نور سے منور کرتا ہے۔ سچ ہے کہ اگر قوت ارادی مضبوط ہو تو کائنات اس کے سامنے جھک جاتی ہے۔ چار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو، قوم و ملت کو بلند اور مضبوط بناتی ہیں۔ علم، حلم، اتحاد اور یقین؟ قرآن سے پھوٹنے والا نور ہمیں جنت کا راستہ دکھاتا ہے اور دوزخ سے بچاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت رحمت ہے جو اس نے اپنے بندوں پر نازل فرمائی ہے۔ اللہ ہمیں اس نور سے منور کر دے (آمین)

خصوصی التجاء ''اے اللہ! دعا سننے اور قبول کرنے والے پروردگار! حساب کے دن میرا اعمال نامہ سیدھے ہاتھ میں دینا۔ میں تیرے حضور سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔ یا ستار العیوب! میرے عیب آخرت میں بھی ڈھانپ کر رکھنا۔ بندہ اس اشک آلود التجا کے ساتھ حاضر ہے۔ شرمسار، گناہ گار، جو بھی ہوں آخر تیرا ہی بندہ ہوں اور تیری رحمت بے حد و حساب ہے''۔

(از ہمارا سنگین ترین مسئلہ مصنف محمد منظور الحق ڈار)

خلاصہ سورت الزخرف

رشد و ہدایت ہی ہماری زندگیوں کو منور کر سکتی ہے ہمیں اللہ کا مقبول بنا سکتی ہے ہمیں جہنم سے بچا سکتی ہے اور ہمیں جنت کا وارث بنا سکتی ہے۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ اس کا علم و ارادہ اور ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ لہٰذا قرآن کا مطالعہ بڑی باقاعدگی، توجہ اور شوق سے کرتے رہنا چاہیے۔ یہ اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب بہترین کتاب ہے اس اللہ کی جس نے ہمیں بنایا ہمارے لیے بے شمار چیزیں بنائیں آسمان بنائے زمین بنائی پوری کائنات بنائی اور بہترین اجر اور بدترین عذاب سے آگاہ کر دیا کہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے اس کے علاوہ اہل عرب اور قریش کے جاہلانہ عقائد پر بھی اس سورۂ میں بحث کی گئی ہے مثلاً ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دینا اور دیویوں کی مورتیاں بنا کر ان کی پوجا کرنا، اپنے اسلاف کے جاہلانہ اعتقادات کی پیروی کرنا یہ اہل عرب کا وطیرہ تھا اسکے علاوہ نبی ﷺ پر بے جا اعتراض کرنا کہ یہ اللہ نے ایک عام آدمی کو نبی کیوں بنایا

مکہ یا طائف کے کسی بڑے متمول اور رئیس کو نبوت کیوں نہ عطا کی گئی ان کے اسی طرح کے فضول اعتراضات کا جواب بھی اسی سورت میں دیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ وہ ہمیں ''سیدھا راستہ دکھائے ایسا راستہ کہ جس پر چلنے والوں پر آپ نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا راستہ کہ جن پر آپ ناراض ہوئے اور نہ گمراہوں کا''۔ (سورۃ فاتحہ آیات 5 اور 6)

تعارف سورت الدخان

یہ سورت ترتیب کے لحاظ سے چوالیسویں اور حٰمٓ سے شروع ہونے والی پانچویں سورت ہے۔ اس میں 59 آیات اور 3 رکوع ہیں۔ یہ بھی قیام مکہ کے درمیانی دور میں نازل ہوئی۔ اس زمانے میں کفار مکہ بڑے زور شور سے آپ ﷺ کی مخالفت کر رہے تھے اور باوجود اللہ کو رب ماننے کے اللہ سے انکار اس لیے کرتے کہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے آئے ہیں۔ صرف ضد اور ہٹ دھرمی میں رسول اور قرآنِ پاک کو آسمانی کتاب ماننے سے انکار کرتے۔ حالانکہ قرآن پاک بہترین، عام فہم اور رحمت کی نشانیاں لے کر آیا ہے اس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ یہ مبارک رات یعنی لیلۃ القدر میں نازل ہونا شروع ہوا اور پھر لگا تار نازل ہوتا رہا 23 سال میں مکمل ہوا۔ اس رات کی فضیلت یہ بھی ہے کہ یہ رمضان کی طاق راتوں میں سے ایک ہے اور اس رات اللہ تعالیٰ اہم اور اٹل فیصلے کرتا ہے۔ وہ سمیع وبصیر مالک یوم الدین ایسے پکے فیصلے کرتا ہے کہ کوئی بندہ بشر ان فیصلوں کو بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا انہی فیصلوں میں ایک پکا فیصلہ قیامت کے دن کا فیصلہ ہے اور وہ دن ایسا ہوگا کہ تباہی و بربادی کی وجہ سے ہر طرف دھواں ہی دھواں بھر جائے گا۔ مشرکین کے لیے بڑا سخت دن ہوگا۔ اسی سے خبردار کرنے کے لیے نبی اور قرآن نازل کیا گیا ہے۔ مگر وہ لوگ جو کفر پر اڑے ہوتے ہیں کبھی بھی راہ راست اختیار نہیں کرتے جیسا کہ قحط کا ذکر کیا گیا ہے کہ لوگوں کو ڈرانے کے لیے تنبیہ کے طور پر مکہ میں بڑا سخت قحط پڑا مگر کفار مکہ قحط کے ختم ہونے پر پھر اپنی پہلے والی روش پر آ گئے۔ تو اس پر رب العزت نے ان کی بدفطرت کے اظہار کے لیے قوم فرعون کی مثال دی ہے کہ جس طرح وہ لوگ ہر عذاب کے بعد پھر کفر وشرک میں مبتلاء ہو جاتے تھے اسی طرح یہ لوگ اور دنیا کے وہ تمام جو اس طرح کے ہوتے ہیں اپنا راستہ چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے لہذا یہ لوگ بھی کبھی نیک راہ اختیار نہیں کر سکتے۔ دوسری بات آخرت کا انکار تھا کہ وہ لوگ اور اس طرح کے تمام لوگ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ہرگز نہیں مانتے جبکہ قیامت کا آنا ضروری ہے۔ جزاء وسزاء کا ملنا بھی ضروری ہے۔ اور یہی سب باتیں قرآن پاک میں بڑے آسان الفاظ میں واضح کر کے بیان کر دی گئی ہیں اور بڑی سہولت کی بات یہ بھی ہے کہ قرآن ان لوگوں کی مادری زبان عربی میں نازل کیا گیا ہے۔ پھر بھی وہ نہیں مانتے تو تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت تو اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گی تم بھی انتظار کرو اور ہمارے نبی بھی انتظار کرتے ہیں۔ پھر قیامت کے بارے میں آیا ہے ''یہ تو ایک چنگھاڑ کے منتظر ہیں جو ان کو اس حال میں آ پکڑے گی کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر نہ تو وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں میں واپس جا سکیں گے۔ (سورۂ یٰس 50-49) مطلب یہ ہے کہ وہ انتہائی

اچانک آ جائے گی۔ اور اس کا وقت صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اس لیے حدیث میں آیا ہے مومن کو دو دھڑ کے لگے رہتے ہیں ایک اس کا ماضی اور دوسرا اس کا مستقبل اس لیے انسان کو اپنی آخرت کی خاطر دنیا کو بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، اور موت سے پہلے زندگی کو کام میں لانا چاہیے کیونکہ ہر گزرا ہوا لمحہ ہمارے لیے سزا یا جزاء کا سبب بن رہا ہے۔ مگر کفار و مشرکین اس حقیقت کو سمجھنا نہیں چاہتے اور الٹا قیامت کی سچائی کو ہنسی مذاق میں اڑانا چاہتے ہیں اور یہ رویہ صرف کفار مکہ کا ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر دور کے منکرین کا یہی رویہ رہا ہے۔ بلکہ اکثر کمزور ایمان والے مسلمان بھی اسی قسم کی بات کرتے ہیں جو کہ صریح گمراہی، دھوکہ اور پھر عذاب کا موجب ہے اللہ ہمیں اس لغو خیال سے بچائے۔ (آمین)

قرآن سچ ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے

حٰمٓ ۞ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۞ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ
اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۞ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۞ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ۞ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۞ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ
وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۞ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۞ فَارْتَقِبْ يَوْمَ
تَاْتِي السَّمَاۗءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۞ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا
الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۞ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۞ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ
وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۞ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَاۗىِٕدُوْنَ ۞ يَوْمَ نَبْطِشُ
الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۞ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ
كَرِيْمٌ ۞ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۞ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ
اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَاِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۞ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ
فَاعْتَزِلُوْنِ ۞ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ۞ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۞ الثلاثة
وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۞ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۞ وَّزُرُوْعٍ
وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۞ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۞ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۞ فَمَا
بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۞ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنَ ع 29 14
الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۞ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۞ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ
عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۞ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗـؤٌا مُّبِيْنٌ ۞ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ

لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ
صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا
مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

حٰم ۔(حروف مقطعات میں سے ایک ہے)۔(1)اس روشن کتاب کی قسم ۔(2) کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا بے شک ہم تو ڈرانے والے ہیں (3) اسی رات میں تمام حکمت کے کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔(4) یعنی ہمارے ہاں سے حکم ہو کر بیشک ہم ہی پیغمبر کو بھیجتے ہیں ۔(5) یہ تمہارے رب کی رحمت ہے۔ وہ تو سننے والا جاننے والا ہے۔(6) آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے اگر تم واقعی یقین کرنے والے ہو۔(7) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور وہی مارتا ہے وہی تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے۔(8) مگر یہ لوگ شک میں کھیل رہے ہیں ۔(9) اور اُس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صاف طور سے دھواں نکلے گا۔(10) جو لوگوں پر چھا جائے گا یہ درد دینے والا عذاب ہے۔(11) اے ہمارے رب ہم سے اس عذاب کو دور کر ہم ایمان لاتے ہیں ۔(12) اس وقت ان کو نصیحت کیا کام دے گی جب ان کے پاس پیغمبر آ چکے جو کھول کھول کر بیان کر دیتے تھے ۔(13) پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے یہ تو پڑھایا ہوا اور دیوانہ ہے۔(14) ہم تھوڑے دنوں کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں مگر تم پھر کفر کرنے لگتے ہو۔(15) جس دن ہم بری طرح پکڑیں گے تو پھر انتقام لے کر چھوڑیں گے ۔(16) اور ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک بلند مرتبہ پیغمبر آئے ۔(17) جنہوں نے یہ کہا کہ ’’اللہ کے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو میرے حوالے کر دو میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں ۔(18) اور اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں ۔(19) اور اس بات سے کہ تم مجھے سنگسار کر دو میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں ۔(20) اور اگر مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ۔(21) تب موسیٰ نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ نافرمان لوگ ہیں ۔(22) اللہ نے فرمایا کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چلے جاؤ اور فرعونی ضرور تمہارا پیچھا کریں گے۔(23) اور دریا خشک ہو رہا ہوگا تو اس سے پار ہو جاؤ تمہارے بعد ان کا تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا۔(24) وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑ گئے ۔(25) کھیتیاں اور نفیس مکان ۔(26) اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے ۔(27) اسی طرح ہوا اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا۔(28) پھر ان پر نہ تو آسمان اور زمین کو رونا آیا اور نہ ہی ان کو مہلت ہی دی گئی ۔(29) اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی ۔(30) یعنی فرعون سے بیشک وہ سرکش اور حد سے نکلا ہوا تھا۔(31) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دنیا کے لیے جان بوجھ کر منتخب کیا تھا۔(32) اور ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں صاف طور پر آزمائش تھی ۔(33) یہ لوگ یہ کہتے ہیں ۔(34) کہ ہمیں صرف ایک بار مرنا ہے اور پھر اٹھنا نہیں ۔(35) پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ۔(36) بھلا یہ اچھے ہیں یا تبع کی قوم اور وہ لوگ جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا بیشک وہ

گنہگار تھے۔(37)

تشریح: ان تمام آیات میں اللہ کی ان تدابیر کا ذکر کیا گیا ہے جو اس نے کائنات کے لیے مرتب کر رکھی ہیں۔ مثلاً میجر جنرل غلام محمد ملک صاحب اس کی بڑے خوبصورت انداز میں یوں وضاحت کرتے ہیں: فلسفۂ تاریخ جس طرح سیاسی واقعات کی تکرار اور حوادث کے بار بار اعادہ سے اصول اور نتائج تک پہنچ کر ایک عام تاریخی قانون بنالیتا ہے اسی طرح انبیاء علیھم السلام کے سوانح اور تاریخیں بھی اپنے واقعات کے بار بار اعادہ سے خصائص نبوت کا اصولِ قانون ہمارے لیے مرتب کرتی ہے۔ پیغمبرانہ تاریخ کے انہی اصول وقوانین میں سے ایک یہ ہے کہ نبی جب اپنے کمالِ انسانیت کو پہنچ کر فیضان نبوت کے قبول اور استعداد کا انتظار کرتا ہے تو وہ ایک مدت تک کے لیے عالم انسانی سے الگ ہو کر ملکوتی خصائص (انتہائی پاکیزہ عادات) میں جلوہ گر ہوتا ہے اسی وقت سے اس کے دل ودماغ میں وحی الٰہی کا سرچشمہ موجیں مارنے لگتا ہے۔ کوہِ سینا کا پُر جلال پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لینے جاتا ہے تو چالیس روز بھوکا اور پیاسا رہتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے انجیل کی زبان گویا ہو، وہ چالیس روز وشب بھوکا پیاسا رہا۔ اسی طرح فاران کا آتشین شریعت والا پیغمبر حضرت محمد ﷺ نزول قرآن سے پہلے چالیس دن تک حراء نام کی ایک مکہ کی غار میں ہر قسم کی عبادتوں میں مصرف رہتا ہے اور بالآخر ناموسِ اکبر اقرا باسم ربك الذی خلق (پڑھ اپنے اللہ کے نام سے جس نے پیدا کیا)۔ کا مژدۂ جانفزا لے کر نمودار ہوتا ہے۔ اور یہ عظیم واقعہ ماہ رمضان اور اس کی مبارک رات یعنی لیلۃ القدر میں ہوا۔ (از مطالعہ قرآن) یہ سب ایک مقصد اور اس کے حصول کا طریقہ بتاتا ہے کہ جب کوئی طالب علم فرسٹ پوزیشن حاصل کرنا چاہتا ہے تو کچھ عرصہ کے لیے اپنی تمام مصروفیات سے دور ہو کر پوری توجہ دلچسپی اور دھیان سے اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ جس قدر زیادہ توجہ محنت اور جانفشانی سے کام کرے گا کامیابی اس قدر زیادہ یقینی اور بلند حاصل کرے گا۔ بالکل یہی طریقہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کا بھی ہے۔ پھر نبوت تو بہت ہی بڑی چیز ہے۔ اس کا حصول تو زیادہ ہی محنت، پاکیزگی، توجہ اور دنیاوی جھمیلوں سے دور رہنے سے ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے مسلسل عبادت ریاضت اور توجہ کا ایک چھوٹا سا ذریعہ ماہ رمضان میں اعتکاف کی صورت میں بتایا گیا ہے۔ یہی جذبات وحالات جو ہم اعتکاف کے دوران اپنے اوپر طاری کرتے ہیں تو یہ اللہ کی بڑائی بیان کرنے اور ہدایت کی کتاب قرآن پاک کی نعمت حاصل کرنے کا ایک شکریہ کا انداز ہے۔ اور پھر رسول کی پیروی کا بہترین طریقہ بھی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا: اگر تم اللہ سے پیار کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو اللہ تم سے پیار کرے گا"۔ (سورت ال عمران)۔ اب یہ ثابت ہو چکا کہ رب صرف ایک ہے اسی نے ہمیں بنایا آسمان بنائے، زمین بنائی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب کچھ بنایا ہماری پرورش کے لیے بے شمار سہولتیں بنائیں اور ہماری ہدایت کے لیے بہترین انسان بہترین اصول وضوابط دے کر بھیج دیئے تو پھر ہمارا یہ فرض بنتا کہ ہم اس کی کتاب پر یقین کریں، عمل کریں اور اس کے ذریعے

بہترین راستے معلوم کر کے جنت کی نعمت حاصل کریں اور دنیا میں بھی بے فکری خوشی اور کامیابی کی زندگی گزاریں وہ اس طرح کہ چور کبھی بھی پر سکون نہیں ہوتا اس کو ہر وقت پکڑے جانے کا خوف لگا رہتا ہے اسی طرح ہر قسم کی تمام برائیاں انسان کو بے سکون کرتی رہتی ہیں جب کہ نیک سچا اور مخلص انسان بے فکر اور پر سکون خوش باش رہتا ہے۔ یہی تو وہ اصول اور طریقے ہیں جو ہمارے پیارے رب نے پیارے نبی کے ذریعہ پیاری کتاب میں سکھائے ہیں۔ مگر بدنصیب لوگوں کی کمی نہیں وہ بجائے ایمان لانے کے الٹی سیدھی تاویلیں دے کر شیطان کی دوستی میں پڑ کر کفر وشرک کی دلدل میں پھنسے رہتے ہیں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے جہنم کا عذاب اور دنیا میں بربادی اور عبرت ناک تباہی کا پیغام دیا گیا ہے اور پھر مشہور و معروف فرعون کی مثال دی گئی ہے۔ فرعون اور بے شمار دوسری ایسی قومیں گزر چکی ہیں جن میں سے یہاں تبّع کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرعون حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا قصہ بڑی وضاحت سے کئی بار بیان کیا جا چکا ہے۔ تُبّع دراصل یمن کے ہر اس بادشاہ کو کہا جاتا جو حمیری خاندان سے تعلق رکھتا ہو، جیسے ایران کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ، روم کے بادشاہوں کا لقب قیصر اور حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی تھا قوم تبع سے مراد قوم سبا ہی ہے تبع دراصل قوم تبع کے جد امجد کا نام تھا جو بذات خود ایک ایماندار آدمی تھا اور اپنے وقت میں اس کا ڈنکا بجتا تھا اس نے بہت سے علاقے فتح بھی کر لیے تھے ممکن ہے کہ اس کی اسی شہرت کی بنا پر بعد میں آنے والے بادشاہوں نے بھی اپنے لیے یہی لقب اختیار کیا ہو وہ بڑے ترقی یافتہ لوگ تھے ہر قسم کی آرام و آسائش ان کو حاصل تھی مگر جب وہ اللہ کی سرکشی، نافرمانی، بغاوت اور عداوت پر اتر آئے تو اللہ کے غصہ کا شکار ہوئے ان کا تمام مال و منام ادھر ہی رہ گیا اور وہ عبرت کا نشان بن کر نیست و نابود ہو گئے۔ موجودہ دور میں بھی ہمیں بے شمار ایسی قومیں دکھائی دیتی ہیں جو اللہ کے غصہ کا نشانہ بنیں مثلاً سکندر نے ایران کو اور ایرانیوں نے بابل اور نیوا کو، تاتاریوں نے رومتہ الکبریٰ کی تاریخ ہی ختم کر ڈالی اور پھر اتنی بڑی ترقی یافتہ مضبوط ترین طاقت روس کا کیا حال ہوا۔ یہ سب انسان اس کے کردار اور رویہ کی داستانیں اور سزاء و عذاب کے واقعات ہیں جو ہمیں عبرت اور اصلاح کا سبق دیتے ہیں۔ تاکہ اس زندگی میں ہی اپنی اصلاح کر لیں اس کے بعد نہ تو موقع ملے گا نہ مہلت نہ گنجائش اور نہ ہی توبہ کی قبولیت ہی ہوگی۔ یہ زندگی ہی سب سے بڑی مہلت ہے۔ قران میں آیا ہے: اور وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا بیشک وہ گنہگار تھے۔ (آیت 37) اصل بات یہ ہے کہ انسان کو اپنے جذبات سے زیادہ لگاؤ ہوتا ہے۔ وہ حقیقت کو دیکھ کر بھی اسے مشکل سے قبول کرتا ہے بلکہ جذباتی رویوں سے چمٹا رہتا ہے۔ یہی جذباتی رویے بدلنے کے لیے قرآنی تعلیمات، ریاضت اور عبادت کو بار بار طرح طرح سے انسان کے سامنے مثالیں دے کر بیان کیا گیا ہے۔ جو چاہتا ہے اللہ اس کی ہدایت کو آسان کر دیتا ہے لیکن جو نیکی کی راہوں کو پسند ہی نہیں کرتا تو پھر اللہ بھی اس کے لیے شیطان کی راہوں کو آسان کر دیتا ہے۔ مگر مومن بلند کردار مضبوط انسان ہوتا ہے۔ حدیث میں حسن اخلاق کی تعلیم کثرت سے دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں"۔

پھر فرمایا: سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے زیادہ اچھا ہو۔'' پھر آپ نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن میزان میں سب سے افضل چیز اچھا اخلاق ہوگا دراصل پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ اخلاق کے اسی اعلیٰ معیار پر تھے اس طرح آپ ﷺ نے خود نمونہ بن کر لوگوں کو عملی طور پر بتایا کہ وہ کس طرح اپنی زندگیوں کو عملی طور پر حقیقی معنوں میں با اخلاق بنائیں۔ اس قسم کا کردار کسی شخص کے بارے میں یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ ایک با اصول انسان ہے ایسے آدمی کی شخصیت حالات کی پیداوار نہیں ہوتی۔ ایسا اخلاق کسی آدمی کے بارے میں اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ سچا انسان ہے، وہ فطرت کے راستے پر قائم ہے انسان کی پیدائش بڑے اعلیٰ مقاصد کے لیے کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگلی آیات ملاحظہ ہوں

زمین و آسمان اور انسان کی پیدائش کا ایک مقصد ہے، کھیل نہیں

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ
مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ ع 2 13/15

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے ان کو کوئی کھیل نہیں بنایا۔(38) ان کو ہم نے تدبیر سے پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(39) کچھ شک نہیں کہ فیصلے کا دن ان سب کے اٹھنے کا وقت ہے۔(40) جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کو مدد ملے گی۔(41) مگر جس پر اللہ مہربانی کرے، وہ تو غالب اور مہربان ہے۔''(42)

تشریح: یہاں انسان کی پیدائش کو معمولی اور فضول کھیل سے بلند ایک با مقصد تخلیق قرار دیا جا رہا ہے۔ کفار جو اس زندگی کو صرف عیش و عشرت تک ہی محدود سمجھتے ہیں کہ بس مر گئے تو قصہ ختم مگر اللہ تعالیٰ نے بار بار اس بات کی وضاحت کی ہے کہ تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ نوٹ کیا جا رہا ہے اس لیے کہ جب مرنے کے بعد تم دوبارہ زندہ کر کے اللہ کے سامنے اپنے نامہ اعمال کے ساتھ پیش کئے جاؤ گے تو پھر تمہیں اپنی زندگی کا مقصد معلوم ہو جائے گا۔ سائنس دان جب کائنات کی تحقیق میں کچھ تھوڑا بہت کامیاب ہوئے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ کائنات میں حیرت انگیز طور پر ہر شخص کا نامہ اعمال رات دن مسلسل ریکارڈ کیا جا رہا ہے۔ اس کے ثبوت بڑی تفصیل سے گزر چکے ہیں اور یہ سب سسٹم بغیر وجہ کے قائم نہیں کیا گیا بلکہ یہ امتحان کا پرچہ ہے جو ہم یہاں حل کر رہے ہیں تاکہ حساب کے دن اس کے مطابق ہماری کامیابی یا ناکامی کا اعلان کر کے ہمیں اس کے مطابق انعامات یا سزائیں دی جائیں۔ یہ سب انسان کے علم سے بالکل باہر ہے یہ غیب کی باتیں قرآن پاک میں اسی لیے بتائی گئی ہیں کیونکہ اللہ جل شانہ کو اپنے بندوں سے بڑا پیار ہے اور وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے نیکی اختیار کریں اور دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے (آمین ثم آمین) قیامت کا دن، حساب کا دن بڑا سخت دن ہوگا

خاص طور پر گنہگاروں کے لیے کیونکہ رب العزت نے فرمایا ہے: جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کو مدد ملے گی۔ مگر جس پر اللہ مہربانی کرے وہ تو غالب اور مہربان ہے"۔ (آیات 41-42) دعا ہے: میں اس اللہ سے معافی اور بخشش چاہتا ہوں جو حی و قیوم ہے اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں"۔ (جامع ترمذی)

گنہگاروں کا حال اور نیکوکاروں کا حال

إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ الْأَثِيمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ۝
خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۝ ذُقْ إِنَّكَ
أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۝ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۝ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي
جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ ۝ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ
بِحُورٍ عِينٍ ۝ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ۝ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ
الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضْلًا مِنْ رَبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ فَإِنَّمَا
يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ ۝ ع 17/16

بلاشبہ تھوہر کا درخت۔ (43) گنہگار کا کھانا ہے۔ (44) جیسے پگھلا ہوا تانبہ پیٹوں میں اس طرح کھولے گا۔ (45) جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔ (46) حکم دیا جائے گا کہ اس کو پکڑ لو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ۔ (47) پھر اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی انڈیل دو کہ عذاب پر عذاب ہو۔ (48) اب مزہ چکھ تو بڑی عزت والا اور سردار بنا پھرتا تھا۔ (49) یہ وہی دوزخ ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔ (50) بیشک پرہیز گار لوگ امن کے مقام میں ہوں گے۔ (51) یعنی باغوں اور چشموں میں۔ (52) باریک اور گاڑھے ریشم کا لباس پہن کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ (53) وہاں اسی طرح ہوگا۔ اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی سفید رنگ کی عورتوں سے ان کو بیاہ دیں گے۔ (54) وہاں وہ امن و اطمینان سے ہر قسم کے میوے طلب کریں گے۔ (55) وہاں وہ موت کا مزہ نہیں چکھیں گے بس پہلی موت جو دنیا میں آچکی (سو آچکی) اور اللہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچا لے گا۔ (56) یہ تمہارے رب کا فضل ہے۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ (57) ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ (58) پس تم بھی انتظار کرو یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔ (59)

تشریح: قیامت، حساب کا دن اور پھر بدلے کا دن۔ یہ سب بڑی وضاحت سے بیان کئے جا چکے ہیں۔ ایک بار پھر ہم اس پر غور کرتے ہیں بیشک انسانی تاریخ میں حق شناسی کی چنگاریاں بھی ملتی ہیں۔ مگر اس کا بڑا حصہ حق تلفی کی روداد سے بھرا پڑا

ہے۔ مورخ کو بڑی مایوسی ہوتی ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ انسان کا ضمیر جو کچھ چاہتا ہے دنیا کے واقعی حالات اس کے خلاف ہیں یہاں ہم چند اقوال نقل کرتے ہیں۔

والٹر: ''انسانی تاریخ محض جرائم اور مصائب کی تصویر ہے''۔

ہربرٹ اسپنر: ''تاریخ محض بے فائدہ گپ ہے''۔

نپولین: ''تاریخ تمام کی تمام لایعنی قصے کا نام ہے''۔

کیا انسانیت کا یہ عظیم الشان ڈرامہ اسی لیے کھیلا گیا تھا کہ وہ اس طرح کی ایک ہولناک کہانی وجود میں لا کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے؟ ہماری فطرت جواب دیتی ہے کہ نہیں، ایک دن ایسا آنا ضروری ہے جب حق اور ناحق الگ ہو۔ ظالم کو اس کے ظلم کا اور مظلوم کو اس کی مظلومیت کا بدلہ ملے، یہ ایک ایسی طلب ہے جس کو اسی طرح تاریخ سے الگ نہیں کیا جا سکتا جس طرح اسے انسان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونا چاہیے، دونوں کا فرق ثابت کرتا ہے کہ ابھی زندگی کے ظہور کا کوئی اور سٹیج باقی ہے یہ خلا پکار رہا ہے کہ ایک وقت ایسا ہونا چاہیے جب دنیا کی تکمیل ہو قیامت نہ ہو تو ان ظالموں کا سر کون توڑے؟ بہر حال نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زندگی کی ٹھیک، بہترین اور منصفانہ تنظیم کے لیے آخرت کا تصور اس قدر ضروری ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ آخرت اس دنیا کی بہت بڑی حقیقت ہے۔ اس حقیقت سے انکار بہت بڑی حماقت اور نقصان کی بات ہے۔ اسی لیے مسلمان کا کردار غیر مسلم سے کافی فرق ہوتا ہے اب سوال یہ ہے کہ مسلم ممالک میں بے ایمانی، جھوٹ قتل و غارت گری اور بے راہ روی اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے ہی ممالک اور ایسے ہی لوگ برائے نام مسلم ہیں۔ انہی لوگوں کے لیے دوزخ کا ہولناک منظر قرآن پاک میں بتایا گیا ہے۔ کیا یہ منظر ایمان تازہ کرنے کے لیے اور خود کو بدلنے کے لیے کافی نہیں؟ دنیا اور آخرت کا لفظ قرآن پاک میں 115 مرتبہ آیا ہے۔ اور ساتھ ہی ان لوگوں کے لیے آخرت کی بہترین زندگی جنت اور اس کے مزے بڑی وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ خیالی باتیں ہیں؟ ہر گز نہیں۔ اسی سورت کے شروع میں رب ذوالجلال نے قرآن پاک کی قسم کھائی ہے کہ یہ روشن کتاب ہے۔ اور قسم کھانے والا کوئی معمولی نہیں۔ وہ بادشاہوں کا بادشاہ تمام جہانوں کا مالک، قادر مطلق، زندہ و قائم اور ہر قسم کی شان و شوکت والا ارفع و اعلیٰ واحدہ لاشریک ارحم الرحمین اپنی اس بہترین کتابِ ہدایت، روشن کتاب قرآن پاک کی قسم کھا کر یقین دلا رہا ہے کہ بیشک یہ کتاب سچ ہے ہمارا بھیجا ہوا پیغمبر بالکل سچ ہے اور ہم نے اس پر یہ کتاب نازل کی ہے۔ جب ایک انسان یہ یقین کر لیتا ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا صرف اللہ ہی ہے وہ اللہ جو ہمارے ایک ایک لمحہ سے واقف ہے جو بڑا مہربان ہے مگر بڑا ہی سخت حساب لینے والا بھی ہے اور وہ برے لوگوں کو پوری طرح ضرور سزا دے گا اور اچھے لوگوں کو بہت زبردست انعام دے گا۔ تو پھر ایسا بندہ کبھی بھی بھٹک کر اپنے لیے عذاب نہیں خریدتا۔ یارب العلمین اپنے فضل و کرم اور مہربانی سے ہمیں پکا سچا اور

بہترین مسلمان بننے کی توفیق عطاء فرماتا کہ ہم تیرے مقبول ترین بندوں میں شامل ہو کر جنت الفردوس کے وارث بنیں۔ (آمین)۔الحمدللہ کہ سورۃ الدخان مکمل ہوئی۔

خلاصہ سورۃ الدخان

یہ سورت انسانی زندگی اور اس کا اللہ کے ساتھ رابطہ بڑی وضاحت سے پیش کرتی ہے۔ جب ہم اپنے اوپر غور کرتے ہیں تو فخر کرتے ہیں مگر شکر کے ساتھ کہ اس نے ہمیں مسلمان گھرانے مسلم ملک میں پیدا کیا۔ یہ اللہ رحمن ورحیم کی طرف سے بہت بڑی مہربانی ہے۔ تو اس مہربانی کا شکر یہ صرف اس طرح ہی ادا کیا جا سکتا ہے کہ ہم اسلام کا بہترین نمائندہ بن کر دکھائیں۔ اگر ماضی میں ہم سے غلطی ہو چکی کہ ہم نے خود کو اسلام کا سچا پیروکار ثابت نہیں کیا تو کوئی بات نہیں اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔ آج سے ہمیں یہ عہد کر لینا چاہیے کہ زندگی کے ہر قدم پر ہر معاملہ میں صرف اللہ کی بندگی کو مدِ نظر رکھیں گے کیونکہ ہم اس عظیم الشان رہنما کی دعاؤں کا نتیجہ ہیں جو خلیل اللہ کا خطاب رکھتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: میں رب العٰلمین کا مسلم اور فرمانبردار ہوں"۔ (القرآن) ہم ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہوتے ہوئے دنیا کے لیے ہدایت کا نمونہ بھی بن سکتے ہیں اور گمراہی کا سبب بھی بن سکتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں بہت بڑا درجہ بھی دیا ہے اور بہت بڑی ذمہ داری بھی سونپی ہے۔ کیونکہ ہمارا رہن سہن، گفتگو، لین دین، معاملات حتیٰ کہ ہمارا اٹھنا بیٹھنا سب کچھ دوسرے پر اچھا یا برا اثر ڈال رہا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ بیشک اسلام اللہ کا پاکیزہ اور بہترین دین ہے اور یہ دلوں کو مسخر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور ہم اسلام کے نمائندے ہیں۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم بہت بڑے عہدے پر ہیں، امیر ہیں غریب ہیں، پڑھے لکھے ہیں یا ان پڑھ ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں صرف اسی کی ہی عبادت کرتے ہیں، اس کے بھیجے ہوئے رسول کو اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب پر پکا یقین رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں پکا یقین ہے کہ یہ زندگی کھیل تماشہ نہیں بلکہ ایک امتحان کا زمانہ ہے ہم مرنے کے بعد دوبارہ ضرور زندہ کئے جائیں گے ہمارا حساب کتاب ضرور لیا جائے گا۔ ہمیں سزا اور جزاء ضرور ملے گی۔ قیامت اس دنیا کی ایک سچی حقیقت ہے جو ہمارے سامنے آ کر رہے گی۔ جنت و دوزخ اللہ کے بنائے ہوئے ٹھکانے ہیں جن میں سے کوئی ایک ہمیں مل کر ہی رہے گا۔ ان سے فرار کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ بس دعا یہ ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں تندرستی ایمان کے ساتھ اور ایمان حسن اخلاق کے ساتھ"۔ (مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ)

دعا: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا"۔ (البقرہ201)(آمین ثم آمین)

تعارف سورة الجاثیہ

یہ پنتالیسویں سورت ہے حٰم کے لحاظ سے چھٹی سورت ہے۔اس میں 4 رکوع اور 37 آیات ہیں۔یہ سورت بھی دخان کے ساتھ ہی نازل ہوئی یعنی قیام مکہ کے درمیانہ دور میں نازل ہوئی اس کا مضمون بھی تقریباً دخان کے نفسِ مضمون سے ملتا جلتا ہے۔کیونکہ حالات بھی ایک ہی جیسے تھے یعنی کفر وشرک کا دور دورہ تھا اور لوگوں کو انکے غلط اعتقاد سے ہٹا کر توحید کی طرف لانا ایسا مشکل ترین کام تھا جیسا کہ ایک مدت سے بہتے دریا کو ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔اس وقت حالات بہت سخت اور مسئلہ بڑا سنگین تھا۔ان لوگوں کو یہ سمجھانا کہ اللہ ایک ہے ہماری زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات کا پیدا کرنے والا سوائے اللہ کے اور کوئی بھی نہیں۔دوسری بات قرآنِ پاک کا آسمانی کتاب ہونا ان کفار کی عقل میں نہ آتا تھا اس کی صداقت، معقولیت اور عظمت کا یقین دلانا انتہائی مشکل کام تھا۔تیسرا مرنے کے بعد زندہ ہونا کسی صورت ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔کیونکہ ان کے مشاہدے اور علم سے یہ بات ان پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔چوتھا ظلم وزیادتی کا ٹھیک اور پورا پورا بدلہ ملنا اللہ کے منصف اعلیٰ ہونے کا ثبوت ہے۔اور یہ بات بھی وہ لوگ ماننے کو تیار نہ تھے کہ اللہ کے سامنے جا کر ہمیں اپنا حساب کتاب دینا ضروری ہے۔یعنی آخرت کا یقین مطلب یہ کہ انہیں ایمان بالغیب دلانا سب سے بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔مگر یہ سلسلہ وہاں ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ یہ سلسلہ یعنی حق و باطل۔کفر وایمان کی جنگ اور ان دونوں گروہوں کے اختلافات رہتی دنیا تک چلتے رہیں گے جو لوگ نیکی، فرمانبرداری اور ایمان کی راہ پر چل رہے ہیں، چلتے رہے اور چلتے رہیں گے ان کو ان کی سچائی، محنت، لگن اور صبر کا انعام ضرور اور بہترین ملے گا۔اس انعام کا وعدہ اور یقین رب العزت بار بار کرواتے ہیں جو کہ بالکل پکا اور سچا وعدہ ہے کیوں نہ ہو ذرا غور کریں تو اس کی بڑائی ہر جگہ دکھائی دیتی ہے۔آیئے اب اس سورة مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اللہ کی برتری کا یقین

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳﴾ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ
وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ
الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ
اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۷﴾ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا
كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩ مِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا
مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝١٠ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝١١ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ ع 11/17
بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝١٢ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝١٣

حٰمٓ (حروف مقطعات میں سے ہے)۔(1)اس کتاب کا اتارا جانا اللہ غالب اور دانا کی طرف سے ہے۔(2)بیشک آسمانوں اورزمین میں ایمان والوں کیلئے اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔(3)اور تمہاری پیدائش میں بھی اور جانوروں میں بھی جن کو وہ پھیلاتا ہے یقین کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔(4)رات اور دن کے ردو بدل میں اور جو اللہ نے رزق کا ذریعہ آسمان سے اتارا (یعنی بارش) پھراس سے مردہ زمین کو زندہ کیا' اس میں اور ہواؤں کے بدلنے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔(5)یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں سچائی کے ساتھ۔تو یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔(6)ہر جھوٹے گنہگار پر افسوس ہے۔(7)کہ اللہ کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں' اور وہ ان کو سن بھی لیتا ہے مگر پھر غرور سے ضد کرتا ہے کہ گویا ان کو سنا ہی نہیں تو ایسے شخص کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنادو۔(8)اور جب ہماری آیات میں سے کچھ اسے معلوم ہوتا ہے تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔(9) پھر اس کے بعد ان کے لیے دوزخ ہے اور جو کام وہ کرتے رہے کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے اور نہ ہی وہ معبود ان کے کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا تھا اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔(10)یہ ہدایت کی کتاب ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کو سخت قسم کا درد دینے والا عذاب ہوگا۔(11)اللہ ہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے قابو میں کر دیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ اس کے فضل سے معاش تلاش کرو اور شکر کرو۔(12)اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے کام میں لگا دیا۔جو لوگ غور کرتے ہیں ان کیلئے اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں''۔(13)

تشریح: اللہ کو پہچان کر اس پر یقین کر لینا اور اس کی کتاب کو غور سے پڑھ کر زندگی' کائنات' اور کائنات کی تمام چیزوں سے واقفیت حاصل کر کے ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا یہ بڑی سیدھی آسان اور معقول بات ہے۔اللہ نے انسان کو سچائی کی فطرت پر پیدا کیا ہے۔یعنی جب عالم ارواح میں تمام روحوں سے اللہ نے سوال کیا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو سب نے یک زبان جواب دیا کہ اللہ نے۔اسی طرح کوئی کتنا ہی برا منکر خدا، پکا کافر ہی کیوں نہ ہو جب آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ بھی

تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ فوراً جواب دے گا اللہ نے مسلمان تو اپنے خالق کو اللہ کہتا ہے جبکہ غیر مسلم اپنی زبان میں god پر وبھؤ یا دیوتا کہتے ہیں۔ مطلب ان کا خدا ہی ہوتا ہے۔ وہ لوگ اصل حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ انسان' حیوانات' فرشتے' جنات اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کرے پھر ان کی روزی رزق' نشوونما کیلئے اتنی بڑی کائنات آسمان' زمین' پہاڑ' دریا' سمندر' سورج' چاند ستارے اور پھر ان سب کا مل کر ایسا بہترین کام کرنا کہ انسان کی تمام ضروریات خود بخود پوری ہوتی چلی جائیں۔ چند منٹ کیلئے ہوا نہ ملے تو زندگی ختم ہو جائے اسی طرح ہوا روشنی پانی اور دن رات مخلوقات کیلئے ایسے ہی ضروری ہیں جس طرح ہماری جسمانی زندگی کیلئے روح کا ہونا ضروری ہے۔ ان آیات میں جو سب سے بڑی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ ہے اللہ کا صرف ایک ہونا۔ اور پھر یہ کہ انسان کا درجہ اتنا بلند ہے کہ اس کیلئے پوری کائنات بنا دی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ کائنات کو چلانے کیلئے انسان کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ اس کو تو صرف الہ العلمین ہی چلا سکتا ہے جبکہ انسانی زندگی' انسانی وجود کیلئے پوری کائنات کام میں لگی ہوئی ہے۔ یعنی پوری کائنات کو اللہ نے انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ پوری کائنات میں تقریباً دس کھرب مخلوق خدا موجود ہے۔ جو صرف اللہ کی ہی پیدا کی ہوئی ہے کوئی بڑے سے بڑا سائنسدان مفکر یا عالم دین اس کی قدرت نہیں رکھتا۔ مغرب کے ایک طبیعی ہیکل نے کہا تھا کہ مجھے ہوا' پانی اور فلاں فلاں کیمیائی اجزاء دے دو۔ میں انسان بنا دوں گا۔ لیکن وہ یہ نہ بتا سکا کہ زندگی یا روح کہاں سے لائے گا؟ اسی طرح جب ہم اپنے جسمانی نظام پر غور کرتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ کس انداز سے غذا منہ میں جاتی ہے۔ دانت اس کو چباتے ہیں پھر 6 قسم کے گلینڈز اس میں انتہائی مناسب مقدار میں لعاب شامل کرتے ہیں جیسا کہ آٹا گوندھتے ہوئے اس میں تھوڑا تھوڑا پانی دودھ یا کوئی چیز ڈالی جاتی ہے۔ یہ گلینڈز دو کانوں کے نیچے، دو زبان کی جڑ میں اور دو نچلے جبڑے کے نشیب میں ہوتے ہیں یہ۔ تقریباً ایک لیٹر لعاب روزانہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لعاب میں ایسے کیمیائی اجزاء ہوتے ہیں جو غذا کو ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ پھر اس کے اوپر جگر اپنا تیار کیا ہوا اڑھائی پونڈ تیزاب ڈالتا ہے۔ تو غذا پتلی ہو کر انتڑیوں میں چلی جاتی ہے۔ انتڑیوں کی سوراخ دار اور کھردری دیواریں خوراک میں سے تمام ضروری مواد مثلاً حیاتین' نشاستہ اور دوسری مفید اجزاء چوس کر خون میں شامل کر دیتی ہیں اور بے کار مواد باہر پھینک دیتی ہیں۔ جسم کا ہر حصہ اپنی ضرورت کے مطابق اجزاء حاصل کر لیتا ہے یعنی یہ نہیں ہوتا کہ ہڈیاں گوشت کی مطلوبہ طاقت حاصل کر لیں ہڈیوں کو کیلشیم کی ضرورت ہے تو وہ پروٹین حاصل نہیں کریں گی اسی طرح ناخن اپنی ضرورت کی خوراک بال اپنی مطلوبہ طاقت حاصل کر لیتے ہیں۔ کس قدر حیرت ناک نظام ہے اور ان تمام طاقتوں کا بنیادی نظام کائنات کی ہر چیز کا محتاج ہے۔ انسان مٹی سے بنایا گیا اور مٹی کے اوپر رہتا ہے اس سے پیدا ہونے والے پھل پھول اور اناج سے پلتا بڑھتا ہے جو کہ ہوا پانی اور روشنی کے بہترین نظام فطرت سے مہیا ہوتا ہے پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سارا نظام ہستی کون چلا رہا ہے؟ جواب میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کا ہی نام آتا ہے۔

کیونکہ ان تمام مظاہر فطرت اور مخلوقات کی کوئی ایک ذرہ برابر بھی ایسی چیز نہیں جس کو اللہ کے سوا کوئی بھی اپنی قدرت سے پیدا کر سکے۔ پھر بھی ہٹ دھرم اور بے وقوف لوگ اللہ پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہوتے پھر بھی کہتے ہیں کہ اللہ کہاں ہے؟ اللہ تو ہر ہر ذرے میں ہماری ہر سانس میں موجود ہے۔ صرف اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے اسی ضرورت کو قرآنِ پاک میں بار بار کھول کھول کر آسان ترین ذریعوں سے آسان ترین الفاظ میں اور آسان ترین مثالوں سے سمجھا دیا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ کو اپنے سامنے کھڑا دیکھنا چاہتے ہیں تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ انسان کی معمولی آنکھ عقل اور فہم اس درجہ پر نہیں پہنچ سکتے کہ اللہ کو بے حجاب دیکھ سکے۔ یہ حجاب قیامت کے بعد حساب و کتاب کے دن ہی اٹھ سکے گا۔ اِس زندگی میں جو اُس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کی نشانیوں سے اور اخلاق، کردار کی بلندیوں پر پہنچنے سے قرآن و حدیث کی دی گئی ہدایات کے ذریعہ سے بندہ کامل بن کر اللہ کا دیدار میدان حشر میں کر سکیں گے۔ اور جو اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں یا کوئی اہمیت نہیں دیتے تو ایسے ہی لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ایسے شخص کو دکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو تو کچھ لوگ ایسے ہیں جو سنتے ہیں مگر پرواہ نہیں کرتے تو ایسے لوگوں کو اور بھی زیادہ دردناک عذاب دیا جائے گا۔ لیکن لوگ غور کرتے ہیں ان کیلئے اس میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ (آیات نمبر 13) اگلی آیات میں مومنوں کیلئے پیغام ہے۔

مومنین کو صبر کی تلقین

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾
مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا
بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ
بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۗ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ
عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا
عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾
هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

مومنوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کی (جو اعمال کے بدلے کیلئے مقرر ہیں) توقع نہیں رکھتے ان سے درگزر کریں تا کہ وہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے۔ (14) جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے لیے اور جو برے کام کرے گا تو ان کا ضرر

اسی کو ہوگا پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔(15) اور ہم نے بنی اسرائیل کو (ہدایت کی) کتاب' حکومت اور نبوت بخشی اور پاکیزہ چیزیں عطاء کیں اور دنیا بھر کے لوگوں پر فضیلت دی۔(16) اور ان کو دین کے بارے میں دلیلیں عطاء کیں تو انہوں نے جو اختلاف کیا وہ علم آچکنے کے بعد آپس کی ضد سے کیا' بیشک تمہارا رب قیامت کے دن ان میں ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔(17) پھر ہم نے تم کو دین کے کھلے رستے پر قائم کر دیا تو اسی رستے پر چلے چلو اور نادانوں کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا۔(18) یہ اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہ آئیں گے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔(19) یہ قرآن لوگوں کیلئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کیلئے ہدایت اور رحمت ہے"۔(20)

تشریح: ان آیات میں انسانی کردار و اخلاق کی بہتری کے کچھ اصول مثالوں کے ساتھ بتائے گئے ہیں۔ سب سے پہلے تو صبر و سکون کی ہدایت کی گئی ہے۔ جب انسان مدمقابل میں کمزور ہو تو اس کو صبر سے کام لینا چاہیے کیونکہ ایسے حالات میں صبر ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے جیسا کہ ہجرت سے پہلے مکہ کے مسلمان ہر لحاظ سے کمزور تھے تو ہدایت کی گئی کہ منکرین کی سختیوں بدتمیزیوں اور بحث و مباحثہ کی پرواہ کئے بغیر اپنے کاموں میں مشغول رہو اور پوری نیک نیتی سے تبلیغ دین میں لگے رہو اور وحی کے احکامات پر پوری طرح عمل کرتے رہو اللہ تمہاری ضرور مدد کرے گا اور پھر ایسے ہی ہوا ہجرت کے بعد مسلمان جب مضبوط ہو گئے تو پھر جنگ کا حکم ہوا۔ یہ کامیابی صبر و سکون محنت اور یقین کامل کا نتیجہ تھی۔

دوسرا بہترین سبق جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے وہ ہے اللہ کے راستے پر سختی سے پابند رہنا اور اس کی عنایات کا شکر ادا کرتے ہوئے اور بھی زیادہ فرمانبرداری کرنا۔ کیونکہ ناشکری اور نافرمانی اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔

تیسرا سبق ہے اتحاد و یکجہتی پر قائم رہنا۔ نااتفاقی اور گروہ بندی ہر شخص ہر قوم اور امت کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔

ان تمام اصولوں کو اچھی طرح واضح کرنے کے لیے بنی اسرائیل کی مثال دی گئی ہے، جیسا کہ متعدد دفعہ بنی اسرائیل کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے۔ یہ قوم اللہ کی بڑی عزیز ترین قوم تھی جیسا کہ یہاں بھی دہرایا گیا ہے کہ اللہ نے ان کو کتابیں دیں' رسول ان میں بھیجے' حکومت دی' بہترین غذائیں عطا کیں اور پھر اس وقت کی تمام قوموں پر ان کو فضیلت اور برتری دی۔ مگر اس قوم نے بڑھ چڑھ کر نافرمانی کی ناشکر گزاری کی' بے شمار گروہوں میں بٹ گئے اور آپس میں نااتفاقی بڑھ گئی۔ جس کے نتیجہ میں اللہ ان سے ناراض ہو گیا۔ ان پر لعنت بھیجی گئی اور ان کو در بدر کر دیا گیا حکومت نبوت ان سے چھین لی گئی۔ یہ تو عذاب ہوا دنیا میں جبکہ آخرت کا عذاب بڑا شدید ہوگا۔ تو اس تمام قصے کو بیان کرنے کا مقصد صرف انسانوں کو نصیحت اور انسانیت کے بہترین اصولوں کی وضاحت کرنا اور تاکید کرنا تھا کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا کوئی اصول، کوئی قانون ایسا نہیں جو انسانی بھلائی سے خالی ہو یا، جس پر عمل کرنا مشکل ہو۔ اس لیے ایک آخری اور بہترین بات یہ بھی بتا دی گئی

ہے کہ یہ قرآن لوگوں کیلئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کیلئے ہدایات اور رحمت ہے (آیت 20) پھر سب سے بڑی سبق آموز بات جو ان آیات میں واضح کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے وہ سو فیصد اپنے لیے ہی کرتا ہے۔ مثل مشہور ہے کر بھلا سو ہو بھلا۔ بنی اسرائیل نے بھلائی کے راستے چھوڑ کر اپنا ہی نقصان کیا بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو بھی مشکلات میں مبتلا کر دیا۔

تو آخر میں اللہ تعالیٰ ان تمام مہربانیوں کا ذکر فرماتا ہے کہ سب سے بڑی مہربانی تو یہ کی گئی کہ تمہیں مسلمان بنایا گیا اور تمہارا یہ فرض ہے کہ اس مہربانی کا شکر ادا کرو اور اس دین فطرت کی پیروی کرو۔ یہ کس قدر مزے کی بات ہے کہ ہماری فطری ضروریات کے مطابق ہمیں دین فطرت عطاء کیا گیا۔ اور پھر مزید مزے کی بات یہ ہے کہ ہمیں اس دین پر پابند رہنے کا بہترین اجر و ثواب بھی دیا جاتا ہے۔ اور پھر اس دین فطرت یعنی مذہب اسلام پر عمل کرنے کا ثواب اس کی تبلیغ و تربیت دینے کا انعام علیحدہ ہے۔ یعنی ایک سچے' اچھے اور پکے مسلمان کیلئے اس جہان میں بھی انعام ہی انعام ہیں اور آخرت میں تو ایسے ایسے انعامات ہیں کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ یہ ہے کہ وہ اس کی تربیت و اصلاح کرے"۔ نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا موقع ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک یہ کہ وہ صدقۂ جاریہ کر جائے دوسرا یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ اس کے بعد بھی فائدہ اٹھائیں اور تیسرا یہ کہ نیک اولاد چھوڑ جائے جو اس کے بعد اس کیلئے دعائے خیر کرتی رہے۔ (صحیح مسلم)

کتنی خوبصورت' پُر سکون اور پُر آسائش ہے وہ زندگی جو اس جدوجہد میں گزرے کہ خود بھی اور اپنی آل و اولاد کو بھی دین کے راستے پر چلاتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں ہمارا ہر قدم نیکی کی طرف اٹھے ہمارا ہر مقصد دین کی ترقی میں گزرے اور ہماری ہر خواہش اس بات پر ختم ہو کہ ہم ایمان و قرآن اللہ و رسول کی فرمانبرداری میں تمام زندگی گزار کر جنت الفردوس کے وارث بن جائیں۔ کتنا مزہ آئے گا جب ہم جنت کی پر فضاء زندگی میں اپنے بیوی بچوں والدین اور عزیز و اقرباء کی قربت بھی حاصل کر سکیں گے۔ اس دین میں انسان کیلئے بھلائی ہی بھلائی ہے دراصل ایمان حقیقتِ اعلیٰ کی دریافت ہے' ایمان علوم کے سرے کو پکڑنا ہے' ایمان معانی کے سمندر میں داخل ہونا ہے۔ ایمان زمینی پستیوں سے اٹھ کر آسمانی بلندیوں تک پہنچ جانا ہے' ایمان یہ ہے کہ آدمی ایک ایسے روحانی سفر کا مسافر بن جائے جہاں ہر آن نیا تجربہ ہو وہ ایک ایسا شعوری ارتقا (عقل و سمجھ کی بلندی) ہے جس کا سلسلہ کبھی اور کہیں ختم نہیں ہوتا چنانچہ ایمان کو قرآن میں ایک ارتقا پذیر حقیقت بتایا گیا ہے' ایک ایسا قلبی سرمایہ جس میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس تمام عمل کو کامیاب بنانے کیلئے ضروری ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھا جائے اس کے نکات اور خوبیوں پر بحث و مباحثہ کیا جائے۔ حق و صداقت کو دل و جان سے قبول کر کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو

اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ بنالیا جائے کہ یہی راستہ جنت کی طرف جاتا ہے۔ ہے نا! پتے کی بات؟ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا' عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(اقبال ؒ)

اقبال مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اب جب کہ تمام نظاموں اور قوموں نے انسانیت کو بری طرح مایوس کیا ہے اسے دکھوں اور مصیبتوں کے سوا کچھ نہیں دیا وقت کا تقاضہ ہے کہ اسلام کے علمبردار آگے بڑھیں اور دکھی انسانیت کو سکون دیں اور اس کام کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے اندر حق پرستی' عدل وانصاف' صدق ویقین اور بہادری کے اوصاف پیدا کریں جنکی وجہ سے مسلمانوں نے دنیا سے کفر وجہالت' ظلم وزیادتی اور غلامی کے اندھیروں کو احترام انسانیت اور اسلام وہدایت کی روشنی میں بدل دیا کیونکہ بقول علامہ محمد اقبال:

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ سلیمانی
اخوت کی جہانگیری ' محبت کی فراوانی

پس اللہ کے قانون کا یہی مقصد ہے کہ دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن جائے اور انسان اللہ کا بندہ بن جائے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطاء کرے (آمین)

مومنوں اور منکروں کا انجام ایک جیسا نہیں ہوگا

أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ع 2/10/18
وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ
وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ
بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ
اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا
بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ
ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع 3/5/19

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾
وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾
هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿٣٠﴾ وَاَمَّا
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا
قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا
ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا
لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٤﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ
فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ
الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾ ع 4/11/20

جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ان کی زندگی اور موت برابر (یعنی ایک جیسی) ہوگی؟ یہ جو دعوے کرتے ہیں بُرے ہیں۔(21) اللہ نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے اور تا کہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(22) بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور جانتے بوجھتے ہوئے گمراہ ہو رہا ہے تو اللہ نے بھی اس کو گمراہ کر دیا۔ اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اب اللہ کے سوا ان کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔(23) اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔(24) اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی حجت یہی ہوتی ہے کہ ''اگر سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ۔(25) کہہ دو کہ تم کو اللہ ہی جان بخشا ہے پھر وہی تم کو موت دیتا ہے اور پھر قیامت کے دن کہ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔(26) آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے اور جس دن قیامت برپا ہو جائے گی اس دن اہلِ باطل نقصان میں پڑ جائیں گے۔(27) اور تم ہر فرقے کو دیکھو گے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا اور ہر ایک جماعت اپنے اعمال کی کتاب کی طرف بلائی جائے گی جو کچھ تم کرتے ہو آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔(28) یہ ہماری کتاب تمہارے بارے

میں سچ سچ بیان کردے گی جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔(29) تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کا رب انہیں اپنی رحمت کے باغ میں داخل کرے گا' یہی صریح کامیابی ہے۔(30) اور جنہوں نے کفر کیا ان سے کہا جائے گا کہ بھلا ہماری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ مگر تم نے تکبر کیا اور تم نافرمان لوگ تھے۔(31) اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے قیامت میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے ہم اس کو صرف خیالی ہی سمجھتے ہیں اور ہمیں یقین نہیں آتا۔(32) ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کی وہ ہنسی اڑاتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا۔(33) اور کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اسی طرح آج ہم تم کو بھلا دیں گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں۔(34) یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ سو آج یہ لوگ نہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ہی ان کی توبہ ہی قبول کی جائے گی۔(35) پس ہر طرح کی تعریف کے لائق اللہ ہی ہے جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک اور تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔(36) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کیلئے بڑائی ہے اور غالب و دانا ہے۔(37)

تشریح: غافل' مغرور اور نافرمان بندے اس قدر غافل ہو جاتے ہیں کہ نہ تو ان کو برائی بری لگتی ہے اور نہ ہی اچھائی کا کوئی فائدہ نظر آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نیکی کا ارادہ کرنے والے کیلئے اچھے اسباب پیدا کر دیتا ہے اور برائی کی طرف بڑھنے والے کیلئے برائیوں کے اسباب پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ شکر خورے کو شکر مل جاتی ہے۔ تو ایسے لوگوں کو غفلت سے جگانے کیلئے خبردار کیا جا رہا ہے کہ ایسے غافل لوگوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ انصاف کرنے والا خبردار اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس کا بندوبست زمین و آسمان کی بہترین بناوٹ میں بڑی عمدگی سے کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک سائنٹیفک طریقہ ہے جس کو کچھ سائنسدانوں نے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بڑی تفصیل سے بتایا جا چکا ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جیسی بڑی کتاب جس کیلئے کئی الماریاں درکار ہیں آج وہ سب ایک پن کے سرے جتنی الیکٹران چپ کے اوپر ریکارڈ ہو سکتا ہے اس لیے انسانی ذرات یا اس کے اپنے بدن کے ذرات پر اندراج یا ریکارڈ ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں اور اگر یہ سب کچھ ایک فانی انسان کیلئے کھیل بن گیا ہے تو خالق کیلئے یہ کوئی بات ہی نہیں کہ ہم سب کے اعمال ریکارڈ کرے۔ (از قیامت اور حیات بعد الموت مصنف سلطان بشیر محمود صاحب)۔ یہ بات پوری طرح ثابت ہو چکی ہے کہ ہمارے اعمال کے مطابق ہمیں سزا یا انعام ضرور ملے گا۔ جو لوگ بھی خواہ وہ کسی زمانے کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں اگر وہ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں تو پھر ان کیلئے صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ واقعی آنکھیں رکھتے ہوئے بھی حقیقت کو نہ دیکھنا چاہتے ہیں نہ سمجھنا چاہتے ہیں تو گویا وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی اندھے ہیں اور عقل رکھتے ہوئے بھی سمجھنا نہیں چاہتے۔ ایسے لوگ زندہ ہو کر بھی مُردوں جیسی حالت میں رہتے ہیں۔ کیونکہ ایمان کا مطلب ہے روشنی اور زندگی جب کہ کفر و نافرمانی کا

مطلب ہے موت اور اندھیرا۔ ایسے لوگ جب زیادہ ہی پریشان ہوتے ہیں تو پھر حجت بازی پر اتر آتے ہیں اور خواہ مخواہ کے سوال جواب کرتے ہیں ایسے ہی غافل لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے بار بار قیامت' آخرت اور سزا و جزا کا ذکر کیا ہے۔ واقعی وہ دن بڑا سخت ہوگا۔ تمام لوگ پریشانی' خوف' گھبراہٹ اور تھکن سے جھکے چلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ ہماری کتاب تمہارے بارے میں سچ سچ بیان کر دے گی جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کا رب انہیں اپنی رحمت کے باغ میں داخل کرے گا۔ یہی صریح کامیابی ہے'' (آیات 29 اور 30) اس کے برعکس برے لوگوں کو جہنم میں ضرور ڈالا جائے گا۔ یہ سب کچھ قرآن پاک اور اس سے پہلے آنے والی تمام آسمانی کتابوں میں بار بار صاف الفاظ میں بتایا گیا ہے۔ یہ باتیں کسی معمولی شخصیت کی کہی ہوئی نہیں ہیں۔ اچھی طرح سوچ لینا چاہیے اور سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اس الہ العٰلمین کی کہی ہوئی باتیں ہیں جو ہر طرح کی تعریف کے قابل ہے: جو آسمانوں کا مالک' زمین کا مالک اور تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کیلئے بڑائی ہے اور وہ غالب و دانا ہے۔'' (آیات 36 تا 37) تمام بھلائیاں دنیا میں اور آخرت میں صرف اس انسان کے لیے ہیں جو خود کو سمجھ لے' اللہ کو سمجھ لے اور دین کو سمجھ لے۔ ایسے شخص کی زندگی صرف اپنے لیے ہی فائدہ مند نہیں ہوتی بلکہ ہر اس شخص کیلئے بھی روشنی کا مینار ہو جاتی ہے جو اس کے اردگرد یا اس کے قریب رہتا ہے۔ بلکہ اس کی روشنی اس شخص کو بھی منور کر دیتی ہے جو اس سے کبھی کبھی ملتا ہے۔ ہر انسان کی ذات' گفتگو اور طرز زندگی دوسروں کیلئے ضرور باعث زحمت یا باعث رحمت ہوتی ہے۔ اور یوں ہر شخص اللہ کا نمائندہ بن جاتا ہے یا شیطان کا نمائندہ بن جاتا ہے ہر شخص کی زندگی خود اپنے لیے اور دوسروں کیلئے ایک خاموش سبق ہے۔ اس لیے وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب اور مبارک ہے جو دین' اللہ' رسول اور قرآن کی تعلیمات سے واقف ہو اور ان پر عمل بھی کرتا ہو۔ اور یوں ہر انسان اللہ کا نیکی کا پیغام دینے والا بن جاتا ہے جو کہ بہت بڑی سعادت اور بہت بڑی کامیابی ہے دنیاوی اور اخروی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کیلئے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں صحیح فہم و بصیرت عطاء فرماتا ہے (صحیح بخاری) اور یہ رحمت اسی کو نصیب ہوتی ہے جو دین کی طرف رغبت رکھتا ہے اور اپنی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے اللہ سے دعا کرتا ہے کہ سیدھے راستے پر چلایا جائے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتے ہوئے اس کی خواہش پوری کرتا ہے شاعر کی زبان میں دعا:

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

(اقبال رحمہ اللہ)

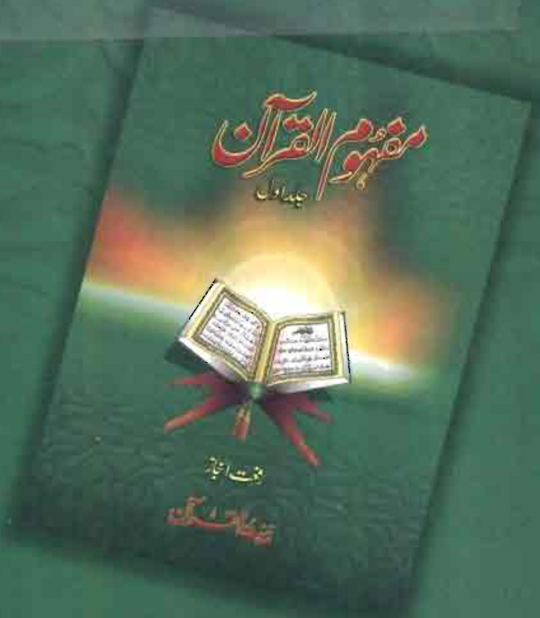
خلاصہ سورۃ الجاثیہ

اس سورت میں یہی سبق دیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی جڑ بنیاد سے واقف رہتے ہوئے اپنی زندگی گزارتا ہے اور عام بیماریوں سے اپنی روح کو پاک رکھتا ہے بس وہی اللہ کا مقبول ترین بندہ ہے ایسے شخص کیلئے دنیا و آخرت کو کامیاب بنایا گیا ہے۔ فخر و غرور، حسد و بغض اور غفلت و نافرمانی سے بچ بچا کر نیک، پاک اور بہترین زندگی گزارنے والا ہی کامیاب انسان ہوتا ہے۔ اور ان کاموں کیلئے انسان کا امیر ہونا، صحت منداور بزرگ ہونا ضروری نہیں۔ یہ کام غریب سے غریب کمزور سے کمزور اور چھوٹا، بڑا، عورت، مرد، جوان بوڑھا سب ہی بڑی خوش اسلوبی سے کرسکتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت حق کا ساتھ دیا جب وہ ناتواں نوعمر تھے تو آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور اسی طرح ان حواریوں کا ذکر ملتا ہے جو بالکل معمولی حیثیت کے بے یار و مددگار حواری تھے جنہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو اپنی خدمات پیش کیں اور کہا نحن انصار الله۔ یعنی ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اسی طرح جب ہم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ پر فخر ضرور کرتے ہیں مگر غرور نہیں کرتے کیونکہ غرور و نافرمانی کی سزا ہم دیکھ چکے ہیں بنی اسرائیل کی زندگی کی ابتداء انتہاء اور پھر انجام۔ اللہ ہمیں ایسے انجام سے محفوظ و مامون رکھے (آمین)۔ بلکہ ہماری وفاداری تو یہ ہے کہ ہم ہر صورت

1. اللہ کے فرمانبردار، وفادار اور جان نثار بنیں۔
2. ہماری زندگی صرف اور صرف ایمان کی روشنی میں گزرے۔
3. ہم اللہ کے بھیجے ہوئے قرآن پر بغیر کسی شک وشبہ کے پکا ایمان رکھیں۔
4. ہمارا ایمان تمام رسولوں پر اور نبی آخر الزمان ﷺ پر پکا ہو۔
5. ہمارا ہر قول ہر فعل اس بات کا ثبوت دے کہ ہم دین حق، دین کامل یعنی دین اسلام کے پیروکار ہیں۔
6. ہمیں دنیا کا کوئی لالچ، کوئی خوبی، کوئی بڑائی، اور کوئی نفع اپنے ان تمام عقائد سے ایک رتی بھر بھی ہٹا نہ سکے۔

دعا: یا اللہ تو ہماری مدد فرمانا اور ہمیں اپنے عہد پر قائم رہنے کی توفیق دینا۔ کیونکہ توفیق دینے والا، مدد کرنے والا اور کامیاب کرنے والا تو ہی ہے۔ اس لیے کہ تو ہی آسمان و زمین کا مالک ہے۔ تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ آسمان و زمین میں تیرے لیے ہی بڑائی ہے اور تو غالب و دانا ہے۔

الحمدللہ جلد نمبر 5 مکمل ہوئی۔



BAIT-UL-QURAN

بیت القرآن
لاہور - پاکستان